حصہ اول

سورۃ کہف کے فوائد

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

سورۂ کہف کے فوائد

(جلد اوّل)

از افادات

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
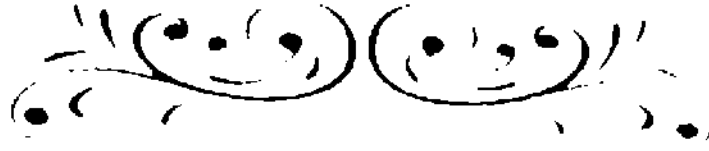
نام کتاب .... سورۂ کہف کے فوائد (جلد اوّل)

از افادات .... حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

پروف ریڈنگ و تخریج .... شعبہ دار التصنیف معہد الفقیر الاسلامی جھنگ

کمپوزنگ .... شعبہ دار التصنیف معہد الفقیر الاسلامی جھنگ

اشاعت اول .... فروری 2019ء

تعداد 1100

ناشر

www.Tasawwuf.org

0300-9652292,03228669680

0335-7873390,03101702690

E-Mail : Alfaqeerfsd@yahoo.com

فہرست مضامین

پہلا رکوع (آیات 1 تا 12)

دوسرا+تیسرا رکوع (آیات 13 تا 22)

چوتھا رکوع (آیات 23 تا 31)

عرضِ ناشر

ہم نے جس دور میں آنکھیں کھولی ہیں وہ فتنوں کا دور ہے......سیاہ فتنوں کا...... فتنہ ایک ایسی دھند کی مانند ہوتا ہے جس کے اُس طرف کوئی چیز نظر نہیں آتی اور اگر دھند سیاہ ہو تو پھر اس کی شدت کا اندازہ خود ہی لگالیجیے......!!!

قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے ''خروجِ دجال'' بھی ہے، دجال کا زمانہ، فتنوں اور آزمائش پر مبنی ہوگا، اس وقت لوگوں کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو فتنۂ دجال سے زیادہ کسی اور فتنہ سے نہیں ڈرایا۔ حدیث پاک میں ''سورۂ کہف'' کی تلاوت اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کو، دجالی فتنوں سے حفاظت کا لائحہ عمل قرار دیا گیا ہے۔

موجودہ حالات میں ایسے ہی فتنوں سے ہمارا واسطہ ہے جس کے ورے حق کا پہچاننا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ ایسے پُرفتن دور میں راستہ جاننے والوں کا ہاتھ پکڑ کر چلنے ہی میں عافیت ہے۔ دورِ حاضر میں راستوں کے نشیب و فراز سے واقفیت رکھنی والی ایک شخصیت ہمارے شیخ سیدی و مرشدی حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی بھی

ہے، جنہیں ہمہ وقت اُمت کے ایمان کی فکر دامن گیر رہتی ہے، چنانچہ اکثر و بیشتر حضرت والا اصلاحی مجالس میں اپنے متوسلین و سالکین کو حفاظتِ ایمان کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

عموماً یہ سلسلہ سال کے بارہ مہینوں میں وقتاً فوقتاً چلتا رہتا ہے، تاہم رمضان المبارک 1437ھ کے آخری عشرے میں اعتکاف کے دوران حضرت والا نے موجودہ حالات اور سامعین کے فائدے کے پیشِ نظر ''سورۂ کہف'' کے تفسیری نکات بالتفصیل بیان فرمائے اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں ایمان کی حفاظت کے ذرائع پر روشنی ڈالی، جس کا سامعین کو خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ حضرت کے انہی دُروس کو ترتیب دینے کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے، تاکہ غائبین بھی استفادہ کرسکیں۔

اللہ رب العزت کی مدد و نصرت سے کمپوزنگ، تخریج، ڈیزائننگ اور پرنٹنگ کے مراحل سے گزر کر پائے تکمیل کو پہنچی ہے اور ''مکتبۃ الفقیر'' کی کاوش کے نتیجے میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ہمارے لیے یہ سعادت کی بات ہے کہ ہمیں حضرت والا کی ان نادر باتوں کو قارئین تک پہنچانے کا موقع ملتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اُمت کے ہر فرد کے لیے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو حضرت جی دامت برکاتہم کے فیض سے مستفیض فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

اَلرَّاجِیْ اِلٰی عَفْوِ رَبِّہِ الْکَرِیْمِ

فقیر سیف اللہ احمد نقشبندی مجددی

عرضِ مرتب

اسلام کی آمد سے قبل دنیا میں بے شمار تہذیبیں رائج تھیں... یونانی خرافات سے لے کر رومی بت پرستی تک... ہر بُرائی کو عیسائی، یہودی اور مشرکوں نے اپنے گلے سے لگا رکھا تھا... بڑی تہذیبیں یہ تھیں... جنوبی عراق میں سمیری تہذیب (Sumeric Civilization)... فرعونوں کے ملک مصر میں مصری تہذیب (Egyptian Civilization)... ایشیائے کوچک میں حتی تہذیب (Hittite Civilization)... ساحل شام سے ساحل اسپین تک فونیقی تہذیب (Phoenician Civilization)... یونان میں یونانی تہذیب (Greek Civilization)... ایران میں ایرانی تہذیب (Iranian Civilization)... ہندوستان میں ہندی تہذیب (Indian Civilization)... بحیرۂ روم کے چاروں طرف تین براعظموں پر پھیلی ہوئی رومی سلطنت میں رُومی تہذیب (Roman Civilization)... اور یورپ کے مشرقی حصے میں

بازنطینی ثقافت (Byzantinian Civilizaton)۔

۔ طرف ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ کفر و الحاد... جاہلیت و معصیت... جنگ و جدل... فحش کاری و زنا کاری... نجومیت و کہانت... شراب نوشی و شراب فروشی عام تھے... وہ شراب کے رسیا تھے، چنانچہ بنوخزاعہ کے سردار ابوغبشان خزاعی نے شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے بیت اللہ کی چابی قریش کے ہاتھوں بیچ دی تھی... لاتعداد بیویاں رکھتے تھے اور والد کے مرنے کے بعد دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ اپنی سوتیلی ماؤں کو بھی آپس میں بانٹ لیتے اور بیویاں بنا کر رکھتے یا فروخت کر دیتے... چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں نکل آتیں اور پھر سالہا سال لڑائیاں جاری رہتیں، اوس وخزرج، عبس وزبیان، بکر وتغلب کے بیچ جھڑپوں پر شعراء نے کئی دیوان مرتب کر ڈالے... بیک وقت دو سگی بہنوں سے بھی نکاح جائز تھا... عورت بیوہ ہو جاتی تو اُسے ایک سال کی عدت گزارنا پڑتی اور اسے نہایت منحوس سمجھا جاتا۔ ایک سال تک اسے غسل اور منہ ہاتھ دھونے کے لئے نہ پانی دیتے اور نہ پہننے کے لئے لباس فراہم کرتے... حج کے موقع پر ہزاروں لوگ جمع ہوتے، لیکن قریش کے سوا سب مرد اور عورتیں برہنہ حالت میں طواف کرتے... نسلی تفاخر اپنی آخری حدوں کو چھو رہا تھا، وہ ہر غیر عرب کو عجم (گونگا) کہا کرتے تھے... غلاموں اور باندیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے، بھوک لگتی تو زندہ جانور کا عضو کاٹ کر پکاتے اور یوں یہ بے زبان جانور تڑپتا رہ جاتا... جہالت پر فخر کرتے ہوئے ایک جاہلی شاعر عمرو بن کلثوم کہتا ہے:

؎ أَلَا لَا يَجْهَلَنْ أَحَدٌ عَلَيْنَا
فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِيْنَا

”خبردار! ہم سے کوئی اکھڑ پن (جہالت) نہیں کرسکتا۔ اگر کرے گا تو ہم جاہلوں سے

بھی زیادہ جہالت دِکھا سکتے ہیں۔''

بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے، بنو تمیم کے سردار قیس بن عاصم نے اپنی آٹھ بچیاں زندہ درگور کر دیں... کبیرہ بنت ابی سفیان نے اپنی آٹھ بچیاں زندہ درگور کیں... یہ سلسلہ سینکڑوں تک جا پہنچتا ہے، کیونکہ صرف صعصعہ بن ناجیہ نامی ایک خدا ترس بندے نے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بچیاں زندہ درگور کرنے سے بچائیں، جن کے بدلے میں وہ مال و دولت دے دیتا تھا۔

ہر طرف شرک کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی... کعبہ کے اندر اور صحن میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، جن میں سب سے بڑا بت ہُبل تھا... لات، طائف میں قبیلہ ثقیف کی دیوی تھی... منات، بحر احمر کے کنارے قدید کے مقام پر اوس، خزرج اور بنو خزاعہ کی دیوی تھی... عزّیٰ، وادیٔ نخلہ میں بنو غطفان کی دیوی تھی... صفا پر جو بت تھا اس کا نام ''اساف'' اور جو مروہ پر تھا اس کا نام ''نائلہ'' تھا... سواع، رہاط کے مقام پر قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی... نسر، بلخع کے مقام پر آل ذو الکلاع کا معبود تھا... وُدّ، دومۃ الجندل میں بنو کلب کا معبود تھا... یغوث، جرش کے مقام پر قبیلۂ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا... یعوق، یمن کے علاقہ ہمدان میں قبیلہ ہمدان کی شاخ خیوان کا معبود تھا... مناف، مکہ میں ایک دیوتا تھا... ابجال، نوحا اور رودا شمالی عرب میں... عشتر وت دیوی، مشرقی بحیرہ روم میں... ذوالحلاس، جنوبی عرب میں... ذوشریٰ کی پوجا انباط، مدائنِ صالح اور بترا میں... بعل، بعلبک شہر میں... ذوالکفین، قبیلہ دوس کا معبود تھا... فلس، بنی طے اور ان لوگوں کا تھا جو بنی طے کے دونوں پہاڑوں کے پاس رہتے تھے۔ یہ بت سَلمیٰ اور آجا دو پہاڑوں کے درمیان تھا... شعیر، بنی غزہ کا بت تھا... اقیصر کی پوجا قضاعہ، لخم، جذام، عاملہ اور غطفان کے قبائل کرتے تھے جو صحرائے شام کی سطح مرتفع

عشارف میں واقع تھا... الجسد، حضرموت کے علاقے میں آل کندہ کا بت تھا...
الضیزنان، دو بت تھے جو حیرہ (عراق) کے دروازے پر نصب تھے۔

بعثتِ محمدی ﷺ سے پہلے روم اور ایران اپنے وقت کی عالمی طاقت (Super powers) کی حیثیت رکھتے تھے... گھنے اور بے راہ جنگلوں میں ڈاکوؤں اور آدم خوروں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے... تہذیب و ثقافت، سیاست و تمدن اور علوم و فنون کا کوئی تصور نہیں تھا۔ چنانچہ ان گھمبیر حالات میں سب سے عظیم شہر مکہ مکرمہ میں... سب سے عظیم غارِ حراء میں... سب سے عظیم فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے... سب سے عظیم زبان عربی میں... سب سے عظیم ذات اللہ رب العزت نے... سب سے عظیم شخصیت حضرت محمد ﷺ پر... سب سے عظیم کتاب قرآن عظیم الشان نازل فرمائی... اسی کتاب کی برکت تھی کہ عرب سے ایک تحریک اُٹھی اور صرف نوے (۹۰) برس میں عرب سے بحیرہ اسود اور سمرقند سے ساحل اطلس اور وسط فرانس تک چھا گئی۔ ہر طرف مساجد اور علوم و فنون کے بڑے بڑے مراکز قائم ہوئے... اسی قرآن عظیم الشان نے اس دنیائے آب وگل کو ایک نیا تمدن اور نئی تہذیب عطا کی۔ دنیا کا گھسا پٹا نظام یکسر بدل کر رکھ دیا... اسلام کا یہ آفتاب جہاں آراء اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ روشنیاں بکھیرتا ہوا نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی نورانی شعاعوں سے پوری دنیا کو منور کرنے لگا... اسی کتاب نے شہر بدل دیئے... گاؤں بدل دیئے... عقائد، معیشت، تجارت، معاشرت، ثقافت، سیاست اور حکومت بدل دی... زندگیاں بدل دیں... چہرے بدل دیئے... لباس، خوراک اور پوشاک بدل دیئے... صبح و شام بدل دیئے... ظاہر و باطن بدل دیئے... ایسی کتاب ہے جس کی خوشخبری جنت ہے اور اس کا ڈراوا دوزخ ہے... عمل بتائے تو شریعت بنے... پیشینگوئی کرے تو صداقت بنے... فیصلہ دے تو عدالت بنے... مکہ میں اُترا تو مکرمہ بنا... مدینہ میں اُترا تو منورہ بنا... جس کی

ت سے ابوبکر، صدیق بنے... عمر، فاروق بنے... عثمان، ذی النورین بنے... علی،
رر کرار بنے... ڈاکو، محافظ... فاجر، زاہد... بت پرست، خدا پرست... باطل پرست، حق
ست بنے... مشرک، موحد... بے دین، دین دار... بے درد، ہمدرد... خائن، امین...
لم، عادل... پیاسا، ساقی... جاہل، عالم... بدکار، شب زندہ دار... غلام، زمانے کا امام...
طرہ، دریا بنا۔

کس نے ذرّوں کو اُٹھایا اور صحراء کردیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر ، کہیں معبود شجر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا
بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی ، تُورانی بھی
اہلِ چیں چین میں ، ایران میں ساسانی بھی
اِسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اِسی دُنیا میں یہودی بھی تھے ، نصرانی بھی
پر ترے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی ، وہ بنائی کس نے
تھے ہمی ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے ، کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہان داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

حسنِ کلام، روانی، فصاحت و بلاغت اور اعجاز و بیان کے ایسے شہ پارے پیش کیے، جنہیں دیکھ کر فصحائے عرب ششدر تھے۔ قرآن ایک انقلابی کتاب ہے قرآن نے انقلاب کا ایک طوفان برپا کر دیا... تخریبی نہیں تعمیری طوفان... ذہنوں میں سوچوں کا طوفان... دلوں میں جذبوں کا طوفان... اس کتاب عظیم الشان کے حوالے سے دیکھو گے تو راستہ مل جائے گا... منزل پہ پہنچو گے... اس کے حوالے سے نہیں دیکھو گے تو بھٹک جاؤ گے... راستہ نہیں ملے گا... کبھی پہنچو گے نہیں!

قرآن عظیم الشان کی خدمت میں لوگوں نے زندگیاں صرف کر دیں... تن، مَن دھن کی بازی لگا دی... دو لاکھ تفسیریں لکھی گئیں... کسی نے 500 جلدوں میں تفسیر لکھی، کسی نے 1000 جلدوں میں، کسی نے 2000 جلدوں میں اور کسی نے 4000 جلدوں میں تفسیر لکھی۔ قران عظیم الشان کی تعلیمات، انوارات اور برکات کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کے لیے اس اُمت کی اوّلین جماعت صحابہ کرام اُٹھ کھڑی ہوئی، جن کی تعداد تقریباً سوا لاکھ تھی... حجازِ مقدس میں صرف دس، بارہ ہزار کی قبریں موجود ہیں، باقی لاکھ سے زیادہ صحابہ کی قبریں حجازِ مقدس سے باہر دنیا میں مختلف ریگزاروں، ریگستانوں، کوہساروں میں... مختلف شہروں، مختلف ملکوں میں بنیں۔ حضرت ابوجحیفہ، براء بن عازب، خباب بن الارت، جریر بن عبداللہ بجلی، جابر بن سمرہ اور زید بن ارقم اور علی بن ابی طالب کوفہ کی سرزمین میں... بیٹا حسین بن علی کربلا میں... بیٹی زینب بنت علی دمشق

میں... ابوفضالہ انصاری، عبداللہ بن بدیل، عبدالرحمٰن بن بُدیل، عمار بن یاسر، فضل بن عباس، خزیمہ بن ثابت انصاری، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص شام میں... انس بن مالک، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ بصرہ میں... ابودجانہ، ابوحذیفہ، حبیب بن زید، طفیل بن عمر دوسی یمامہ میں... جعفر بن طیار، زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ موتہ میں... ابوایوب انصاری استنبول میں... اوس بن ثابت انصاری فلسطین میں... ابان بن سعید اجنادین میں... حذیفہ بن یمان اور سلمان فارسی مدائن میں... عبداللہ بن عباس طائف میں... معاذ بن جبل، ابوعبیدہ بن جراح، ابوجندل اور عبادہ بن صامت اُردن میں... ان کی بیوی اُمّ حرام بنت ملحان قبرص میں... ان کے دو بھائی حرام بن ملحان اور سلیم بن ملحان بئرمعونہ میں شہید ہوئے... اور بیٹا قیس بن عمرو اُحد میں شہید ہوا... ان کا پہلا شوہر عمرو بن قیس اُحد میں شہید ہوا... بلال حبشی، حجر بن عدی، امیر معاویہ، اسماء بنت عمیس اور ابودرداء دمشق میں... ان کی بیوی اُمّ درداء شام میں... قثم بن عباس سمرقند میں... خالد بن ولید حمص میں... سنان بن سلمہ پشاور میں... عقبہ بن نافع الجزائر میں... نعمان بن مقرّن اور عمرو بن معدیکرب نہاوند میں... رُویفہ انصاری لیبیا میں... عبدالرحمٰن بن عباس اور معبد بن عباس شمالی افریقہ میں... ابورافع غفاری اور عبدالرحمٰن بن سمرہ خراسان میں... ربیع بن زید بجستان میں... اسد بن سراج اٹلی میں... محمد بن ابی صفرہ قلات میں... اُمّ الشہداء خنساء بنت عمرو سُلیمی کے چار بیٹے قادسیہ میں... ابولبابہ انصاری اور ابوزمعہ تیونس میں... عمرو بن عاص مصر میں... ہشام بن عاص یرموک (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں آرام فرما ہیں۔

ے اے اجل ! تجھ سے کیسی نادانی ہوئی
پھول وہ توڑا جس سے چمن میں ویرانی ہوئی

یہ صحابہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچے... بلوچستان اور سجستان میں... عسقلان و قسطلان میں... اصفہان و طالقان میں... آذربائیجان و مکران میں... جوزجان و بدخشان میں... خرقان و کرمان میں... ہندوسندھ میں... قاہرہ وانقرہ میں... طرابلس واندلس میں... اُردن اور یمن میں قرآن عظیم الشان کے انوارات وبرکات پھیلاتے رہے۔

پھر ان کی برکت سے ہر زمانے میں قرآن مجید کے سچے اور بےلوث خادم پیدا ہوئے... جنہوں نے شرک زدہ ماحول اور بدعات کے شور میں قرآن وسنت کے دلائل سے توحید وسنت کو بیان کیا... انہوں نے مشرکین ومبتدعین کی وہ دکھی رگیں پکڑیں کہ وہ تلملا کر رہ گئے... شرک و بدعت کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا... قرآن کی شمع روشنی پھیلانے لگی اور آیت آیت سے باطل کے اندھیرے چھٹنے لگے... قرآن عظیم الشان کی آیات بینات کے سامنے وارث شاہ کی ''ہیر'' اور ''سیف الملوک'' ماند پڑنے لگیں... آیاتِ الٰہیہ کے سامنے خرافات دم توڑنے لگیں... سچ کا چراغ جب جل اُٹھا اور حق کا نور پھیلنے لگا تو شرک وبدعات کے زہر پر چڑھے سنہری کیپسول کا پول کھل گیا۔

قرآن مجید کی بےلوث خدمت جس طرح علم ظاہری کے حاملین علماء نے کی ہے، اسی طرح علم باطنی کے حاملین صوفیاء کرام نے بھی کی ہے... سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ نقشبندیہ صوفیاء، مشائخ کرام قدس سرھم نے ہر دور میں قرآن مجید کے اسرار ورُموز کو سینہ دَر سینہ اُمت کو منتقل فرمایا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ عظام نے یہ نورِ قرآن نبی علیہ السلام کے قلب مبارک سے حاصل کیے، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے انوارات وبرکات سے اپنا دامن بھر لیا، پھر انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو منتقل فرمائے... پھر انہوں نے

ت قاسم بن محمد بن ابی بکر ؒ کو... انہوں نے حضرت جعفر صادق ؒ کو... انہوں
حضرت بایزید بسطامی ؒ کو... انہوں نے خواجہ ابوالحسن خرقانی ؒ کو... انہوں
خواجہ ابوالقاسم جرجانی ؒ کو... انہوں نے خواجہ ابوعلی فارمدی ؒ کو... انہوں نے
جہ یوسف ہمدانی ؒ کو... انہوں نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی ؒ کو... انہوں نے
جہ محمد عارف ریوگری ؒ کو... انہوں نے خواجہ محمود انجیر فغنوی ؒ کو... انہوں نے
جہ علی رامیتنی ؒ کو... انہوں نے خواجہ محمد بابا سماسی ؒ کو... انہوں نے خواجہ امیر
ل ؒ کو... انہوں نے خواجۂ خواجگان حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری ؒ کو...
ہوں نے خواجہ علاؤالدین عطار ؒ کو... انہوں نے خواجہ یعقوب چرخی ؒ کو...
ہوں نے خواجہ عبیداللہ احرار ؒ کو... انہوں نے خواجہ زاہد وخشی ؒ کو... انہوں نے
خواجہ درویش محمد ؒ کو... انہوں نے خواجہ محمد مقتدیٰ امکنگی ؒ کو... انہوں نے خواجہ
اقی باللہ ؒ کو... انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کو... انہوں نے حضرت خواجہ
محمد معصوم سرہندی ؒ کو... انہوں نے خواجہ سیف الدین ؒ کو... انہوں نے حضرت
حافظ محمد محسن ؒ کو... انہوں نے خواجہ سید نور محمد بدایونی ؒ کو... انہوں نے حضرت
مرزا مظہر جانِ جاناں ؒ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی ؒ کو... انہوں نے حضرت شاہ
ابوسعید ؒ کو... انہوں نے حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ؒ کو... انہوں نے حضرت
دوست محمد قندھاری ؒ کو... انہوں نے خواجہ محمد عثمان دامانی ؒ کو... انہوں نے خواجہ
سراج الدین ؒ کو... انہوں نے خواجہ محمد فضل علی قریشی ؒ کو... انہوں نے خواجہ محمد
عبدالمالک صدیقی ؒ کو... انہوں نے حضرت خواجہ غلام حبیب ؒ کو اور انہوں نے
یہی انوارات و برکاتِ قرآنی اس زمانے کے شیخ کامل، قطب الارشاد، محبوب العلماء
والصلحاء حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کو منتقل فرمائے، جو

ایک پرسوز دل اور درد دل رکھنے والے یگانۂ زمانہ ہیں، جس نے اپنے قلب کی آہوں سے لاکھوں دل پھونک دیے... مردہ رگوں میں ذکر الٰہی کا نورانی لہو رواں کر دیا... جو دشت محبت میں مجنون کی طرح دیوانہ وار صبح چلتا ہے، شام چلتا ہے، عشق والوں کی طرح مدام چلتا ہے... بس کے بسم کا انگ انگ فسانۂ محبت اور فنائے عشق ہے... جس نے 35 سال سے مسلسل 40 سے زائد ملکوں میں سمندر کی لہروں سے لڑتے ہوئے... ہولناک ریگستانوں سے گزرتے ہوئے... پرشور دریاؤں کو کھنگالتے ہوئے... فلک رفعت پہاڑوں پر چڑھتے ہوئے... جنگلوں، بیابانوں اور برفستانوں کو قطع کرتے ہوئے... دیارِ حجاز کی خاکِ پاک کو آنکھوں سے لگاتے ہوئے... عرب وعجم کے دُشوار گزار راستوں کو طے کرتے ہوئے... کفرستانوں میں اذانیں دیں... کفر کے گڑھوں میں اسلام کے مرکز قائم کیے... افریقہ کے جنگلوں میں عشق ومستی کے نعرے لگائے... اور ریگزاروں میں خدا سے بے خبروں کو توحید کے جام پلائے۔

دور باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

''لیکن زمانے پر گردشوں کے کئی دور گزر جاتے ہیں تب ایک ایسا مردِ حق پیدا ہوتا ہے جیسے خراسان میں بایزید بسطامی اور قرن میں اویس قرنی۔''

سورۂ کہف کے دُروس کی رُوح پرور کیفیت:

26 جون، 2016ء کو مسجد زینب معہد الفقیر الاسلامی العالمی جھنگ میں ایک رُوح پرور اعتکاف ہوا، جس میں 1500 تا 2000 اندرون ملک اور بیرون ملک سے معتکفین تشریف لائے۔ روزانہ نمازِ ظہر کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم سورۂ کہف کا درس ارشاد فرماتے۔ حضرت جی دامت برکاتہم درس دینے مسجد زینب میں جب تشریف لے آتے اور درس

ع فرماتے تو درس کا منظر بڑا پُرکیف ہوتا... ہزاروں دیوانوں اور مستانوں کا انتظار
ں ہوتا... چہروں پر بشاشت سجی ہوتی تھی... آنکھیں تھیں کہ خیرہ ہوتی جاتی تھیں...
تھے کہ اُڑتے جاتے تھے... جگر تھے کہ قربان ہوتے جاتے تھے... خوشی کے آنسو
ں کے بوسے لے رہے ہوتے تھے... جذبات پر قابو مشکل ہوتا جاتا تھا... چہرے
نگاہیں ہٹتی نہیں تھیں، اور کیوں ہٹتیں کہ جس میں حلاوتِ ذکر و شیرینی فکر واضح طور پر
وس ہورہی تھی... ذا رُؤُوا ذُکِرَ اللّٰہُ'' (دیکھنے سے اللہ یاد آجائے گا) کا مصداق
ہوتا تھا... امام اوزاعی رحمہ اللہ کی وہ بات یاد آتی ہے جو انہوں نے عبدالرحمٰن بن زید
سے کہی تھی: '' ... رَأیتَ عَبدَاللّٰہِ ابنَ المُبَارَكِ؟'' کیا آپ نے عبداللہ بن مبارک کو
یکھا تھا؟ عبدالرحمٰن بن زید نے کہا: نہیں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لَو رَأیتَ
قَرَّتْ عَینُكَ'' ... پ عبداللہ بن مبارک کے چہرے کو دیکھتے تو آپ کی آنکھیں
ٹھنڈی ہوجاتیں... حضرت کی نگاہوں کی تاثیر تھی کہ مجمع تڑپتا جاتا تھا... علی بن محمد
سخاوی رحمہ اللہ کی وہ بات یاد آتی ہے جو انہوں نے اپنے شیخ حضرت سید احمد بدوی مصری
قدس سرہ کے بارے میں فرمائی تھی: ''اِذَا نَظَرَ اِلَی الْمُرِیْدِ نَظْرَۃً مَخْصُوْصَۃً یُوْصِلُہٗ
بِتِلْكَ النَّظْرَۃِ اِلَی مَقَامِ الشُّھُوْدِ'' میرے شیخ سید احمد بدوی رحمہ اللہ جب کسی مرید پر ایک
نگاہ ڈالتے تو اس کو مقامِ شہود پر پہنچادیتے جہاں وہ اللہ رب العزت کی تجلیات کا براہِ
راست مشاہدہ کررہا ہوتا... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نگاہ کی لذت یاد آتی ہے، جن کے
بارے میں فرماتے ہیں: ''تَعدِلُ حَلَاوَۃَ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ'' کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی
ایک نگاہ میں ایک سال کی عبادت کی مٹھاس محسوس ہوتی تھی۔

تم سمندر کی بات کرتے ہو
لوگ آنکھوں میں ڈوب جاتے ہیں

اصحاب کہف کے ایمان افروز حالات سناتے تو شدتِ جذبات اور فرطِ محبت کے بندھن ٹوٹ جاتے... اشکوں کی برسات آنکھوں مبارک سے جاری ہو جاتی... مجمع مسحور ہو جاتا تھا... بے خودی کے عالم میں سسکیاں اور ہچکیاں ماحول کو غمزدہ بنا دیتیں... یہ خسروانہ انداز لوگوں کو محبت و مستی کے جام پہ جام پلاتا۔

ہوا ہو گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

معتکفین حضرات ایک عجیب کیف و سُرور محسوس کرتے... حضرت جی مدظلہ العالی کے منہ مبارک سے قرآن عظیم الشان کی ظاہری تفسیر سے مجمع دم بخود ہو جاتا اور حضرت جی مدظلہ العالی کے قلب مبارک سے قرآن عظیم الشان کے انوارات و برکات جب قلوب میں منتقل ہوتیں تو ایسا محسوس ہوتا گویا ابھی قرآن کا نزول ہو رہا ہے۔

ایں سخن را نیست ہرگز اختتام
ختم کن واللہ اعلم بالسلام

''یہ وہ باتیں ہیں جو کہ ختم نہیں ہوسکتیں، بس اب ختم ہی کر دیں کہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان دُروس کو پوری اُمت کے لیے قیامت تک ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

بندۂ ناچیز فقیر محمد عبداللہ مردانی نقشبندی مجددی
کَانَ اللّٰہُ لَہٗ عِوَضًا عَنْ کُلِّ شَیْءٍ
معہد الفقیر الاسلامی العالمی جھنگ

آغازِ سخن

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، أَمَّا بَعْدُ:

سورۂ کہف کا لب لباب سمجھنے کے لیے اس عاجز کو تقریباً دو سال لگانے پڑے۔ یہ عاجز دو سال سے سورۂ کہف کی تفاسیر پڑھ رہا ہے۔ الحمد للہ! ایک سو بیس (۱۲۰) سے زیادہ تفاسیر کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ جن میں سے تیس (۳۰) تفاسیر اُردو کی تھیں، ایک فارسی کی اور باقی عربی کی تفاسیر تھیں۔ فارسی کی تفسیر سے سب سے زیادہ فائدہ ہوا۔ ہمارے سلسلہ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، یہ افغانستان کے رہنے والے تھے اور نقشبندی بزرگ تھے، یہ ان کی تفسیر ہے۔ اس کا نام ہے: "کَشْفُ الْأَسْرَار وعِدَّةُ الْأَبْرَار"، اس میں انہوں نے بہت نکات لکھے ہیں، جنہیں پڑھ کے دل خوش ہو جاتا ہے۔ یہ تفسیر اس وقت دنیا میں کہیں بھی مطبوعہ نہیں ملتی، ہمیں کہیں سے اس کا مخطوطہ ملا اور ہم نے اپنے بعض دوستوں کی مہربانی اور تعاون سے اس کو حاصل کیا اور اس کا مطالعہ کر کے کچھ نکات نکالے ہیں۔

سورۂ کہف کا مرکزی خیال: (۱)

بہت دیر تک میں یہی سمجھتا رہا کہ سورۂ کہف کا اصل مدعا چند نوجوان تھے جو کہف

کے اندر چلے گئے تھے۔ مگر بعد میں پتہ چلا کہ نہیں، اصل مدعا تو کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری سورت کو اتنے پیارے طریقے سے نازل فرمایا ہے کہ انسان حیران ہوتا ہے۔ لب لباب کو Central idea (مرکزی خیال) کہتے ہیں۔ وہ لب لباب آپ سنیے، تا کہ ذہن میں یہ بات جم جائے کہ سورت کا اصل مقصود کیا ہے؟!

آٹھ (8) قسم کے حالات:

اللہ تعالیٰ انسان کو اس دنیا میں آٹھ قسم کے حالات سے آزماتے ہیں:

1. ......عزت سے
2. ......ذلت سے
3. ......صحت سے
4. ......بیماری سے
5. ......نفع سے
6. ......نقصان سے
7. ......خوشی سے
8. ......غمی سے

ہر بندہ ان آٹھ حالات میں سے کسی نہ کسی ایک حال میں ہوتا ہے۔ یہ سب حالات بندوں پر اُدلتے بدلتے رہتے ہیں۔ اگر ان آٹھ حالات کا لب لباب دیکھیں تو وہ دو حالات بنتے ہیں۔ یعنی ان آٹھ حالات کو مزید تقسیم کریں تو دو حالات میں تقسیم کریں گے، اچھے حالات میں اور بُرے حالات میں۔ اللہ تعالیٰ کبھی انسان کو اچھے حالات میں آزماتے ہیں اور کبھی بُرے حالات میں آزماتے ہیں۔ اچھے حال میں اس لیے آزماتے ہیں کہ میرا یہ بندہ میری دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں کرتا اور بُرے حالات

میں اس لیے آزماتے ہیں کہ میرا یہ بندہ مشکلات پر صبر کرتا ہے یا نہیں کرتا۔

ان امتحانات کا نچوڑ دو پیپر بنے۔ ایک صبر کا پیپر اور دوسرا شکر کا پیپر۔ اللہ تعالیٰ کبھی نعمتیں دے کر آزماتے ہیں اور وہ شکر کا پیپر ہوتا ہے، یہ ٹھیک حل کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ چنانچہ اگر انسان نعمتوں سے غافل ہو جاتا ہے، نافرمانی پہ اُتر آتا ہے، دنیاداری میں لگ جاتا ہے اور نفس کی خواہشات پوری کرنے میں لگ جاتا ہے تو یہ اپنے پیپر میں فیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر میں نے مشکل حالات بھیجے اور ان مشکل حالات میں اگر یہ بندہ مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اور دین کے اعمال سے ہٹ جاتا ہے تو گویا اس نے صبر نہیں کیا، یہ بھی اپنے پیپر میں فیل ہو گیا۔ اگر نعمتوں کے ملنے پر انسان شکر کرے اور مشکل حالات آنے پر صبر کرے تو پھر وہ انسان کامیاب ہوتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دو پیپر (صبر اور شکر):

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو بھی ان دو پیپروں میں آزمایا۔ ایک تو ان کو جنت میں رکھا، تاکہ شکر ادا کریں۔ اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک درخت کا پھل کھانے سے منع فرما دیا، یہ صبر کا پیپر تھا۔ شکر کے پیپر میں تو حضرت آدم علیہ السلام کامیاب ہو گئے، لیکن جو صبر کا پیپر تھا، اس میں شیطان نے قسمیں کھا کر ان کو دھوکا دے دیا۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَقَاسَمَهُمَا﴾ شیطان نے قسمیں کھا کر ان دونوں کو ورغلایا کہ آپ اس کو کھا لیجیے، اور وہ اس وقت یہ بھول گئے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں نے اس کا پھل نہیں کھانا۔ چونکہ ان سے بھول ہو گئی تھی اور شیطان کی قسموں کی وجہ سے اعتماد کر لیا تھا اس لیے انہوں نے وہ پھل کھا لیا، اس لیے صبر کے پیپر میں کامیابی نہ ہو سکی۔ اب جب صبر کے پیپر میں کامیابی نہ ہوئی تو اللہ نے ان کو

[illegible] حضرت آدم [illegible] زمین پر اُتر آئے اوران کی [illegible] اپنی زندگی گزارنی پڑی۔

[illegible] (صبر اور شکر): ۱

[illegible] میں صبر کرنا مشکل کام ہے اور شکر کے حالات میں شکر کرنا مشکل کام [illegible] دونوں طرح کے امتحانات سے بندے کو گزرنا پڑتا ہے۔ اولادِ آدم سے بھی اللہ تعالیٰ [illegible] لیتے ہیں۔

ہمارا حال یہ ہے کہ شکر کے امتحان میں تو کسی حد تک پاس ہوجاتے ہیں، لیکن جب صبر کا امتحان آتا ہے تو ہم مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے شکوے شروع کردیتے ہیں اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے لگ جاتے ہیں... بیٹا فوت ہوجائے تو ذرا اس کی ماں کی باتیں سنا کریں کہ وہ کیا کیا بول اپنی زبان پر لاتی ہے، اللہ نے مجھ سے جوان بیٹا لے لیا، یہ کردیا اور وہ کردیا... جوان عورت کا خاوند فوت ہوجائے تو واقعی بڑا صدمہ ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ بھی تو صبر دیکھنا چاہتے ہیں... وہ عورت اپنے جوان العمر شوہر کی وفات پر کیا کیا آوازیں نکالتی ہے... وہ باتیں سننے والی ہوتی ہیں۔ صبر کے موقع پر کئی مرتبہ بندے کا امتحان میں پاس یا فیل ہونا، اس کے قول اور فعل سے صاف نظر آرہا ہوتا ہے۔

شکر اور صبر کرنے پر انعامِ خداوندی: ۱

شکر اور صبر کے امتحان کے بارے میں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اے لوگو! تمہیں شکر اور صبر کے حالات میں آزمایا جائے گا۔ جب تم شکر کے حالات میں ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو اور جب صبر کے حالات میں ہو تو صبر کرو، اللہ شکر کرنے والے سے بھی راضی ہے

اور صبر کرنے والے سے بھی راضی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی تھیں، وہ اللہ کا شکر ادا کرتے تھے، جبکہ حضرت ایوب علیہ السلام پر بیماری آئی تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کے شکر کی وجہ سے اور حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے صبر کی وجہ سے ''نِعْمَ الْعَبْد'' کا خطاب عطا فرمایا۔

اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں سبق دے رہے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تم نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو بھی ''نِعْمَ الْعِبَاد'' (بہترین بندے) بنو گے اور اگر مشکلات پر صبر کرو گے تو بھی تم ''نِعْمَ الْعِبَاد'' (بہترین بندے) بنو گے۔ لہٰذا ''نِعْمَ الْعِبَاد'' (بہترین بندے) بن کر زندگی گزارو اور اللہ کے ہاں کامیاب ہو جاؤ۔ اور پھر آخرت میں اللہ کے صابر اور شاکر بندوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر کے حالات میں شکر کرنے والا اور صبر کے حالات میں صبر کرنے والا بنائے اور آخرت میں اپنا دیدار عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)۔
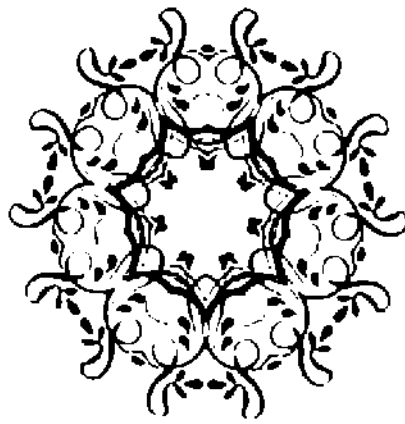
سورۂ کہف کے پانچ واقعات

سورۂ کہف میں پانچ واقعات ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ:

ایک واقعہ حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔ یہ اس سورت کا درمیانی واقعہ ہے، گویا اس سورت کا قلب ہے، آیتیں تھوڑی سی ہیں... حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے بارے میں بہت کم آیتیں ہیں، اسی لیے عام طور پر پڑھنے والے کی توجہ بھی اس طرف نہیں جاتی کہ یہ جو تھوڑا سا اشارہ کیا گیا ہے، یہ بھی پوری سورت کا لب لباب ہو سکتا ہے۔ سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ یہ واقعہ پوری سورت کا لب لباب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے دو پیپروں کا تذکرہ کیا۔ صبر کا پیپر اور شکر کا پیپر۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ سے پہلے دو واقعات کا تذکرہ کیا۔ وہ دونوں واقعات عوام الناس کے تھے۔

اصحابِ کہف کا واقعہ:

ایک واقعہ نوجوانوں کا کہف کے اندر جانے کا تھا۔ یہ نوجوانوں کے صبر کا امتحان تھا اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے صبر کیسے کیا؟ انہوں نے گھر چھوڑا، رشتہ دار چھوڑے، بیوی بچے چھوڑے اور غار میں چلے گئے۔ انہوں نے تکالیف پر صبر کیا اور وہ صبر کے اس پیپر میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما دیا۔ یہ نوجوان عام نوجوان تھے۔

دو باغوں والے کا واقعہ:

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرا واقعہ بیان فرمایا، وہ صاحبِ جنتین کا واقعہ ہے۔

ایک ایسے بندے کا واقعہ جس کے باغات تھے۔ یہ وہ بندہ تھا جس کو اللہ نے خوب مال دیا تھا، پیسہ دیا تھا، صحت دی تھی اور غنی بنایا تھا۔ یہ بھی عام بندہ تھا، کوئی خاص بندہ نہ تھا، بس پیسے والا تھا۔ وہ عوام الناس میں سے تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے امتحان میں ڈالا۔ اس کا امتحان کیا تھا؟ شکر کا پیپر تھا۔ اس کا امتحان یہ تھا کہ اے بندے! میں نے تم کو نعمتیں دی ہیں، اب تم میرا شکرادا کرو۔ لیکن یہ بندہ مال کی وجہ سے خواہشاتِ نفسانی میں لگ گیا اور اللہ کو بھول گیا۔ اس کا اللہ پہ ایمان نہ رہا۔ لہٰذا یہ اپنے پیپر میں فیل ہوگیا۔

......اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کے بعد دو اور واقعات کا تذکرہ کیا۔ یہ دونوں خواص کے واقعات ہیں۔

(1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

خواص میں سے ایک واقعہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ وہ کلیم اللہ تھے، اُولوالعزم رسول تھے اور خواص میں سے تھے۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے صبر کا پیپر لیا۔ ان کو بھی کہنے والے نے کہا تھا کہ آپ صبر نہیں کر پائیں گے۔ اور نتیجہ بھی یہی نکلا کہ انہوں نے سوال پوچھ لیا اور ان کے اس پیپر میں کچھ کمی رہ گئی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسَى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا.))

[صحیح بخاری، حدیث:۱۲۲]

''اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم کرے، ہم یہ چاہتے تھے کہ کاش! موسیٰ (علیہ السلام) صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کا (پورا) قصہ ہم سے بیان فرماتا۔''

آپ ذرا غور کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے صبر کا دامن تھامنا مشکل تھا کیونکہ واقعہ کی تفصیلات ہی ایسی تھیں کہ ایک بندہ بظاہر خلافِ شریعت کام کو ہوتے دیکھ رہا تھا اور اس کی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ

...ایک لڑکے کو کیوں قتل کیا جارہا ہے؟

...ایک کشتی میں کیوں سوراخ کیا جارہا ہے؟

...ایک دیوار کو بغیر اُجرت کے کیوں سیدھا کیا جارہا ہے؟

اس لیے وہ پوچھتے تھے کہ یہ کام کیوں کیا جارہا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ان کے واقعہ میں صبر کا امتحان بار بار آیا ہے:

﴿وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا﴾ [الكهف:٦٨]

آیتیں بتارہی ہیں کہ صبر کا امتحان تھا۔ اور وہ کہہ بھی رہے تھے کہ اگر تم نے صبر نہ کیا تو میں آپ کو اپنے سے الگ کردوں گا۔ اور واقعی ایک وقت آیا کہ انہوں نے کہہ دیا:

﴿هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ﴾ [الكهف:٧٨]

''لیجیے! میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔''

چنانچہ اس صبر نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا لب لباب نکالا کہ دیکھو! یہ صبر کا امتحان عوام الناس سے بھی لیا جاتا ہے اور خواص سے بھی لیا جاتا ہے۔ کئی مرتبہ عوام الناس پاس ہوجاتے ہیں اور خواص پاس نہیں ہو پاتے اور کئی مرتبہ خواص پاس ہوجاتے ہیں اور عوام الناس پاس نہیں ہو پاتے۔

اصل مقصد یہ بتانا تھا کہ عام ہو یا خاص ہو، میرا امتحان سب کے لیے ایک جیسا ہے، میرے بندو! تم سب بندے ہو اور میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا اگر تمہارے اوپر صبر کا امتحان آئے تو تم نے بندہ بن کے صبر کرنا ہے اور اگر شکر کا امتحان آئے تو تم نے میری تعریفیں کرنی ہیں، میری حمد بیان کرنی ہے، میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہے۔

سکندر ذوالقرنین کا واقعہ:

خواص میں سے دوسرا واقعہ سکندر ذوالقرنین کا واقعہ ہے، وہ بھی خواص میں سے

تھے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سکندر ذوالقرنین کو خواص میں کیوں شمار کیا گیا؟ وہ کوئی نبی تو نہیں تھے، جواب یہ ہے کہ وہ چونکہ وقت کے بادشاہ تھے... اللہ نے انہیں بڑا علم دیا تھا... بصیرت عطا فرمائی تھی... اور انہوں نے اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام کو نافذ کیا تھا۔ اور جو شخص وقت کا بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ زمین میں اقامت دین کا کام بھی کرے تو وہ اللہ کا بڑا خاص بندہ ہوا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بڑا مقام عطا فرماتے ہیں۔ اسی لیے تو کہتے ہیں:

''وَالسُّلْطَانُ الْمُسْلِمُ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ.''

''اور مسلمان بادشاہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے۔''

اُن پر شکر کا امتحان آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی تھی، فَاَتْبَعَ سَبَبًا، یعنی جس چیز کی ان کو ضرورت ہوتی تھی اللہ تعالیٰ وہ چیز مہیا کر دیتے تھے۔ اور جب انہیں اللہ تعالیٰ نے اتنی نعمتیں عطا فرمائیں تو انہوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حالانکہ ایسی صورتحال میں انسان کا نفس اُسے غرور اور تکبر پر اُبھارتا ہے، مگر اُنہوں نے اپنے اندر غرور پیدا نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں، سب کام کرنے والا میرا اللہ ہے اور مجھے اللہ کی فرمانبرداری کرنی ہے۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا واقعہ بھی قرآن مجید میں ذکر فرما دیا۔

سکندر ذوالقرنین، شکر کے امتحان میں کامیاب ہوئے، کیونکہ انہوں نے اللہ کی عظمت کو بیان کیا اور لوگوں کے لیے ایک دیوار بنادی اور اس پر ان سے کوئی اجرت بھی نہ مانگی۔

سورۂ کہف کا شانِ نزول

نبی ﷺ نے جب دین کی دعوت کا آغاز فرمایا تو مکہ مکرمہ کے مشرکین آپ ﷺ کی مخالفت پر اتر آئے۔ جو رشتہ دار تھے وہ مخالف ہو گئے، جو دوست تھے وہ دشمن بن گئے اور طرح طرح سے نبی علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے کی کوششیں کرنے لگے۔ جب یہ سلسلہ کافی طویل ہو گیا اور مشرکین کو اپنی سازشیں کامیاب ہوتی نہ دکھائی دیں تو انہوں نے سوچا کہ ہم ان کو کوئی ایسی بات کریں کہ جس سے واضح ہو جائے کہ یہ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔

چنانچہ انہوں نے یہود کے پاس نضر بن حارث اور عقبہ بن اُبی معیط کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ بھیجا کہ آپ لوگ ہماری مدد کریں کہ ہم ان سے کون سا سوال پوچھیں کہ یہ لاجواب ہو کر کہہ دیں کہ مَیں اللہ کا رسول نہیں ہوں۔ چونکہ یہودی علماء تھے، ان کے پاس تورات کا علم تھا، اس لیے انہوں نے بڑے غور وخوض کے بعد ان کو تین سوال بتائے اور کہا: ''سَلُوْهُ عَنْ ثَلَاثٍ'' کہ ان سے تین باتیں پوچھیں:

''سَلُوْهُ عَنْ فِتْيَةٍ ذَهَبُوْا فِي الدَّهْرِ الْأَوَّلِ، مَا كَانَ أَمْرُهُمْ؟ فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لَهُمْ

پہلا سوال یہ پوچھیں کہ وہ کون سے نوجوان تھے، جنہوں نے غار کے اندر پناہ لی تھی؟ ان کا واقعہ کیا ہے اور اس کی تفصیلات کیا ہیں؟

مشرکین کو تو اس واقعہ کا علم ہی نہیں تھا۔ پہلی کتابوں میں اس کا تذکرہ تھا جو یہودیوں کو معلوم تھا۔

''سَلُوْهُ عَنْ رَجُلٍ طَوَّافٍ قَدْ بَلَغَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا، مَا كَانَ نَبَؤُهُ؟''

دوسرا سوال یہ پوچھیں کہ وہ بادشاہ کون تھا، جس نے مشرق سے مغرب تک کا سفر کیا اور پھر اس نے دیوار بھی بنائی؟

''سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ، مَا هِيَ؟''

تیسرا سوال یہ کہ آپ ان سے پوچھیں کہ روح کیا چیز ہے؟

جب یہ دونوں بندے واپس مکہ مکرمہ پہنچے تو مشرکین بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہم ان (محمد ﷺ) سے ایسے سوالات پوچھیں گے جن کا جواب یہ دے نہیں سکیں گے اور حق واضح ہو جائے گا۔

واقعی یہ ایسے سوالات تھے جن کا جواب اللہ کے پیغمبر کے سوا کوئی دوسرا بندہ نہیں دے سکتا تھا۔ یہی تو وجہ ہے کہ یہودیوں نے ان سے کہہ دیا تھا:

''فَإِنْ أَخْبَرَكُمْ عَنْهَا فَهُوَ نَبِيٌّ، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَالرَّجُلُ مُتَقَوِّلٌ''

اگر انہوں نے ان سوالات کے صحیح صحیح جواب دے دیئے تو پھر وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اگر جواب نہ دے سکیں تو پھر یہ شخص جھوٹا ہے۔

چنانچہ مشرکین نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے وہ تین سوالات

پوچھے۔ نبی ﷺ نے وعدہ فرمالیا:

"أخبركم بما سألتم عنه غدًا ولم يستثنِ"

میں ان کا جواب دے دوں گا۔ مگر اللہ کے محبوب ﷺ نے "ان شاء اللہ" کا لفظ ساتھ نہ کہا۔ دل میں گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں گے، جبرئیل علیہ السلام اس کا جواب لے کر آئیں گے اور میں ان کو بتا دوں گا۔

"فَمَكَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْمَا يَزْعُمُوْنَ خَمْسَ عَشَرَةَ لَيْلَةً، لَا يُحْدِثُ اللهُ إِلَيْهِ فِيْ ذٰلِكَ وَحْيًا وَلَا يَأْتِيْهِ جِبْرِيْلُ، حَتّٰى أَرْجَفَ أَهْلُ مَكَّةَ."

اب انتظار کرتے کرتے پندرہ دن گزر گئے، مگر وحی نہ اُتری۔ مشرکینِ مکہ تو مذاق اُڑانے میں لگے ہوئے تھے اور اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے دل پہ جو بیت رہی تھی وہ نبی علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ پندرہ دن کے بعد پھر اللہ رب العزت نے "سورۂ کہف" نازل فرمائی۔

پہلا سوال جو روح کے متعلق تھا، اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں دے دیا اور باقی دو سوالوں کا جواب اس سورت میں دیا گیا۔

[تفسیر قرطبی: ۱۰/ ۳۰۲، ۳۰۳]
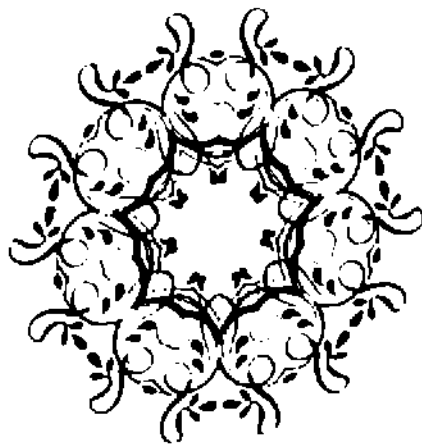
سورۂ کہف کے فضائل

بعض سورتوں کے خاص خاص فضائل احادیثِ مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں، جیسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرۃ، سورۂ آلِ عمران، سورۃ الکہف، سورۃ الملک، سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص اور معوذتین۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں سورۂ کہف کے کیا فضائل بیان کیے گئے ہیں؟

[1]..... حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: ''يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنِّي كُنْتُ أَقْرَأُ الْبَارِحَةَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فَجَاءَ شَيْءٌ حَتّٰى غَطّٰى فِيَّ'' (یارسول اللہ! گذشتہ رات میں سورۂ کہف پڑھ رہا تھا کہ ایک چیز آئی اور اُس نے میرا منہ ڈھانک دیا)، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مَهْ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ جَاءَتْ حَتّٰى تَسْمَعَ الْقُرْآنَ'' [الدرالمنثور:۹/۴۷۴] (ٹھہر جا، یہ سکینہ تھی جو قرآن [کی تلاوت] سننے آئی تھی)۔

تو دیکھیے! سورۂ کہف کی تلاوت سننے کے لیے اللہ کے فرشتے آسمانوں سے زمین پر اُتر پڑے۔

2 حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من قرأ العشر الأواخر من سورة الكهف فإنه عصمة له من الدجال'' [الدر المنثور:۹/۴۷۵] (جس شخص نے سورۂ کہف کی آخری دس آیات پڑھیں تو وہ اس کے لیے دجال سے بچاؤ کا باعث ہوں گی)۔

3 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ قَرَأَ الْكَهْفَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَهُوَ مَعْصُومٌ إِلَى ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ فِتْنَةٍ تَكُوْنُ وَإِنْ خَرَجَ الدَّجَّالُ عُصِمَ مِنْهُ'' [الدر المنثور:۹/۴۷۵] (جس شخص نے جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھی تو وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اگر دجال نکل آیا تو اس سے بھی محفوظ رہے گا)۔

4 حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ'' [سنن ابی داود، رقم:۴۳۲۳] (جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات کو یاد کرلیا، وہ دجال کے فتنے سے بچ گیا)۔

5 ...... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''مَنْ قَرَأَ أَوَّلَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ وَآخِرَهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا مِنْ قَدَمِهِ إِلَى رَأْسِهِ وَمَنْ قَرَأَهَا كُلَّهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ'' [مسند احمد بن حنبل، رقم:۱۵۶۲۶] (جس شخص نے سورۂ کہف شروع سے اور آخر سے تلاوت کی، اس کے لیے پاؤں سے لے کر سر تک نور ہوگا۔ اور جس نے پوری سورۂ کہف کی تلاوت کی تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ زمین سے لے کر آسمان تک نور پیدا فرمادیں گے)۔

6 ...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ قَرَأَ مِنْ

ۃ الکہف عشر آیاتٍ عند منامہٖ عُصِمَ مِنْ فتنۃِ الدَّجّالِ'' [الدرالمنثور:۹/۴۷۵]
ں شخص نے سونے سے پہلے سورۂ کہف میں سے دس آیات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کو
ل کے فتنے سے محفوظ فرمادیں گے)۔

...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''سُوْرَۃُ
ہف تُدْعَی فِي التَّوْرَاۃِ الْحَائِلَۃُ تَحُوْلُ بَیْنَ قَارِئِھَا وَ بَیْنَ النَّارِ'' [الدرالمنثور:۹/۴۷۸]
ورۃ کہف کو تورات میں ''حائلہ'' کہا جاتا ہے جو اس کے پڑھنے والے اور آگ کے
یان حائل ہوگی)۔

...... حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اَلْبَیْتُ
یْ تُقْرَأُ فِیْہِ سُوْرَۃُ الْکَھْفِ لَا یَدْخُلُہٗ شَیْطَانٌ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ'' [الدرالمنثور:۹/۴۷۸]
ہ گھر جس میں سورۂ کہف کی تلاوت کی جاتی ہے، اس رات شیطان اس گھر میں داخل
ں ہوسکتا)۔

یعنی جو بندہ رات کو سورۂ کہف تلاوت کرلے گا اس کے گھر کے اندر رات کو شیطان
ل نہیں ہوسکتا۔

آپ اندازہ لگایئے کہ اس سورت کی کتنی عظمت ہے کہ جس گھر میں رات کو پڑھی
ئے، اس گھر میں شیطان رات کو داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ تو بھئی! اگر دن میں پڑھی
ئے گی تو دن میں بھی داخل نہیں ہوسکے گا۔ اور جس گھر کے لوگ پڑھیں گے وہ فتنۂ
ل سے محفوظ رہیں گے۔

...... حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے
ے میں فرمایا: ''فَمَنْ أَدْرَکَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْہِ فَوَاتِحَ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ، فَإِنَّھَا

[... رقم: [illegible]] (تم میں سے جو شخص دجال کو پائے، اسے چاہیے کہ وہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے، اس لیے کہ یہ دجال کے فتنے سے پناہ دینے والی سورت ہے)۔

اس سورت کو جمعہ کے دن پڑھنا اور بھی زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، أَضَاءَ لَهٗ مِنَ النُّوْرِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ [الدر المنثور: ۹/ ۴۷۶] (جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک ایک نور روشن فرما دیں گے)۔

ہمیں چاہیے کہ جمعہ کے دن بھی سورۂ کہف کی تلاوت کیا کریں اور اس کو یاد کرکے پڑھنے کی کوشش کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان سے بھی بچائے اور دجال کے فتنے سے بھی محفوظ فرمائے۔

سورۂ کہف ...... فتنوں کے لیے ڈھال:

سورۂ کہف مختلف فتنوں کے لیے ایک ڈھال ہے۔ چاہے وہ فتنہ بادشاہ کی طرف سے ہو، گھر بار کی طرف سے ہو، مال و دولت کی وجہ سے ہو، ابلیس کی وجہ سے ہو، کبرِ علم کی وجہ سے ہو، یاجوج ماجوج کا فتنہ ہو یا نفس پرستی کا فتنہ ہو۔ یہ سورت مبارکہ ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ اس گھٹیا اور فانی دنیا کی حقیقت کو پہچان لو، اپنی توانائیوں کا رُخ آخرت کی طرف کرلو، ''صحبتِ صالح ترا صالح کند'' کے مصداق بن جاؤ، علم نافع کے حصول میں ایک پُرجوش طالب علم بن کر رہو، عباداتِ الٰہی کو زادِ راہ بناؤ، صبر و استقامت کو اپنا زیور بناؤ اور مکارمِ اخلاق کو مشعلِ راہ بناؤ۔

سورۂ اسراء کے ساتھ ربط:

[1] ...... سورۂ اسراء کی ابتدا میں تسبیحِ باری تعالیٰ کا بیان ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى

بِعَبْدِہٖ﴾ [الاسراء:۱] اور سورۂ کہف کی ابتدا میں حمدِ باری تعالیٰ ہے۔ تسبیح کہتے ہیں: "تَنْزِیْهُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَنْ کُلِّ نَقْصٍ وَّعَیْبٍ" کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ اور حمد کا معنی ہے: "إِثْبَاتُ لِصِفَاتِ الْکَمَالِ" (اللہ تعالیٰ کے لیے اوصافِ کمال کا ثابت کرنا)۔ تسبیح میں عیب کی نفی اور حمد میں کمال کا اثبات ہے اور نفی، اِثبات پر مقدم ہوتی ہے۔ اس کو ہمارے مشائخ "اَلتَّخْلِیَةُ قَبْلَ التَّحْلِیَةِ" کہتے ہیں۔ یعنی پہلے اپنے آپ کو عیوب سے پاک کرنا اور پھر نیک اعمال سے مزین کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ اسراء کو "سُبْحٰنَ" کے لفظ سے، جبکہ سورۂ کہف کو "اَلْحَمْدُ" کے لفظ سے شروع فرمایا۔ اس لیے کہ "سُبْحٰن" اور "اَلْحَمْدُ" کا ایک جوڑ ہے، جیسا کہ بخاری شریف کی آخری روایت میں ہے: "کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ إِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِي الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ" [صحیح بخاری، حدیث: ۷۵۶۳] دیکھیں! یہاں پہلے تسبیح آئی اور پھر تحمید آئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی وہی ترتیب رکھی۔

[2] ...... سورۂ اسراء کی ابتدا میں معراج کے ایک عجیب وغریب سفر کا ذکر ہے اور اس سورت میں بھی اصحابِ کہف، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سکندر اعظم ذوالقرنین کے اسفارِ عجیبہ کا ذکر ہے... اور اسی طرح سفر معراج زمین سے آسمانوں کی طرف ہوا اور سورۂ کہف میں حضرت آدم علیہ السلام کے سفر کا ذکر ہے جو آسمانوں سے زمین کی طرف ہوا۔ اور عرب والے کہتے ہیں: "تُعْرَفُ الْأَشْیَاءُ بِأَضْدَادِھَا" (چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں)۔

[3] ...... سورۂ اسراء کے آخر میں حمدِ باری تعالیٰ کا بیان ہے۔ فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾

[الاسراء:۱۱۱] اور سورۂ کہف کی ابتدا میں فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ [الکہف:۱]

4...... سورۂ اسراء کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی ہے۔ فرمایا: ﴿الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ [الاسراء:۱۱۱] (جو نہیں رکھتا اولاد)۔ اور سورۂ کہف کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کرنے والوں کے لیے وعید ہے۔ فرمایا: ﴿وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝﴾ [الکہف ۴،۵] (اور ڈر سناوے ان کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد۔ کچھ خبر نہیں ان کو اس بات کی اور نہ ان کے باپ دادوں کو، کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے، سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں)۔

5...... سورۂ بنی اسرائیل میں اسلامی معاشرے اور عادلانہ اسلامی ریاست کی اساسات کا ذکر تھا۔ یہاں سورۂ کہف میں اس راستے کی کٹھن منزلوں اور ایک عادل بادشاہ ذوالقرنین کا تذکرہ ہے۔ عادلانہ معاشرہ اور عادلانہ ریاست اس وقت قائم ہوسکتی ہے جب فداکاروں کی ایسی جماعت وجود میں آجائے جو توحید اور ملاقاتِ رب تعالیٰ پر کامل یقین رکھتی ہو اور زندگی کے ہر امتحان میں اپنے حسنِ عمل سے کامیاب ہوسکتی ہو۔

سورت کی ابتدا اور اختتام میں ربط:

6...... ابتداءِ سورت میں نعمتِ قرآن مجید کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ جبکہ آخر میں آیاتِ الٰہیہ کے عجائبات کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝﴾ [الکہف:۱۰۹] (تو کہہ! اگر دریا سیاہی ہو کر لکھے میرے رب کی باتیں، بے شک دریا خرچ ہو چکے ابھی نہ پوری ہوں میرے رب کی باتیں اور اگرچہ دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی

مدد کو)۔

...ابتدائی آیات میں قرآن مجید کی خصوصیات اور مقاصد کا بیان ہے اور سورت [illegible]خر میں اس کی خصوصیات اور مقاصد کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ نبی علیہ السلام پر وحی کیا [illegible]ہے، جبکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ آپ نے کسی مدرسے میں بیٹھ کر [illegible]نا، نہ آپ کا کوئی استاد تھا جو آپ کو لکھنا پڑھنا سکھاتا، پھر بھی آپ کی زبان مبارک [illegible] ایسی فصیح و بلیغ کتاب کی آیات جاری ہوتی ہیں جو ایسی قوم کو اس کے مقابلے سے [illegible]ز کر دیتی ہیں کہ فصاحت بلاغت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ جن کی عورتیں بھی خطیبہ اور [illegible]عرہ ہوتی تھیں، جبکہ آپ بچپن سے یتیم ہوتے آرہے ہیں، جوانی تک بھیڑ بکریاں [illegible]انے سے فراغت نہیں پاتے تھے، لق ودق صحراؤں میں زندگی بسر ہو رہی تھی، تہذیب [illegible]فتہ قوموں سے کوسوں دور تھے، پڑھنے پڑھانے کا قطعاً انتظام نہ تھا، پھر بھی ایسا [illegible]عجزانہ کلام آپ پر وحی کیا جاتا ہے تو بانگِ دہل کہنا پڑے گا کہ یہ وہی کتاب ہے جس [illegible]یں کوئی کجی نہیں۔ ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ﴾ [الکہف:۱۱۰] (تو کہہ! میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔ حکم آتا ہے مجھ کو)۔

[3]...... سورت کی ابتدا میں مومنین صالحین کے لیے اجر حسن کا بیان ہے: ﴿وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾﴾ [الکہف:۲] (اور خوشخبری دے ایمان لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے)۔ اور سورت کے آخر میں بھی اسی اجرِ حسن کو کھولا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡہَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾﴾ [الکہف:۱۰۷،۱۰۸] (جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام، ان کے واسطے ہے ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی۔ رہا کریں ان میں نہ چاہیں

وہاں سے جگہ بدلنی)۔

4 ابتدائے سورت میں کفار کو عذابِ شدید سے ڈرایا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿لِّيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ﴾ [الکہف:۲] (تا کہ ڈر سنادے ایک سخت آفت کا اللہ کی طرف سے)۔ اور آخرِ سورت میں عذابِ شدید کو کھولا گیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۝ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝﴾ [الکہف:۱۰۰ تا ۱۰۲] (اور دکھلا دیں گے ہم دوزخ اس دن کافروں کو سامنے۔ جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور نہ سن سکتے تھے۔ اب کیا سمجھتے ہیں منکر کہ ٹھہرائیں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی۔ ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کو کافروں کی مہمانی)۔

5...... سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اُلوہیت کا ذکر کیا اور انتہا میں اپنی ربوبیت کا ذکر کیا۔ چنانچہ شروع میں فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ﴾ [الکہف:۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت کا ذکر ہے۔ جبکہ سورت کے آخر میں فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ﴾ [الکہف:۱۱۰] اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تذکرہ ہے۔

6...... سورت کی ابتدا میں حسنِ عمل کی ترغیب دی گئی ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ یہ دنیا تمہارے لیے ایک آزمائش ہے۔ ﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَي الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝﴾ [الکہف:۷] (ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق، تا کہ جانچیں لوگوں کو، کون ان میں اچھا کرتا ہے کام)۔ اور سورت کے آخر میں خسرانِ عمل پر زجر و توبیخ کی گئی

ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝﴾ [الکہف: ۱۰۳ تا ۱۰۶] (تو کہہ! کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارے میں ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش بھٹکتی رہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب بناتے ہیں کام۔ وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے۔ سو برباد گیا ان کا کیا ہوا، پھر نہ کھڑی کریں گے ہم ان کے واسطے قیامت کے دن تول۔ یہ بدلہ ان کا ہے دوزخ، اس پر کہ منکر ہوئے اور ٹھہرایا میری باتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا)۔

تو حسنِ عمل اور خسرانِ عمل ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دو متضاد چیزوں میں بھی باہم ربط ہوتا ہے، کیونکہ ''تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا'' چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔

آغازِ تفسیر

رکوع نمبر 1:
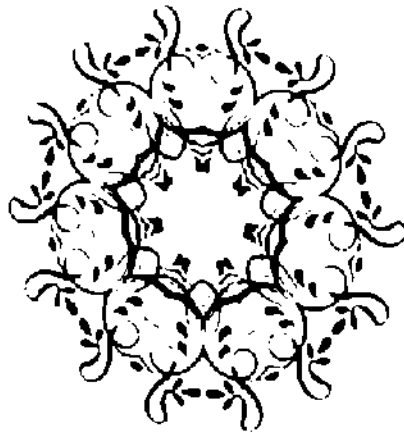
پہلے رکوع کے دو حصے ہیں:

پہلا حصہ [آیات 1 تا 8]:

اس حصے کا خلاصہ یہ ہے:

- ...... حمد و شکر کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ [آیت:۱]
- ...... رسالتِ خاتم النبیین کو ثابت کیا گیا ہے۔ [آیت:۱]
- ...... قرآن کی صداقت کا اعلان یہ ہے کہ

......اس میں کجی نہیں۔ [آیت:۱]

......سیدھی بات کہنے والی کتاب ہے۔ [آیت:۲]

......کفار کو وارننگ دینے والی کتاب ہے۔ [آیت:۲]

......شمع توحید کے پروانوں کو سرپرائز دینے والی کتاب ہے۔ [آیت:۲]

- ...... یہود، عیسائی اور مشرکین مکہ کے عقیدوں کی تردید کردی ہے۔ [آیت:۴،۵]
- ...... نبی علیہ السلام کے دعوت و تبلیغ کے درد کو بیان کیا ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے درد مند

ہیں۔[آیت:۶]

- زمین کی زینت کا مقصد آزمائش ہے۔[آیت:۷]
- قیامت کے دن، زینتِ ارضی کی بربادی کی منظر کشی کی گئی ہے۔[آیت:۸]

دوسرا حصہ [آیات 9 تا 12]:

اس حصے کا خلاصہ یہ ہے:

- صرف اصحابِ کہف کا قصہ ہی عجوبہ نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑے بڑے عجائب اس کارخانۂ کائنات میں موجود ہیں۔[آیت:۹]
- یہ دیوانے مستانے اللہ تعالیٰ ہی سے مناجات کرنے والے تھے۔[آیت:۱۰]
- نازک حالات میں ان کی تشویش کا علاج نیند سے کر دیا گیا۔[آیت:۱۱]

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝﴾

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی، اور اس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں رکھی۔ ایک سیدھی سیدھی کتاب جو اس نے اس لیے نازل کی ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف سے ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے اور جو مومن نیک عمل کرتے ہیں ان کو خوشخبری دے کہ ان کو بہترین اجر ملنے والا ہے۔

حمد و شکر کی تعلیم:

اَلْحَمْدُ

تمام خوبیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے افتتاح کی وجہ:

قرآن مجید کی کچھ ایسی سورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ''اَلْحَمْدُ'' کے لفظ سے شروع فرمایا۔ جیسے سورۂ فاتحہ، سورۂ فاطر، سورۂ کہف۔ ''اَلْحَمْدُ'' سے کیوں شروع فرمایا......؟ اصل مقصد کیا تھا......؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کو ''اَلْحَمْدُ'' سے اس لیے شروع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ میرے بندے میری حمد کا حق ادا کر ہی نہیں سکتے، اس لیے مجھے اپنی حمد خود بیان فرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود بیان فرمائی۔
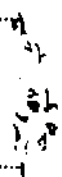
امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ:

[1] ......امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور بھی لگا دے تو بھی وہ اللہ کی حمد بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اتنے عظیم ہیں، اتنے عظیم ہیں کہ انسان اس کی عظمت کے مطابق اس کی تعریف کر ہی نہیں سکتا۔

[2] ......امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی بندہ کتنے خلوص سے عبادت کیوں نہ کرے، کتنی ہی یکسوئی اور توجہ کے ساتھ عبادت کیوں نہ کرے، پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کی عبادت نیچے رہ جاتی ہے، اللہ کی شان اس سے بھی بلند ہے... اس سے بھی بلند ہے... اور اس سے بھی بلند ہے۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ:

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد بیان کر ہی نہیں سکتے تو پھر حمد بیان کرنے پر ہمیں ثواب کیوں ملتا ہے؟ علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو سکول میں داخل کروائے اور شام کو بچہ گھر واپس آکر کہے: ابو! میں نے لکھنا سیکھا ہے، تو باپ کہتا ہے: بیٹا! مجھے اپنی تختی دکھاؤ، بیٹا تختی دکھاتا ہے، اس نے ٹیڑھی میڑھی لائنیں لگائی ہوتی ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہوتا، لیکن باپ، اس کی حوصلہ افزائی کے لیے، اس کا دل رکھنے کے لیے انعام کے طور پر اس کو آئسکریم لے کر دے دیتا ہے۔ یہ جو آئس کریم کا انعام ہے، یہ اس کی خوش خطی کا انعام نہیں ہے، بلکہ یہ اس کا دل رکھنے کے لیے اس پر شفقت کا اظہار ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو ہماری عبادتیں قبول کرتے ہیں، اس میں ہماری عبادتوں کی کوئی اچھائی نہیں ہوتی، بلکہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [البقرۃ:۱۴۳] (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رؤف اور رحیم ہے)، یہ اس کی رأفت اور رحمت کا تقاضا ہے کہ اپنے بندوں کی ٹوٹی پھوٹی عبادت پر بھی ان کو اجر عطا فرما دیتا ہے۔

نبی علیہ السلام کی انکساری:

ہم اللہ تعالیٰ کی کیا تعریف بیان کریں گے۔ انبیاء کے سردار، انبیاء کے امام، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی فرمادیا:

((أَللّٰهُمَّ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ.))

[صحیح مسلم، حدیث:۱۱۱۸]

''اے اللہ! میں آپ کی تعریفوں کا احاطہ نہیں کرسکتا، آپ ایسے ہیں جیسے آپ نے اپنی

تعریفیں خود بیان فرمائی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی تعریف اللہ خود ہی بیان فرما سکتا ہے، مخلوق میں سے کوئی اس کی تعریف کر ہی نہیں سکتا... اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک عام آدمی سے کوئی کہے کہ جی! آپ سپر کمپیوٹر کی تعریف کریں۔ آپ خود بتائیں کہ ایک عام آدمی سپر کمپیوٹر کی کیا تعریف کرے گا؟ وہ تو اس کے بارے میں جانتا ہی نہیں۔ ہم چونکہ اللہ کے بندے ہیں اور ہمیں اس کی عظمتوں کی حقیقت کا علم ہی نہیں ہے، اس لیے ہم اس کی تعریف کر ہی نہیں سکتے۔ جتنی بھی تعریفیں کریں گے، وہ سب نیچے رہ جائیں گی، اللہ کی شان اس سے بھی بڑی ہے... اس سے بھی بڑی ہے... اور اس سے بھی بڑی ہے۔

میزانِ اعمال کی وسعت:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''يُوضَعُ الْمِيزَانُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَوْ وُزِنَ فِيهِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ لَوَسِعَتْ''

قیامت کے دن ترازو کو رکھا جائے گا، (وہ ترازو اتنا بڑا ہوگا کہ) اگر اس میں آسمان وزمین کا بھی وزن کیا جائے تو سما جائیں۔

فرشتے عرض کریں گے:

''يَا رَبِّ! لِمَنْ يَزِنُ هٰذَا؟''

اے ہمارے رب! اس میں آپ کس کا وزن کریں گے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''لِمَنْ شِئْتُ مِنْ خَلْقِي''

اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا۔

فرشتے عرض کریں گے:

"سُبحانَكَ ما عبدناكَ حَقَّ عِبادتِكَ." [مستدرک الحاکم، رقم:۸۷۳۹]

تیری ذات پاک ہے! جیسا تیری عبادت کا حق تھا، وہ ہم سے ادا نہیں ہوا۔

فرشتوں کا عجز:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"خَوِّفْنا يا كَعْبُ!"

اے کعب! ہمارے اندر خوف پیدا کرو۔

انہوں نے فرمایا:

"وَاللهِ! إِنَّ لِلّٰهِ لَمَلَائِكَةً قِيَامًا مُنْذُ يَوْمِ خَلَقَهُمْ مَا ثَنَوْا أَصْلَابَهُمْ"

اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں، جو اپنی پیدائش کے دن سے ہی قیام کی حالت میں ہیں انہوں نے اپنی پشت کبھی نہیں جھکائی۔

"وَآخَرِيْنَ رُكُوْعًا مَا رَفَعُوا أَصْلَابَهُمْ"

بعض فرشتے رکوع کی حالت میں ہیں، انہوں نے اپنی پشت کبھی (رکوع سے) اُٹھائی ہی نہیں۔

"وَآخَرِيْنَ سُجُوْدًا مَا رَفَعُوْا رُءُوْسَهُمْ"

اور بعض ایسے ہیں جو مستقل طور پر سجدے کی حالت میں ہیں، انہوں نے کبھی اپنا سر سجدے سے نہیں اُٹھایا۔

"حَتّٰى يَنْفُخَ فِي الصُّوْرِ النَّفْخَةَ الْآخِرَةَ فَيَقُوْلُوْنَ جَمِيْعًا"

جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس وقت وہ سارے فرشتے کہیں گے۔

''سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، مَا عَبَدْنَاكَ كَمَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تُعْبَدَ.'' [حلیۃ الاولیاء: ۵/ ۲۶۸]

اے اللہ! تیری ذات پاک ہے، ہم تیری ہی حمد بیان کرتے ہیں، جیسے آپ کی عبادت کرنے کا حق تھا، ہم ویسی عبادت نہیں کر سکے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

قرآن مجید نبی علیہ السلام کے لیے بھی ایک نعمت ہے اور آپ کی اُمت مرحومہ کے لیے بھی۔ نبی علیہ السلام کے لیے نعمت اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کتاب کے ذریعے علومِ توحید کے جام پہ جام پلائے گئے، اسرارِ عجیبہ منکشف ہوئے، فرشتوں، انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے حالات سامنے آئے، عالم سفلی وعلوی کے احوال سے باخبر ہوئے۔ اور ہمارے لیے نعمت ہے کہ اس قرآن مجید نے ہمارے سامنے احکامِ شرعی، وعدے، وعیدیں، ثواب وعذاب کو کھول کھول کے بیان کیا اور ہمیں پُر خطر راستے کے نشیب وفراز سے آگاہ کیا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام پر بھی اور ہم سب پر واجب ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں۔ اس لیے سورت کی ابتدا حمد سے کی۔

[تفسیر کبیر: ۲۱/ ۶۳]

مستحقِ حمد وشکر کا بیان:

لِلّٰهِ

اللہ رب العزت نے جب سورۂ کہف کو شروع کیا تو اپنی اُلوہیت کا ذکر کیا ہے کہ الٰہ کون ہے؟ فقط اللہ کی ذات ہے۔ عبادت کے لائق کون ہے؟ اللہ کی ذات ہے۔ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' (نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے)۔ اور جب اس سورت کو ختم کیا تو اپنی ربوبیت کا ذکر کیا ہے کہ رب کون ہے؟ اللہ کی ذات ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ

يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ [الکہف: ۱۱۰] (سو پھر جس کو اُمید ہو ملنے کی اپنے رب سے)۔

لفظ اللہ کی لغوی تحقیق:

لفظ "اللہ" اہلِ لغت کے ہاں واجب الوجود ذات کا نام ہے۔ پھر اس بات میں اختلاف ہے کہ اس کی اصل کیا ہے؟

چنانچہ اس سلسلے میں 20 اقوال ہیں، جن میں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی اصل "إِلٰہ بمعنی مَأْلُوہ یعنی مَعْبُوْد" ہے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں (نماز پڑھانے والے کے لیے) "إِمَام" کا لفظ بولتے ہیں، اس لیے کہ اس کی اقتداء کی جاتی ہے۔

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف:

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَللّٰہُ: هُوَ اِسْمُ الذَّاتِ الْمُشْتَمِلَةِ بِالصِّفَاتِ الْجَلَالِيَّةِ وَالْجَمَالِيَّةِ."

"لفظ "اللہ" اس ذات کا نام ہے جو صفاتِ جلالیہ اور جمالیہ دونوں کی جامع ہے۔"

شیخ احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف:

شیخ احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أَنَّهُ الْاِسْمُ الَّذِیْ إِذَا رُفِعَ مِنَ الْأَرْضِ قَامَتِ السَّاعَةُ."

"یہ ایسا نام ہے کہ جب یہ زمین سے اُٹھ جائے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔"

شیخ محمد بہاؤ الدین البیطار رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

شیخ محمد بہاؤ الدین البیطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَللّٰہُ هُوَ الِاسْمُ الْأَعْظَمُ."

''لفظ اللہ اسمِ اعظم ہے۔''

[تفصیل کے لیے دیکھیے: [illegible] ۱: ۸۰، ۱۴۴۳/ ۲]

امام مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

اسی طرح لغت کے زبردست امام مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''أَصَحُّهَا أَنَّهٗ عَلَمٌ غَيْرُ مُشْتَقٍّ.'' [القاموس المحیط: باب الھاء، فصل الھمزۃ صفحہ ۲۵۰]

''صحیح ترین قول کے مطابق یہ علم ہے اور غیر مشتق ہے۔''

یہ اکثر فقہاء اور اصولیین کا قول ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، خطابی رحمۃ اللہ علیہ، امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ، رازی رحمۃ اللہ علیہ، خلیل رحمۃ اللہ علیہ، سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ اور احناف رحمہم اللہ۔

[بصائر ذوی التمییز: ۲/ ۱۳]

شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''أَنَّ الْأَلِفَ آلَآءُ اللّٰهِ، وَاللَّامُ لُطْفُ اللّٰهِ، وَاللَّامُ الثَّانِي لِقَاءُ اللّٰهِ، وَالْهَاءُ تَنْبِيهٌ، كَأَنَّهٗ يَقُوْلُ: بِآلَاءِ اللّٰهِ وَلُطْفِهٖ وَصَلَ مَنْ وَّصَلَ إِلٰى لِقَاءِ اللّٰهِ.''

لفظ ''اللہ'' میں ''الف'' سے ''اللہ کی نعمتیں''...... ''پہلے لام'' سے ''اللہ کا لطف''...... ''دوسرے لام'' سے ''اللہ کی ملاقات'' مراد ہے اور ''ھاء'' تنبیہ کے لیے ہے۔ اب اس کا مفہوم یوں بنے گا: ''جس شخص کو بھی اللہ کا وصل نصیب ہوا، وہ اللہ کی عطا اور اس کے لطف (وکرم) سے ہی واصل باللہ ہوا ہے۔''

شیخ عبد الکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

شیخ عبد الکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اسمُ اللّٰہ: غیرُ مُشتقٍ، اُسمّی الخالقُ بہٖ قبلَ خلقِ المُشتقِ والمُشتقِ منہُ.''

''اسم ''اللّٰہ'' غیر مشتق ہے، اس لیے کہ مشتق اور مشتق منہ کے وجود میں آنے سے پہلے یہ لفظ وجود میں آچکا تھا۔''

مزید فرماتے ہیں:

یہ نام ''پانچ حرفی'' ہے، اس لیے کہ ''ھاء'' سے پہلے جو ''الف'' ہے وہ الفاظ میں بولا جاتا ہے۔ چنانچہ......:

۞...... ''پہلا الف'' اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ترجمانی کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ [القصص:۸۸] (ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اس ذات کے)۔

۞......اس نام کا دوسرا حرف ''پہلا لام'' ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ جلال کی طرف اشارہ ہے۔

۞......تیسرا حرف ''دوسرا لام'' ہے جو جمالِ باری تعالیٰ کا ترجمان ہے۔

۞......اس نام کا چوتھا حرف ''وہ الف ہے جو کتابت میں نہیں آتا لیکن اس کا تلفظ کیا جاتا ہے''، یہ اللہ تعالیٰ کے کمال پر دلالت کرتا ہے۔

۞...... پانچواں حرف ''ھاء'' ہے جو ھَوِیَّۃُ الحق (عظمتِ باری تعالیٰ کی گہرائی) کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

[تفصیل کے لیے دیکھیے، موسوعۃ الکسنزان: ۱/ ۳۰۸ تا ۳۲۸]

لفظ اللّٰہ کے بارے میں تحقیق:

لفظ ''اللّٰہ'' کے بارے میں علمائے کرام کے تقریباً 30 اقوال ہیں۔ جن میں سے کچھ

پیش کیے جاتے ہیں:

1 بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے اور سریانی زبان میں اس کی اصل "لاھا" تھی، "الف" کو حذف کر کے شروع میں "الف لام" لگا دیا گیا تو "اللّٰہ" ہو گیا۔

2 ...... جمہور علماء کے نزدیک یہ عربی لفظ ہے، پھر ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ علَم نہیں، بلکہ صفت ہے۔

3 ...... اکثر فقہاء اور اصولیین کے نزدیک یہ علَم غیر مشتق ہے۔ جیسا کہ پہلے تفصیلاً گزر چکا ہے۔

لفظ "اللّٰہ" کے اشتقاق میں 11 قول:

بعض حضرات کے نزدیک یہ مشتق ہے۔ پھر ان حضرات کے مابین اس کے مادہ کے متعلق اختلاف ہے، جس کی کچھ تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1 ...... پہلا قول یہ ہے کہ لفظ "اللّٰہ" کا مادہ (ل ی ھ) ہے، لَاہَ یَلِیْہِ سے ہے، بمعنی اِرْتَفَعَ بلند ہونا۔ اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مخلوق کی مشابہت سے بلند و بالا ہے۔

2 ...... دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مادہ (ل و ھ) ہے، لَاہَ یَلُوْہُ سے ہے، بمعنی اِحْتَجَبَ چھپ جانا۔ اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی ذات عقل و آنکھ سے مستور ہے۔

... تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا مادہ (ل و ھ) ہے، لَاہَ یَلُوْہُ سے ہے، بمعنی اِضْطَرَبَ پریشان ہونا، اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ عقل و فہم اس کی ذات و صفات کی معرفت کے حصول میں پریشان ہیں۔

4 ...... چوتھا قول یہ ہے کہ یہ "لَاہَ الْبَرْقُ یَلُوْہُ" سے ہے، یعنی بجلی کا چمکنا، روشن ہونا۔ اور

"اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ دل، اس کے ذکر و معرفت سے روشن ہوتے ہیں۔

5 پانچواں قول یہ ہے کہ یہ "لَاہَ یَلُوْہُ" سے ہے، بمعنی خَلَقَ پیدا کرنا۔ اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ اس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔

6 ...... چھٹا قول یہ ہے کہ اس کا مادہ (أ ل ہ) ہے، أَلِہَ إِلَیْہِ یَأْلَہُ سے ہے۔ بمعنی ڈر کر کسی کی پناہ یا سہارا لینا۔ اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ تمام اہم معاملات میں اللہ کی ذات ہی کی پناہ لی جاتی ہے اور اسی کا سہارا لیا جاتا ہے۔

7 ...... ساتواں قول یہ ہے کہ یہ "أَلِہَ" بمعنی "سَکَنَ" سے ہے جس کا معنی ہے: کسی کے پاس راحت محسوس کرنا۔ اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ قلوب و عقول، اللہ کے ہاں راحت پاتے ہیں۔

8 ...... آٹھواں قول یہ ہے کہ یہ "أَلِہَ یَأْلَہُ" سے ہے، بمعنی حیران ہونا۔ اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ عقلیں، عظمتِ الٰہی اور عزتِ خداوندی میں حیران ہیں۔

9 ...... نواں قول یہ ہے کہ یہ "أَلِہَ الفَصِیْلُ" سے ہے، یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹنی یا گائے کا بچہ اپنی ماں کا دیوانہ ہو جائے۔ اور "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ کے حقیقی بندے ہر حال میں اللہ کے دیوانے ہوتے ہیں اور ہر حال میں بارگاہِ الٰہی میں عجز و انکساری کے ساتھ گڑگڑاتے ہیں۔

10 ...... دسواں قول یہ ہے کہ یہ "أَلَہَ یَأْلُہُ" سے ہے، بمعنی عَبَدَ عبادت کرنا۔ "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ وہی مستحقِ عبادت اور معبودِ برحق ہے۔

11 ...... گیارہواں قول یہ ہے کہ یہ "وَلِہَ" سے ہے، بمعنی طَرِبَ (وجد میں آنا)۔ "اللہ" کو "اللہ" اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذکر کے وقت انسانوں کی عقلیں اور ان کے دل

وجد میں آجاتے ہیں۔

| تفصیل کے لیے دیکھیے: بصائر ذوی التمیز: ۲/ ۱۲ تا ۱۴ |

حقانیتِ رسالت کا بیان: (۱)

الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ

جس نے اُتاری اپنے بندہ پر

ایک نکتہ یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے شروع میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کا تذکرہ کیا، مگر ان کی عبدیت کا تذکرہ کیا اور آخر میں جہاں اللہ نے اپنی ربوبیت کا تذکرہ کیا، وہاں پر اپنے محبوب ﷺ کی بشریت کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ﴾ [الکہف:۱۱۰] (کہہ دو کہ میں تو تمہی جیسا ایک انسان ہوں)۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ: (۱)

''عَبۡدِهٖ'' میں اضافتِ تشریفی ہے کہ ''میرا خاص بندہ'' تو اللہ تعالیٰ کا بندے کی نسبت اپنی طرف کرنا بہت بڑا اعزاز ہے۔ اسے ''اضافتِ تشریفی'' کہتے ہیں۔

فوائد السلوک: (۱)

۞...... یاد رکھیں! انسان کے لیے سب سے بڑا مقام جو وہ دنیا میں پا سکتا ہے، وہ ''مقامِ عبدیت'' ہے، اسی لیے انسان ذکر کرتا ہے، تاکہ اسے اللہ کی محبت نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی چیز ہے جو اس کے دل سے ماسوا کی محبت کو ختم کر دیتی

ہے، دنیا کی محبت کو مٹا دیتی ہے اور دل اللہ کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ اب صرف اللہ کی محبت کا ہونا ہی مقصود نہیں ہے، بلکہ اس سے ایک قدم آگے ہے۔ وہ کیا؟ جب یہ محبت دل میں آتی ہے اور بڑھ جاتی ہے تو پھر انسان اپنے محبوب کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اسے محبت کی وجہ سے اپنے محبوب کو راضی کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ ماں بیٹے کو خوش کرتی ہے، بیٹا والدین کو خوش کرتا ہے۔ محب ہمیشہ صرف اپنے محبوب سے محبت ہی نہیں کرتا، بلکہ اپنے محبوب کو راضی کرنے کی فکر میں لگا ہوتا ہے۔ جب بندے کے دل میں اللہ کی محبت آ گئی تو اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ میں اپنے اللہ کو راضی کرلوں۔ چنانچہ اس کے دل میں رضا کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور بندہ مقامِ رضا حاصل کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ پھر جس بندے کو رضا حاصل کرنے کی فکر لگ جاتی ہے وہ بہت ہی خوش نصیب ہوتا ہے۔ رضا کیا چیز ہے؟ رضا یہ ہے کہ انسان اللہ کی تقدیر پر راضی رہے۔ اگر اللہ اس پر کشادگی کے حالات بھیجے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر اس پر مشکل حالات بھیجے تو وہ صبر کرے۔ اس کو کہتے ہیں، اللہ کی رضا پہ راضی رہنا۔ یعنی بندہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ.)) [الجامع الصغیر، حدیث:۱۵۰۶]

''میں اللہ سے ہر حال میں راضی ہوں۔''

تو بندہ اپنے رب سے ہر حال میں راضی ہوتا ہے۔ خوشی میں بھی راضی ہوتا ہے اور غم میں بھی راضی ہوتا ہے۔ یہ ''مقامِ رضا'' کہلاتا ہے۔ یہ وہ بڑا مقام ہے جو بندے کو دنیا میں حاصل ہو سکتا ہے۔ جس شخص کو یہ مقام حاصل ہو جائے، وہ صحیح معنوں میں ''اللہ کا بندہ'' کہلاتا ہے، اس کو ''مقامِ عبدیت'' نصیب ہوتا ہے، اور یہ بندے کی معراج ہے،

جو اس کو دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ رب العزت نے جب اپنے حبیب ﷺ کے سفرِ معراج کا تذکرہ کیا تو یہی لفظ ''عبد'' استعمال فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾ [الاسراء:1] (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی)۔

۞..... ''عبد'' اور ''کتاب'' کو اکٹھے ذکر کیا گیا ہے جس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ قرآن مجید ہی انسان کو ''مقامِ عبدیت'' عطا کرتا ہے۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ ''مقامِ عبدیت'' کے مشابہ کوئی مقام نہیں اور حضور ﷺ اس کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

۞..... سالک کو چاہیے کہ وہ ''مقامِ عبدیت'' کے حصول میں سالک بن جائے، اس مقام کے حصول کے لیے اپنے تن، مَن دھن کی بازی لگادے اور اس کو اپنی مراد بنالے۔ آج علماء کی کمی نہیں، مفتیانِ کرام کی کمی نہیں، صوفیاء کی کمی نہیں، مبلغین کی کمی نہیں، کمی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے ''حقیقی بندوں'' کی کمی ہے جو لاکھوں میں تو نہیں، کروڑوں میں تلاش کرنے پڑتے ہیں۔

مالک تو سب کا ایک، مالک کا کوئی ایک:

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بازار میں سے گزر رہا تھا کہ ایک مجذوب سے ملاقات ہوگئی، مجھے فرمایا: احمد علی! انسان کہاں رہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضرت! یہ سامنے بازار میں رہتے ہیں۔ کہنے لگے ادھر دیکھو! کیا یہ انسان ہیں؟ اس دوران مجذوب نے ایسا تصرف فرمایا کہ جب میں نے دیکھا تو مجھے بازار میں مختلف قسم کے جانور نظر آنے لگے، کہیں کتے، کہیں بلیاں اور کہیں خنزیر۔ یعنی یہ

دیکھ کر بیہوش ہوگیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو وہ مجذوب جا چکے تھے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اکثر یہ واقعہ اپنے درس میں بیان فرماتے رہتے تھے اور آخر میں ایک بڑا پیارا شعر سناتے تھے۔

مالک تو سب کا ایک ، مالک کا کوئی ایک
لاکھوں میں نہ ملے گا کروڑوں میں تو دیکھ

''عَبْد'' کی لغوی تحقیق:

''عَبْد'' کے لیے عربی زبان میں Opposite word (متضاد لفظ) ''حُرّ'' استعمال ہوتا ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے: ''آزاد شخص''... اور اس کی جمع مختلف اوزان پر آتی ہے، عَبْدُوْنٌ، عَبِيْدٌ، أَعْبُدٌ، عِبَادٌ، عُبْدَانٌ، عِبْدَانٌ، عِبِدَّانٌ، مَعْبَدَةٌ، مَعَابِدُ، عِبِدَّاءُ، عِبِدَّى، عُبُدٌ، عَبُد، مَعْبُوْدَاءُ. [بصائر ذوی التمیز: ۴/۸]

قرآن مجید میں لفظ ''عَبْد'' کا 29 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''عَبْد'' 29 طرح استعمال ہوا ہے:

1 ...... مومن اور کافر دونوں کے لیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ [آل عمران: ۱۵]

2 ...... مومنین کے ساتھ خاص کر کے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ [آل عمران: ۳۰]

3 ...... کفار کے ساتھ خاص کر کے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ﴾ [یٰس: ۳۰]

4 ...... غلام کے معنیٰ میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ

مُشْرِكٍ﴾ [البقرة:۲۲۱]

5 ...... فرمانبردار کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ﴾ [الفرقان:۶۳]

6 ...... گناہگار کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ﴾ [الزمر:۵۳]

7 ...... نیکوکار کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ﴾ [الانسان:٦]

8 ...... برگزیدہ بندوں (مثلاً انبیاء وغیرہ) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ [فاطر:۳۲]

9 ...... مقربین کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ [البقرة:۱۸۶]

10 ...... نبی کریم ﷺ کی اُمت کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [الحجر:۴۹]

11 ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓي اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ﴾ [الشعراء:۵۲]

12 ...... متقی لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ [مریم:۶۳]

13 ...... اہلِ جنت کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ﴾ [مریم:٦١]

14 حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ﴾ [نوح:27]

15 انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ [ابراہیم:11]

16 فرشتوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا﴾ [الزخرف:19]

17 ...... اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنے والے بندوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ [الحجر:42]

18 ...... دشمنوں کے خلاف نصرت یافتہ لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ﴾ [الصافات:171]

19 ...... علماء کرام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ [فاطر:28]

20 ...... خوشخبری کے مستحق لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ﴾ [الزمر:17، 18]

21 ...... وفات کے وقت اور قیامت کے دن مخصوص لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ [الزخرف:68]

22 ...... حضرت نوح علیہ السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾ [الاسراء:3]

23 ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ [ص:۴۵]

24 ...... حضرت لوط علیہ السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ﴾ [التحریم:۱۰]

25 ...... حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ﴾ [ص:۴۱]

26 ...... رجوع کے موقع پر حضرت داود علیہ السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ [ص:۱۷]

27 ...... نعمت کے شکر کے موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ [ص:۳۰]

28 ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے صفتِ طہارت اور تزکیہ کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ [مریم:۳۰]

29 ...... سید المرسلین، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطورِ اعزاز۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ [الاسراء:۱]

[بصائر ذوی التمییز: ۴/۱۰ تا ۱۳]

عبد کی تعریف: (1)

عبد کون ہوتا ہے......؟

1 ...... مفسرین نے لکھا ہے: "اَلْعَبْدُ: اَلَّذِيْ لَا يَرٰى غَيْرَ سَيِّدِهٖ" [حقائق التفسیر: ۱/۴۰۰]

(عبد وہ ہوتا ہے کہ جس کو اپنے آقا کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا)۔

غلام ہوتا بھی وہی ہے جس کو اپنے آقا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کی نظر میں اس کا

آقا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ اسی طرح بندہ بھی وہی ہوتا ہے جس کو اللہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، اس کی نظر میں سب کچھ ''اللہ'' ہی ہوتا ہے۔

بندگی، ایک غلام سے سیکھی: (۱)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے تو بندگی ایک غلام نے سکھائی۔ کسی نے پوچھا: حضرت! وہ کیسے؟ فرمایا: ایک مرتبہ میں ایک غلام خرید کر لایا تو اس سے چند باتیں پوچھیں:

میں نے پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے؟''

کہنے لگا: ''جو آپ پکاریں گے، وہی میرا نام۔''

میں نے پوچھا: ''تم یہاں کیا کام کر سکتے ہو؟''

کہنے لگا: ''جی! جو آپ ذمے لگائیں گے، وہی میرا کام۔''

میں نے پوچھا: ''تم کیسے کپڑے پہنو گے؟''

کہنے لگا: ''جی! جو آپ پہنائیں گے، وہی میرا لباس۔''

فرماتے ہیں کہ اس غلام نے مجھے اللہ رب العزت کی بندگی سکھا دی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ میرا غلام ہے اور ہر حال میں میری مرضی پہ راضی ہے تو مجھے ہر حال میں اپنے پروردگار کی مرضی پہ کیوں راضی نہیں ہونا چاہیے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کی مرضی پہ راضی ہو گیا اس کی زندگی سکھی ہو گئی۔

[2]...... شیخ ابوعثمان نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''هُوَ الَّذِیْ لَا یَمْلِكُ شَیْئًا وَلَا یَرْعٰی لِنَفْسِهٖ شَیْئًا'' [حقائق التفسیر: ۱/۴۰۰] (عبد وہ ہے جو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ اپنے لیے کسی چیز کا خیال رکھتا ہے، بلکہ جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہو اس کو آقا کی مِلک سمجھتا

ہے)۔

|3|..... بعض حضرات نے لکھا ہے: ''اَلعَبْدُ: اَلَّذِیْ لَا مُرَادَ لَهٗ وَیَکُوْنُ مُسْتَغرَقًا فِیْ مُرَادِ سَیِّدِهٖ فِیْهِ'' [حقائق التفسیر: ۱/ ۳۳۵] (عبد وہ ہوتا ہے جس کی اپنی کوئی مراد نہ ہو اور آقا اس سے جو چاہتا ہے، بس اسی میں مستغرق رہتا ہو)۔

|4|..... بعض مفسرین نے لکھا ہے: ''اَلعَبْدُ: اَلَّذِیْ لَا یُنَازِعُ سَیِّدَهٗ شَیْئًا'' [حقائق التفسیر: ۱/ ۴۰۰] (عبد وہ ہوتا ہے جو اپنے آقا سے کسی بات کے اندر اختلاف نہیں کرتا)۔

یعنی غلام اپنے آقا سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ غلام تو وہ ہوتا ہے جو آقا کی ہر بات پر لبیک کہنے والا ہو۔ اسی طرح بندہ بھی وہی ہوتا ہے، جو اپنے اللہ کے ہر حکم پر لبیک کہنے والا ہو، وہ اللہ کے کسی فیصلے پر اپنے دل میں غصہ نہیں کرتا، اپنے دل میں افسوس نہیں کرتا، کوئی شکوہ نہیں کرتا، بلکہ اللہ کے ہر حکم پر ہر حال میں راضی رہتا ہے۔

|5|..... بعض مفسرین نے کہا ہے: ''حَقِیْقَةُ الْعَبْدِ هُوَ الْمُتَخَلِّقُ بِأَخْلَاقِ سَیِّدِهٖ'' [حقائق التفسیر: ۱/ ۴۰۰] (عبد وہ ہوتا ہے جو اپنے آقا کے اخلاق سے آراستہ ہو)۔

یعنی غلام تو وہ ہوتا ہے جو اپنے آقا کی عادات کو اپنائے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آقا نیک ہو اور غلام بُرا ہو، آقا نرم مزاج ہو اور غلام سخت مزاج ہو۔ غلام وہ ہوتا ہے جس کی طبیعت اپنے آقا کی طبیعت کے مطابق ڈھل جائے۔ لہٰذا بندہ بھی وہ ہوتا ہے کہ جس کے اندر اللہ کے خُلق پیدا ہو جائیں۔ اس لیے حدیث پاک میں فرمایا گیا: ''تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰهِ'' [تفسیر روح البیان: ۵/ ۳۶۰] (تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین کر لو)۔

مقامِ بندگی کا حصول: ①

|1|..... حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''أَرْبَعُ خِصَالٍ تَرْفَعُ الْعَبْدَ: اَلْحِلْمُ وَالْأَدَبُ وَالْأَمَانَةُ وَالْعِفَّةُ.''

[طبقات الصوفیۃ، ص ۱۵]

''چار خصلتیں بندے کو بلندی عطا کرتی ہیں: بردباری، آداب کی رعایت کرنا، امانت کی پاسداری کرنا اور پاک دامن رہنا۔''

2.....حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''لَا يَصِيرُ الْعَبْدُ عَبْدًا خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَصِيرَ الْمَدْحُ وَالذَّمُّ عِنْدَهٗ سَوَاءً.'' [موسوعۃ الکسنزان: ۱۵/۷۱]

''کوئی شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے ہاں (اس کی) تعریف اور مذمت برابر نہ ہو جائے۔''

3.....شیخ سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اَلْعَبْدُ لَا يَكُوْنُ فِي الْحَقِيْقَةِ عَبْدًا حَتّٰى يَكُوْنَ قَلْبُهٗ حُرًّا مِنْ جَمِيْعِ مَا سِوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.'' [اللمع فی التصوف، ص ۴۳۰]

''انسان اس وقت تک حقیقی معنوں میں عبد نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا دل اللہ رب العزت کے علاوہ ہر چیز سے آزاد نہ ہو جائے۔''

4.....شیخ ابو سعید بن ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اَلْمُلُوْكُ لَايَبِيْعُوْنَ الْعَبْدَ، فَاجْتَهِدُوْا أَنْ تَكُوْنُوْا عَبِيْدًا لِلّٰهِ.''

[اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابو سعید، ص ۳۴۳]

''بادشاہ اپنے غلاموں کو نہیں بیچا کرتے، پس تم کوشش کرکے اللہ کے غلام (بندے) بن جاؤ۔''

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مکاشفہ:

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے مکاشفۃً فرمایا:

''إِنَّ أَحَبَّ الْعِبَادِ إِلَيَّ عَبْدِيَ الَّذِي كَانَ لَهُ وَالِدٌ وَ وَلَدٌ، وَقَلْبُهُ فَارِغٌ مِنْهُمَا بِحَيْثُ لَوْ مَاتَ لَهُ الْوَالِدُ فَلَا يَكُونُ لَهُ حُزْنٌ بِمَوْتِ الْوَالِدِ وَلَوْ مَاتَ لَهُ الْوَلَدُ فَلَا يَكُونُ لَهُ هَمُّ الْوَلَدِ، فَإِذَا بَلَغَ الْعَبْدُ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَهُوَ عِنْدِي بِلَا وَالِدٍ وَّلَا وَلَدٍ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ.'' [الفیوضات الربانیۃ، ص ۱۲]

''تمام لوگوں میں مجھے اپنا وہ بندہ زیادہ محبوب ہے جس کا والد اور بیٹا (زندہ) ہو اور اس کا دل ان دونوں سے بایں طور خالی ہو کہ اگر اس کا والد فوت ہو جائے تو اس کو اپنے والد کی موت کا کوئی غم نہ ہو اور اگر بیٹا فوت ہو جائے تو اس کو اپنے بیٹے کی موت کا کوئی صدمہ نہ ہو۔ جب بندہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو وہ میرے ہاں بغیر والد اور بغیر بیٹے کے ہوتا ہے اور اس کے جوڑ کا کوئی نہیں ہوتا۔''

بندگی کا فائدہ:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ ایک مرتبہ اپنے دوستوں سے فرمانے لگے: ''تم کیا سمجھتے ہو اس شخص کے بارے میں جس کی مرضی سے دنیا کا کاروبار چل رہا ہے؟'' لوگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ تو نہایت محتاط بزرگ ہیں، ایسا کلام کبھی نہیں کرتے، آج انہوں نے یہ کیسی بات کر دی؟ چنانچہ انہوں نے کہا: حضرت! آپ کے اس کلام میں کچھ گہرائی نظر آتی ہے، مہربانی فرما کر سمجھا دیجیے۔ پھر حضرت نے فرمایا: ''دیکھو! دنیا کا ہر کام اللہ کی مرضی سے چلتا ہے، میں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں گم کر دیا ہے، اب گویا ہر کام میری مرضی سے چل رہا ہے۔''

مُنَزَّل کا بیان:

الْكِتٰبَ

کتاب

قرآنِ مجید کو ''کتاب'' کہنے کی وجہ:

امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَلْقُرْآنُ سُمِّيَ كِتَابًا لِمَا جُمِعَ فِيْهِ مِنَ الْقَصَصِ وَالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْأَمْثَالِ وَالشَّرَائِعِ وَالْمَوَاعِظِ، أَوْ لِأَنَّهُ جُمِعَ فِيْهِ مَقَاصِدُ الْكُتُبِ الْمُنَزَّلَةِ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ.'' [بصائر ذوی التمیز: ۴/۳۲۹]

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ﴿الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ﴾ میں قرآن مجید کو ''کتاب'' کا نام دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں واقعات، اوامر ونواہی، مثالیں، احکامِ شرعیہ اور مواعظ تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں۔ یا اس لیے کہ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کے مقاصد کو جمع کیا گیا ہے، گویا کہ یہ تمام آسمانی کتابوں کا لب لباب ہے۔

۞.....لفظ ''کتاب'' قرآن مجید میں مختلف الفاظ کے ساتھ 320 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

قرآن مجید میں ''کتاب'' کا 10 معانی کے لیے استعمال:

قرآن مجید میں ''کتاب'' کا 10 معانی کے لیے استعمال ہوا ہے:

۞.....لوحِ محفوظ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ [الانعام: ۵۹]

[2] ......تورات کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ [آل عمران: ۷۸]

[3] ......انجیل کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ [آل عمران: ۶۴]

[4] ......ملکہ بلقیس کے نام حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴾ [النمل: ۲۹]

[5] ......قرآن مجید کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا﴾ [فاطر: ۳۲]

[6] ......رحمت اور مغفرت کی کتاب کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [الانعام: ۵۴]

[7] ......کتابت (لکھنے) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [آل عمران: ۴۸]

[8] ...... مدتِ عمر اور مقدارِ رزق کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ [الحجر: ۴]

[9] ......فرض کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ [النساء: ۱۰۳]

[10] ......اعمال اور افعال کے اس رجسٹر کے لیے جو فرمانبردار اور نافرمان لوگوں پر قیامت کے دن پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا، اِقْرَاْ كِتٰبَكَ﴾ [الاسراء: ۱۳]

[بصائر ذوی التمیز: ۴/ ۳۳۰ تا ۳۳۲ بتصرف یسیر]

نسخۂ کیمیا: ۱

ہم سے پہلے والوں کو بھی اسی قرآن کی وجہ سے عزتیں نصیب ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ غارِ حرا سے یہی تو لے کر آئے تھے۔ کسی کہنے والے نے کہا:

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہِلا دی

وہ نسخۂ کیمیا قرآن ہی تو تھا جس نے عرب کی زمین ہلا کر رکھ دی تھی......!!!

دشت تو دشت ہیں ، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے
صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

صداقتِ قرآن کا بیان: ۱

وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا

اور نہ رکھی اس میں کچھ کجی۔ ٹھیک اُتاری

یعنی یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی کجی اور کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جو ہر قسم کے عیب اور سقم سے بالاتر ہے، یہ اللہ کا کلام ہے، جس کے الفاظ، معانی اور دعوت

میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ:

سوال: یہ ہے کہ ﴿لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ (اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی) کے بعد ﴿قَيِّمًا﴾ (مستقیم) لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے کہ جس میں کجی نہیں ہوگی وہ یقیناً سیدھا اور مستقیم ہوگا۔ ﴿قَيِّمًا﴾ لانے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: امام فراء فرماتے ہیں: یہاں ﴿قَيِّمًا﴾ سے مراد "قَائِمًا عَلَى الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ كُلِّهَا" ہے یعنی سابقہ تمام کتب سماویہ کے مضامین پر مشتمل، ان کی تصدیق کرنے والی اور ان کے صحیح ہونے کی تصدیق کرنے والی ہے، نیز ان کے بعض احکامات کو منسوخ کرنے والی ہے۔ اس صورت میں کوئی تکرار نہیں ہوگا۔

[مسائل الرازی، صفحہ ۲۳۷]

فوائد السلوک:

☆......امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"صَانَهٗ عَنِ التَّنَاقُضِ وَالتَّعَارُضِ فَهُوَ كِتَابٌ عَزِيْزٌ مِنْ رَّبٍّ عَزِيْزٍ يَنْزِلُ عَلٰى عَبْدٍ عَزِيْزٍ." [تفسیر البحر المدید: ۴/۱۳۸]

"اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی آیات کو باہمی تعارض سے محفوظ فرمایا۔ چنانچہ یہ ایک عزت والی کتاب ہے جو عزت والے پروردگار کی طرف سے ایک عزت والے بندے پر نازل ہوئی ہے۔"

☆......جو بندہ "مقامِ عبدیت" پہ فائز ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پہ احوال و اُسرار کا ایسا علم فیضان فرماتے ہیں جو ہر قسم کی کجی، افراط، تفریط، الحاد اور فساد وعناد سے

خالی ہوتا ہے۔ اور ایسا شخص ''مقامِ ارشاد'' سے مشرف کر دیا جاتا ہے۔ جہاں بیٹھتا ہے اس سے ہدایت پھیلتی ہے، جو بولتا ہے وہ ایک تاثیر اکسیر رکھتا ہے، وہ اللہ کے دیے ہوئے نور سے دیکھتا ہے، اس کا چہرہ ہدایت کا چراغ بن جاتا ہے، اس کے دل سے نکلنے والی توجہ پتھر سے بھی سخت دلوں کو موم کر دیتی ہے۔

نزولِ قرآن کی تین حکمتیں

پہلی حکمت......عذاب سے ڈرانا: ①

لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنْهُ

تاکہ ڈر سنا دے ایک سخت آفت کا اللہ کی طرف سے

جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور نیک اعمال نہیں کرتے، قرآن ان کو آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ اس میں ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی ہے۔ نیک لوگوں کو جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور جو لوگ بات نہیں مانتے، ان کو جہنم کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ: ①

اس آیت مبارکہ میں پہلے فرمایا: ﴿لِيُنذِرَ﴾ اور پھر فرمایا: ﴿وَيُبَشِّرَ﴾ ڈرانے کو خوشخبری دینے پر مقدم فرمایا۔ کیونکہ دَفْعُ الْمَكْرُوْهِ مُقَدَّمٌ عَلَى تَحْصِيْلِ الْمَطْلُوْبِ (ناپسندیدہ چیز کو دور کرنا پسندیدہ چیز کے حاصل کرنے پر مقدم ہوتا ہے)۔ اسی طرح کہتے ہیں: ''دَفْعُ الْمَضَرَّةِ أَوْلٰى مِنْ جَلْبِ الْمَنْفَعَةِ'' (نفع حاصل کرنے کی بہ نسبت

ضرر کو دور کرنا زیادہ ضروری ہے)۔ جیسے کہتے ہیں:

Precausion is better than cever.

''پرہیز علاج سے بہتر ہے۔''

فوائد السلوک: ①

✿ ...... سالک کے لیے ﴿بَأۡسًا شَدِيۡدًا﴾ (سخت عذاب) اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے اپنے دیدار سے محروم کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّهُمۡ عَن رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوبُونَ﴾ [المطففین: ۱۵] (بے شک وہ اپنے رب کے دیدار سے اس دن محروم کیے جائیں گے)۔ سالک کی تمام تر بھاگ دوڑ کا مقصد دیدارِ خداوندی اور رضائے خداوندی کا حصول ہے۔ یہ اتنا بڑا مقصد ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وَاللّٰهِ لَوۡ لَمۡ يُوۡقِنۡ مُحَمَّدُ بۡنُ اِدۡرِيۡسَ أَنَّهُ يَرَى رَبَّهُ فِي الۡمِيۡعَادِ لَمَا عَبَدَهُ فِي الدُّنۡيَا'' [تفسیر الامام الشافعی: ۳/۱۴۳۰] یعنی اگر مجھے آخرت میں دیدارِ خداوندی کا یقین نہ ہوتا تو میں دنیا میں اس کی عبادت نہ کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ عبادت کا مقصد دیدارِ خداوندی ہے۔

✿ ...... امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لَمَّا حَجَبَ أَعۡدَاءَهُ فَلَمۡ يَرَوۡهُ، تَجَلّٰى لِأَوۡلِيَائِهٖ حَتّٰى رَأَوۡهُ'' [زاد المسیر: ۴/۴۱۶] (جب اللہ تعالیٰ دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم کر دیں گے تو اپنے اولیاء کو اپنا دیدار کرائیں گے اور وہ جی بھر کے دیدار کر لیں گے)۔

دوسری حکمت ...... مومنین کو خوشخبری دینا: ①

وَيُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

اور خوشخبری دے ایمان لانے والوں کو

"المؤمنین" کے لفظ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جن لوگوں کو قرآن مجید خوشخبری سناتا ہے وہ عقیدے کے پکے ہوتے ہیں، سچے مومن ہوتے ہیں۔

اہل بشارت کی تین قسمیں:

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل بشارت کی تین قسمیں ہیں:

1۔۔۔۔ "یَتَّقُوْنَ الشِّرْکَ بِالتَّوْحِیْدِ" (جو شرک سے بچتے ہیں توحید کے ذریعے)۔

2۔۔۔۔ "یَتَّقُوْنَ الْمَعَاصِیَ بِالطَّاعَةِ" (گناہوں سے بچتے ہیں طاعت کے ذریعے)۔

3۔۔۔۔ "یَتَّقُوْنَ عَمَّا سِوَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاللّٰہِ" (غیر اللہ سے بچتے ہیں اللہ کے ذریعے)۔

[موسوعۃ الکسنزان: ۳/۲۴۲]

ثمراتِ ایمان کا بیان:

الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

جو کرتے ہیں نیکیاں

قرآنِ مجید میں جہاں "ایمان" پر خوشخبریاں سنائی جاتی ہیں تو ساتھ ساتھ "اعمالِ صالحہ" کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح عقیدے کی درستگی ضروری ہے اسی طرح عمل کی درستگی بھی ضروری ہے۔ قرآنِ مجید میں 50 سے زائد مقامات پہ "ایمان" اور "عمل صالح" کو جوڑ جوڑ کر بیان کیا گیا ہے۔

فوائد السلوک:

۞ ۔۔۔۔ "عمل صالح" سے ہر وہ عمل مراد ہے جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور جو قواعد شرعیہ کے مطابق ہو۔ چنانچہ سالک کو تو عمل صالح میں بالکل مستغرق ہونا چاہیے،

دنیا کے کاروبار کو بھی عمل صالح کی شکل میں لے آئے۔ صبح و شام کی دوڑ دھوپ اپنے مالک کو راضی کرنے میں فنا کر دے کہ ہاتھ کام کاج میں مصروف اور دل یادِ خدا میں مصروف ہو۔ چنانچہ اس طرح استغراق کے ساتھ دنیا کے کام کاج بھی آخرت کے لیے بہترین ذخیرہ ہو جاتے ہیں۔ سالک کو یہ بات دل پہ لوہے کی لکیر کی طرح نقش کرنی چاہیے کہ اگر آخرت کے کام بھی بغیر اللہ کی رضا کی نیت کے کیے جائیں تو بے سُود۔ اور عمل بھی موت تک تسلسل کے ساتھ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ سے فرمایا: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [الحجر:۹۹] (اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ تم پر وہ چیز آ جائے جس کا آنا یقینی ہے)۔

انعام مومنین کا بیان:

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝

کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے نازل فرمایا کہ اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف سے ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے اور جو مومن نیک عمل کرتے ہیں، ان کو خوشخبری دے کہ ان کو بہترین اجر ملنے والا ہے۔

قرآن مجید میں ''اجر'' کا 4 طرح استعمال:

قرآن مجید میں ''اجر'' کا لفظ 4 طرح استعمال ہوا ہے:

[1]...... بیویوں کے مہر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ [النساء:۲۴]

[2]...... نیکی کا بدلہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ﴾

[النحل: ۹۶]

3۔ مزدوری کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ﴾ [الطور: ۴۰]

4۔ دایہ (کے دودھ پلانے) کا نفقہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ [الطلاق: ۶]

[بصائر ذوی التمیز: ۲/۱۳۱]

اجر حسن:

◈ امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اَلْأَجْرُ الْحَسَنُ: مَا يَزِيدُ عَلَى مِقْدَارِ الْعَمَلِ" (اجر حسن، اسے کہتے ہیں جو عمل کی مقدار سے زیادہ ہو)۔

◈ بعض حضرات کہتے ہیں: "اَلْأَجْرُ الْحَسَنُ: مَا لَا يُذَكِّرُ صَاحِبَهُ تَقْصِيرَهُ وَيَسْتُرُ عَنْهُ عُيُوبَ عَمَلِهِ" (اجر حسن، اسے کہتے ہیں جو عمل کرنے والے شخص کو اس کی کوتاہی یاد نہ دلائے اور اس کے عمل کے عیوب اس سے پوشیدہ رکھے)۔

اجر الدنیا:

شیخ ابن عطا اُدمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أَجْرُ الدُّنْيَا: هُوَ الْمَعْرِفَةُ وَالتَّوَكُّلُ" [موسوعۃ الکسنزان: ۱/۱۳۶] (دنیا کا اجر یہ ہے کہ بندے کو معرفت اور توکل (کی دولت) نصیب ہو جائے)۔

اُجرت اور اجر میں فرق:

اُجرت کا تعلق دنیا کے ساتھ ہوتا ہے، جبکہ اجر کا تعلق اکثر آخرت کے ساتھ ہوتا ہے۔

اجر اور جزاء میں علمی نکتہ:

اجر، صرف نافع چیز کے لیے بولا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ [البقرۃ:۲۶۲] (انہی کے لیے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں)، ﴿فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ [الشوریٰ:۴۰] (سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمہ)... جبکہ جزاء، نافع چیز کے لیے بھی بولا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا﴾ [الانسان:۱۲] (اور بدلہ دیا ان کو ان کے صبر پر باغ اور پوشاک ریشمی)۔ اور مضر چیز کے لیے بھی بولا جاتا ہے، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ﴾ [الکہف:۱۰۶] (یہ بدلہ ان کا ہے دوزخ)۔

فوائد السلوک:

۞......حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اجر سے مراد حق تعالیٰ کا بلاحجاب مشاہدہ اور رؤیت ہے۔ چنانچہ سالک کو چاہیے کہ وہ ہر ہر عمل اللہ تعالیٰ کی حضوری کے ساتھ کرے، اس سے عمل میں لذت اور چاشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ'' [صحیح بخاری، رقم:۵۰] (اللہ کی ایسی عبادت کر جیسا کہ تُو اسے دیکھ رہا ہے ورنہ کم از کم یہ تو سوچ لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے)۔ ایک روایت میں آتا ہے: ''أَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ'' [مسند احمد، رقم:۱۸۴] (گویا کہ تُو ہر عمل ایسا کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے)۔ ایک اور روایت میں آتا ہے: ''أَنْ تَخْشَى اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ'' [صحیح مسلم، رقم:۱۰] (تُو اللہ سے ایسا ڈر، گویا کہ اُسے دیکھ رہا ہے)۔ اس کیفیت کو ''احسان'' کہتے ہیں، جو کہ تصوف کا مقصد ہے۔ پھر ایسے ہی احسان سے بھرے عمل پر دیدارِ خداوندی کی نعمت مرتب ہو سکتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں:

"اَلْعَطَایَا بِقَدْرِ الْبَلَایَا" (انعام بقدرِ مشقت ملتا ہے)۔

﴿مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ③﴾

جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

دوامِ انعام کا بیان: (۱)

مَّاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا ③

جس میں رہا کریں ہمیشہ

قرآنِ مجید میں تقریباً 42 مقامات پر مومنین کو ہمیشہ جنت میں رہنے کی بشارت سنائی گئی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اہل جنت سے کہا جائے گا: "يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! خُلُودٌ لَا مَوْتَ" [صحیح بخاری، حدیث:۶۵۴۵] (اے اہل جنت! تم یہاں ہمیشہ رہو گے، کبھی موت نہیں آئے گی)۔

فوائد السلوک: (۱)

۞...... جو بندہ تقویٰ وطہارت کی زندگی اپناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو "اجر حسن" عطا فرما دیتے ہیں، جو کہ آخرت میں جنت کی شکل میں ہوگا اور دنیا میں حیاتِ طیبہ کی شکل میں ملتا ہے۔ بندہ محسوس کرتا ہے کہ میں تو جنت میں رہ رہا ہوں، ہر وقت اس کو لذتِ روحانی مل رہی ہوتی ہے جس کے مقابلے میں لذتِ جسمانی ہیچ ہے۔ اس لذتِ روحانی کے حصول پر اللہ والے لذتِ جسمانی کو قربان کرتے ہیں۔ وہ ایک کیف میں ہوتے ہیں، ایک مستی میں ہوتے ہیں، جذب وشوق کے گیت گا رہے ہوتے ہیں۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مراقبہ کے لیے سر جھکایا اور فرمایا: "خدا کی قسم! مجھے اللہ نظر آ رہا ہے۔" جو بندہ تجلیاتِ ربانی میں ہر وقت محو رہتا ہے تو اس کے لیے یہ دنیا جنت نہیں تو اور کیا ہے۔ ان

لوگوں کی موت اتنی ہوتی ہے کہ بس دنیا کی جنت سے آخرت کی جنت کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں۔ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے سامنے حور وقصور کا تذکرہ چھیڑا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ہم تو اللہ تعالیٰ سے جنت میں عرض کریں گے کہ ہمیں نہ تو حور چاہیے اور نہ قصور، ہمیں تو مصلیٰ بچھانے کے لیے جگہ چاہیے۔'' حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''جب سجدہ کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ اللہ نے پیار کرلیا ہے۔'' خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

تصور کے مزے فضلِ خدا سے ہم کو حاصل ہیں
کہ آنکھوں میں کبھی دل میں تری تصویر رکھتے ہیں
تصور کے مزے کیا پوچھتے ہو آپ اب ہم سے
کلیجہ سے لگا کر آپ کی تصویر رکھتے ہیں

﴿وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝﴾

اور تاکہ ان لوگوں کو متنبہ کرے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنا رکھا ہے۔

تیسری حکمت...... ڈراوا: (1)

وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ

اور ڈر سنادے ان کو

قرآنِ مجید نے نبوت کے پہلے 13 سال میں عقیدۂ بعث بعد الموت خوب کھول کھول کے بیان کیا۔ ان 13 سالوں میں احکام کی آیات جیسے روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ تقریباً بیان نہیں کیں، بلکہ آخرت کے عقیدے کو دلوں کے اندر راسخ کردیا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح وشام موت اور موت کے بعد والی زندگی کو سامنے رکھنے والے بن گئے۔ اس

ڈراوے کی برکت سے شرک کی جڑیں کٹ گئیں، دلوں سے گناہوں کا میل اُتر گیا، کیونکہ جب بندے کے دل میں یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ میں نے اپنے اللہ کے سامنے ایک دن پیش ہونا ہے تو اس کے لیے پھر دنیا میں اعمالِ صالحہ پر جمنا اور اعمالِ سیئہ سے بچنا کوئی مسئلہ نہیں رہتا۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر قریش کے فکر و تردد اور بغض و عداوت نے اور بھی ترقی کی اور آپس میں مشورے ہونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح مشہور پہلوان اور عرب کے نامور بہادروں میں سے تھے، انہوں نے مسلمانوں کو دین اسلام سے مرتد بنانے کی بے حد کوشش کی، مگر ناکام رہے۔ آخرکار ایک دن انہوں نے کفار کی مجلس میں وعدہ کیا کہ میں تنہا قریش کے اوپر وارد ہونے والے اس فتنہ کو مٹائے دیتا ہوں، یعنی اس فتنہ کے بانی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام تمام کر دیتا ہوں۔ (نعوذ باللہ!)

ابوجہل نے یہ سن کر کہا کہ اگر تم نے یہ کام پورا کر دیا تو میں تم کو سو اونٹ اور ہزار اوقیہ چاندی نذر کروں گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلح ہو کر شمشیر بدست نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش و جستجو کرنے لگے۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ عمر! اس طرح کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم بنی ہاشم کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ اور یہ نہیں جانتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قتل کوئی آسان کام نہیں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے مجھے کسی کا کوئی خوف نہیں ہے۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم

بھی اس کے حمایتی ہو، لاؤ پہلے تمہارا ہی کام تمام کر دوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم مجھ کو اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تو بعد میں قتل کرنا، پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ تمہاری بہن مسلمان ہو چکی ہے اور اسلام تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر اسی وقت اپنی بہن کے گھر کی طرف چل دیئے...... وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی نیت سے چلے تھے۔ راستے میں اپنی بہن کے گھر کی طرف ان کا رخ پھرنا گویا اسلام کی طرف رُخ پھرنا تھا...... بہن کے گھر پہنچے تو وہاں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو قرآن شریف کی تعلیم دے رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی آہٹ سُن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ تو وہیں گھر میں کسی جگہ چھپ گئے اور قرآن کریم جن اوراق پر لکھا ہوا تھا، ان کو بھی فوراً چھپا لیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی پوچھا: تم کیا پڑھ رہے ہو؟ پھر فوراً اپنے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر گرا دیا اور مارنا شروع کر دیا کہ تم کیوں مسلمان ہوئے؟ بہن اپنے شوہر کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھی اور بھائی سے لپٹ گئی۔ اس کشتم کشتا میں ان کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایسی چوٹ لگی کہ ان کے سر سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہن اور بہنوئی دونوں کو مارا، بہن نے آخر دلیری سے کہا:

"قَدْ أَسْلَمْنَا وَتَابَعْنَا مُحَمَّدًا، اِفْعَلْ مَا بَدَا لَكَ"

"ہاں عمر! ہم مسلمان ہو چکے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانبردار بن چکے ہیں، اب جو کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے کر لے۔"

بہن کا یہ دلیرانہ جواب سنا اور نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو ان کو خون میں تر بتر پایا۔ اس نظارہ کا ان کے قلب پر کسی قدر اثر ہوا اور طیش و غضب کے طوفان میں قدرے دھیما پن ظاہر

ہونے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہن سے کہا: اچھا تم مجھے وہ کلام دکھلاؤ یا سناؤ جو تم ابھی پڑھ رہے تھے اور جس کے پڑھنے کی آواز میں نے گھر میں داخل ہوتے سنی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کلام چونکہ کسی قدر سنجیدہ لہجے میں تھا، اس لیے ان کی بہن کو اور بھی جرأت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ پہلے تم غسل کرو، پھر ہم تمہیں اپنا صحیفہ پڑھنے کے لیے دے سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت غسل کیا۔ غسل سے فارغ ہوکر قرآن مجید کی آیات جن اوراق پر لکھی ہوئی تھیں، لے کر پڑھنے لگے۔ ابھی چند آیات ہی پڑھی تھیں کہ بے اختیار بول اُٹھے:

''کیا شیریں کلام ہے، اس کا اثر میرے قلب پر ہوتا جارہا ہے۔''

یہ سنتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو اندر چھپے ہوئے تھے، فوراً باہر نکل آئے اور کہا: اے عمر! مبارک ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔ میں نے کل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ ''الٰہی! عمر بن الخطاب یا ابوجہل میں سے ایک کو ضرور مسلمان کردے۔'' پھر خباب رضی اللہ عنہ نے سورۂ طٰہٰ کا پہلا رکوع پڑھ کر سنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سورۂ طٰہٰ کی آیات سن رہے تھے اور رو رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خباب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسی وقت مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو۔ چنانچہ وہ اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دارارقم کی طرف لے چلے۔ اس وقت بھی ننگی تلوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، مگر اب یہ تلوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اس ارادے سے نہ تھی، جو بہن کے گھر تک ان کے دل میں تھا۔

دارارقم کے دروازے پر پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دستک دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اندر

تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ دیکھ کر دروازہ کھولنے میں تامل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ عمر ننگی تلوار لے کر دروازے پر کھڑا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انہوں نے کہا کہ آنے دو۔ اگر ارادہ نیک ہے تو خیر، ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر اُڑا دیا جائے گا۔

چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور فرمایا: اے عمر! کیا تُو باز نہ آئے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنتے ہی جوشِ مسرت میں بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور ساتھ ہی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے، جو اس وقت دارِ ارقم میں موجود تھے اس زور سے اللہ اکبر کہا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج گئیں۔

[تاریخ اسلام: ۱/ ۹۹ تا ۱۰۱]

سعد بن معاذ اور اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہما کا اسلام:

نبی علیہ السلام کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ کی تعلیم وتعلم کے لیے بھیجا گیا تو قرآن عظیم الشان کی برکات وہاں ظاہر ہونے لگیں اور لوگ جوق دَر جوق اسلام میں داخل ہونے لگے، گویا کہ ابھی مدینہ منورہ میں صاحبِ قرآن نہیں گئے، بلکہ صرف قرآن پہنچ گیا اور قرآن کے تصورِ آخرت نے زندگیاں بدل دیں، چہرے بدل دیئے، بچپنے بدل دیئے، جوانیاں بدل دیں، چنانچہ ہجرت سے پہلے نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کی تعلیم وتربیت کے لیے حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان حضرات نے مدینہ پہنچ کر حضرت

اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام کیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور مسلمانانِ مدینہ کو نماز پڑھاتے۔

ایک دن مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، ان کے اردگرد بہت سے لوگ جمع تھے، اُسید بن حضیر کو جب خبر ہوئی تو وہ تلوار لے کر پہنچ گئے اور کہا کہ آپ یہاں کس لیے آئے ہیں؟ ہمارے بچوں اور عورتوں کو کیوں بہکاتے ہو؟ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں اور جو میں کہوں وہ سنیں، اگر پسند آئے تو قبول کریں اور اگر ناپسند ہو تو کنارہ کشی کریں؟ اُسید بن حضیر یہ کہہ کر کہ بے شک تم نے یہ بات انصاف کی کہی، بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے محاسن بیان کیے اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ اُسید، سن کر کہنے لگے:

''مَا أَحْسَنَ هٰذَا الْكَلَامُ وَأَجْمَلَهُ''

''کیا ہی عمدہ اور کیا ہی بہتر کلام ہے۔''

اور پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اوّل اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کرو، غسل کرو، پھر کلمۂ شہادت پڑھو اور نماز ادا کرو۔

اُسید اسی وقت اُٹھے، کپڑے پاک کیے، غسل کیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ ایک اور شخص ہیں یعنی سعد بن معاذ، اگر وہ مسلمان ہو گئے تو پھر ''اوس'' کی قوم میں سے کوئی شخص مسلمان ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ میں ابھی جا کر اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔

سعد بن معاذ نے اُسید کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: یہ وہ اُسید معلوم نہیں ہوتے جو یہاں سے گئے تھے۔ جب قریب پہنچے تو سعد نے اُسید سے دریافت کیا: "ما فعلت؟" (تُو نے کیا کیا؟) اُسید نے کہا: میں نے ان کی بات میں کوئی حرج نہیں پایا۔ سعد بن معاذ کو غصہ آگیا اور تلوار لے کر خود پہنچے اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا: اگر تم سے میری قرابت نہ ہوتی اور تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے تو ابھی تلوار سے کام تمام کر دیتا۔ قوم کے بہکانے کے لیے تم ہی ان کو یہاں لے کر آئے ہو۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سعد! کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم کچھ دیر بیٹھ کر میری بات سنو، اگر پسند آئے تو قبول کرو، ورنہ پھر جو چاہے کرنا۔ سعد یہ کہہ کر کہ تم نے انصاف کی بات کہی، بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ سنتے ہی سعد کا رنگ ہی بدل گیا اور پھر پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اوّل اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک کرو، غسل کرو، پھر کلمۂ شہادت پڑھو اور دو رکعت نماز ادا کرو۔ سعد اُسی وقت اُٹھے، غسل کیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر دوگانہ ادا کیا اور یہاں سے اُٹھ کر سیدھے اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے۔

قوم کے لوگوں نے سعد کو آتے دیکھ کر دور ہی سے پہچان لیا کہ رنگ دوسرا ہے۔ مجلس میں پہنچتے ہی سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا: تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ سب نے متفق ہو کر کہا کہ تم ہمارے سردار اور باعتبار رائے مشورے کے سب سے افضل اور بہتر ہو۔ سعد نے کہا: خدا کی قسم! میں تم سے اس وقت تک کلام نہ کروں گا جب تک تم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ۔ شام نہ گزری کہ قبیلۂ بنی عبدالاشہل میں کوئی

مرد اور عورت ایسا نہ رہا کہ جو مسلمان نہ ہو گیا ہو۔

قبیلہ بنی عبد الاشہل سے صرف ایک شخص عمرو بن ثابت جن کا لقب اُصَیرِم تھا، اسلام لانے سے رہ گیا۔ جنگ اُحد کے دن اسلام لائے اور اسلام لاتے ہی جہاد کے لیے معرکۂ قتال میں پہنچ گئے اور شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

[سیرت مصطفیٰ:۱/۳۲۱،۳۲۲]

کفار کے شرکیہ عقیدے کا بیان:

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿۴﴾

جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد

بعض ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔

- مشرکین کہتے تھے کہ ملائکہ، اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔
- یہودی، حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔
- عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔

یعنی یہ تینوں قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کی اولاد مانتے تھے۔ ایک مسلمان ہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ اے اللہ! آپ اولاد سے پاک ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُولَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿۴﴾﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ کو ایمان والوں سے محبت ہے کہ یہ میری عظمت کو جانتے ہیں، میری وحدانیت کو مانتے ہیں اور میرے اوپر سچے ایمان لانے والے بندے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

یہود و نصاریٰ کا انجام:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا:

"لِيَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ"

"ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی پیروی وہ دنیا میں کرتا تھا۔"

اس اعلان کے بعد جتنے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں وغیرہ کو پوجتے تھے، سب جہنم میں جا گریں گے اور صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو فقط اللہ کی عبادت کرتے تھے، چاہے وہ نیک ہوں یا بُرے۔ اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی بچ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے، چاہے وہ نیک ہوں یا بُرے۔ پھر یہودیوں کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا:

"مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟"

"تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟"

وہ کہیں گے:

"كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ"

"ہم دنیا میں اللہ کے بیٹے حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔"

ان سے کہا جائے گا:

"كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّ لَا وَلَدٍ، فَمَاذَا تَبْغُونَ؟"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ اللہ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

وہ کہیں گے:

''عَطِشْنَا یَا رَبَّنَا، فَاسْقِنَا''

''اے ہمارے پروردگار! ہم پیاسے ہیں، ہمیں پانی پلادیں۔''

پھر انہیں اشارے سے کہا جائے گا:

''أَلَا تَرِدُونَ؟''

''تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے؟''

پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا، وہ (جہنم) سراب (پانی کی جگہ) کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ اس میں جا پڑیں گے۔

پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا:

''مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟''

''تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟''

وہ کہیں گے:

''كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللهِ''

''ہم اللہ کے بیٹے حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔''

پھر ان سے کہا جائے گا:

''كَذَبْتُمْ، مَا اتَّخَذَ اللهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَ لَا وَلَدٍ''

''تم جھوٹ کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔''

پھر ان سے کہا جائے گا:

''مَا ذَا تَبْغُونَ؟''

''اب تم کیا چاہتے ہو؟''

وہ کہیں گے:

''عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا، فَاسْقِنَا''

''ہم بہت پیاسے ہیں، ہمیں پانی پلا دیں۔''

پھر اشارے سے کہا جائے گا:

''أَلَا تَرِدُونَ؟'' [صحیح مسلم، رقم: ۳۰۲]

''تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے؟''

پھر انہیں دوزخ کی طرف دھکیلا جائے گا، وہ (دوزخ) انہیں سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ اس میں جا گریں گے۔

شکوہ الٰہی:

اللہ تعالیٰ کو اس بات پر بہت غصہ آتا ہے کہ کوئی اُس کے ساتھ اولاد کو جوڑے۔

حدیث قدسی میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَزَعَمَ أَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كَانَ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ، فَسُبْحَانِي أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا.)) [صحیح بخاری، رقم: ۴۲۱۲]

''آدمی مجھے جھٹلاتا ہے اور اس کو یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں مارنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا ہوں۔ اور گالی یہ ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میری ذات اس سے بالکل پاک ہے کہ کسی کو بیوی اور کسی کو اولاد بناؤں۔''

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ایک خاص دعا:

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے مندرجہ بالا دعا کا اہتمام کیجیے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو سو (100) مرتبہ خواب میں دیکھا، جب سویں مرتبہ خواب میں دیکھا تو انہوں نے پوچھا: یااللہ! تیرے بندے تیرا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا پڑھیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ دعا بتلائی۔

''سُبْحَانَ الْأَبَدِيِ الْأَبَدِ''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے۔''

''سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جو ایک اور یکتا ہے۔''

''سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جو تنہا اور بے نیاز ہے۔''

''سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِلَا عَمَدٍ''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جو آسمان کو بغیر ستو کے بلند کرنے والا ہے۔''

''سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْأَرْضَ عَلَى مَاءٍ جَمَدٍ''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جس نے بچھایا زمین کو جمے ہوئے پانی پر۔''

''سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَأَحْصَاهُمْ عَدَدً''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جس نے پیدا کیا مخلوق کو، پس ضبط کیا اور خوب جان لیا ان کو گن کر۔''

''سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ أَحَدً''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جس نے روزی تقسیم فرمائی اور کسی کو نہ بھولا۔''

''سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا''

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جس نے نہ بیوی اپنائی، نہ بچے۔''

''سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ.'' [شامی:۱/۱۴۴]

''پاکی ہے اس ذات کے لیے جس نے نہ کسی کو جنا، نہ وہ جنا گیا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔''

کفارِ مکہ کے لیے تین زجر

﴿مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۝۵﴾

اس بات کا کوئی علمی ثبوت نہ خود ان کے پاس ہے، نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھا۔ بڑی سنگین بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، وہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

پہلا زجر...... جہالت کی نقاب کشائی: ①

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

کچھ خبر نہیں ان کو اس بات کی اور نہ ان کے باپ دادوں کو

یعنی یہ بھی جاہل ہیں اور ان کے باپ دادا جو کہتے تھے کہ اللہ کی اولاد ہے، وہ بھی جاہل تھے۔ اس لیے کہ سانپ کا بیٹا سانپ ہی ہوتا ہے۔ خود بھی جاہل تھے اور جو اولاد جنی، وہ بھی

جاہل ہی نکلی اور ان کی اولاد نے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔

فوائد السلوک:

⇐ ...... گمراہ آباؤ اجداد کی اندھی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

دوسرا ازجر...... چھوٹا منہ بڑی بات پر تنبیہ:

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ

کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے

یہ جو کافر لوگ اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں تو اس آیت مبارکہ میں بڑی ڈانٹ ڈپٹ پلائی گئی ہے کہ یہ لوگ بڑے منہ پھٹ ہیں، اللہ کے مقابلے میں بڑے جری ہیں، ان کا یہ مشرکانہ عقیدہ اہلِ معرفت پر بہت بھاری ہے، حتیٰ کہ اس شرکیہ عقیدے کی وجہ سے تو قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے، زمین چر جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ [مریم:۹۰] (کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں)۔

فوائد السلوک:

سالک کو چاہیے کہ جو لفظ منہ سے نکالے، وہ خوب تول تول کے نکالے، وقار سے بولے، شریعت کے مطابق گفتگو کرے، جہاں ادنیٰ شبہ بھی ہو ایسی باتوں سے رُک جائے۔ بعض اوقات بندہ منہ سے ایک بات نکالتا ہے اور وہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ خاص طور پر جس کو بندہ معمولی سمجھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ''بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ

فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا'' [صحیح مسلم، رقم:۱۸۶] (ان فتنوں کے ظاہر ہونے سے پہلے جلد جلد نیک اعمال کرلو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے۔ صبح آدمی ایمان والا ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو ایمان والا ہوگا اور صبح کافر اور دنیوی نفع کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالے گا)۔

دوسری حدیث میں آتا ہے: ''إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ'' [صحیح بخاری، رقم:۶۴۷۸] (بعض اوقات بندہ اللہ کی رضا مندی کی بات کرتا ہے اور اس کی اور اس کو پروا بھی نہیں ہوتی، لیکن اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرتا ہے اور بعض وقت بندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات بولتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا، لیکن اس کے سبب سے وہ جہنم میں گر جاتا ہے)۔

تیسرا زجر...... جھوٹ پر نکیر:

إِنْ يَّقُوْلُوْنَ إِلَّا كَذِبًا۝

سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں

جھوٹ بولنا، یہ تو کافروں کی صفت ہے، ان کا کام ہی جھوٹ بولنا ہے، خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت جھوٹ بکتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۝﴾ [النحل:۱۰۵] (اللہ پر جھوٹ، وہ لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے، اور

وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں)۔ دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾﴾ [الحج: ٣٠] (جھوٹی بات سے بچ کر رہو)۔

جھوٹ، منافقین کی صفت:

قرآنِ مجید میں 7 مقامات پہ منافقین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١﴾﴾ [المنافقون: ١] (اور اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ جھوٹے ہیں)۔

جھوٹا، ہدایت سے محروم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جھوٹے آدمی کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾﴾ [الزمر: ٣] (یقین رکھو کہ اللہ کسی ایسے شخص کو راستے پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، کفر پر جما ہوا ہو)۔ دوسرے مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾﴾ [غافر: ٢٨] (اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گذر جانے والا اور جھوٹ بولنے کا عادی ہو)۔

جھوٹ کا وبال جھوٹے کے سر پر:

جھوٹ کا وبال جھوٹے کے سر پر ہی آپڑتا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ جھوٹ بول کر مجھے کامیابی حاصل ہو جائے گی اور میں بچ جاؤں گا، لیکن اللہ تعالیٰ کا خفیہ نظام ایسا چلتا ہے کہ وہ گھر میں بیٹھے بیٹھے ذلیل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ﴾ [غافر: ٢٨] (اور اگر وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا)۔

مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا:

''هَلْ يَزْنِي الْمُؤْمِنُ؟''

''کیا مومن زنا کر سکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''قَدْ يَكُونُ ذٰلِكَ''

''یہ ہو سکتا ہے۔''

پھر انہوں نے پوچھا:

''هَلْ يَسْرِقُ الْمُؤْمِنُ؟''

''کیا مومن چوری کر سکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''قَدْ يَكُونُ ذٰلِكَ''

''یہ ہو سکتا ہے۔''

پھر انہوں نے پوچھا:

''هَلْ يَكْذِبُ الْمُؤْمِنُ؟''

''کیا مومن جھوٹ بول سکتا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَا''

''یہ نہیں ہو سکتا۔''

((ثُمَّ أَتْبَعَهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا

یؤمنون.)) [الدر المنثور تحت آیہ سورۃ النحل ۱۰۵]

پھر اس کے بعد اللہ کے نبی ﷺ نے یہ آیت ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ پڑھی۔ جس کا ترجمہ ہے: (اللہ پر جھوٹ تو پیغمبر نہیں، بلکہ وہ لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے)۔

جھوٹا بے ایمان ہوتا ہے:

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ!

"هَلْ يَكْذِبُ الْمُؤْمِنُ؟"

"کیا مومن جھوٹ بول سکتا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ." [ایضا]

"جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو (گویا) وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لایا۔"

جھوٹ، دورِ جاہلیت میں ایک سنگین جرم:

قیصر روم نے ابوسفیان (حالتِ کفر میں) اور اس کے دوسرے کافر ساتھیوں کو اپنے دربار میں بلایا اور نبی علیہ السلام کے بارے میں کچھ باتیں پوچھیں تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ اگر چہ اس وقت کافر تھے، فرماتے ہیں:

"فواللّٰہ لو قد كذبتُ ما ردُّوا عليَّ ولكنِّي كنتُ امرءًا سيِّدًا أتكرَّمُ عنِ الكذبِ وعلمتُ أنَّ أيسر ما في ذلكَ إنْ أنا كذبتُهُ أن يحفظوا ذلكَ عنِّي ثُمَّ يتحدَّثوا به فلم أكذبْهُ." [فتح الباری:۱/ ۶۳]

"اللہ کی قسم! اگر میں جھوٹ بولتا تو میرے ساتھی میری تردید نہ کرتے، لیکن میں سردار

تو م تھا، جھوٹ سے احتراز کرتا تھا اور مجھے پتہ تھا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو یہ اس وقت کچھ نہیں کہیں گے، لیکن اس کو یاد رکھیں گے، پھر مکہ جا کر وہاں باتیں کریں گے۔ اس وجہ سے میں نے جھوٹ نہیں بولا۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلیت کے دور میں بھی یہ ایک سنگین جرم شمار ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے بندے کی عزت معاشرے میں نہیں رہتی تھی۔

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾

اب (اے پیغمبر!) اگر لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو گھلا بیٹھو گے۔

نبی علیہ السلام کا حرصِ شدید در ایمانِ کفار:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝

سو کہیں تو گھونٹ ڈالے گا اپنی جان کو ان کے پیچھے، اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو، پچھتا پچھتا کر

یہ سورت مکی عہد کی آخری سورتوں میں سے ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ منکروں کی سرکشی انتہائی حد تک پہنچ چکی تھی اور پیغمبر اسلام ﷺ کا قلب مبارک لوگوں کی شقاوت و محرومی کے غم سے بڑا ہی دلگیر ہو رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے جوشِ دعوۃ و اصلاح کا یہ حال تھا کہ چاہتے تھے ہدایت گھونٹ بنا کر پلا دوں۔ اور منکروں کا حال یہ تھا کہ سیدھی سے سیدھی بات بھی ان کے دلوں کو نہیں پکڑتی تھی۔ انبیاء کرام علیہم السلام ہدایت و اصلاح کے صرف طالب ہی نہیں ہوتے، بلکہ عاشق ہوتے ہیں۔ انسانوں کی گمراہی ان کے دلوں کا

گویا ناسور ہوتی ہے۔ انسانیت کی ہدایت کا جوش ان کے دل کے ایک ایک ریشہ میں عشق کی طرح سمایا ہوا ہوتا ہے، اس سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی غمگینی نہیں ہوسکتی کہ ایک انسان سچائی سے منہ موڑے، اور اس سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی شادمانی نہیں ہوسکتی کہ ایک گمراہ قدم، راہِ راست پر آجائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس صورت حال کی جا بجا شہادتیں ملتی ہیں۔ یہاں آیت ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ الآیۃ﴾ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ ان کی یہ گمراہی عجب نہیں کہ تجھے شدتِ غم سے بے حال کردے، لیکن جو گمراہی میں ڈوب چکے ہیں وہ کبھی اچھلنے والے نہیں۔ یہاں جو چیز کارآمد نہیں ہوتی، چھانٹ دی جاتی ہے۔ بس جن لوگوں نے اپنی ہستی خراب کر دی ہے، ضروری ہے کہ وہ چھانٹ دیے جائیں، ان کی محرومی پر غم کرنا لاحاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے بے حد غم تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ [الفاطر:۸]

''سو تیرا جی نہ جاتا رہے ان پر پچھتا پچھتا کر۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ [النمل:۷۰]

''اور غم نہ کر ان پر۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③﴾ [الشعراء:۳]

''شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان اس بات پر کہ وہ یقین نہیں کرتے۔''

وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ:

چونکہ اللہ کے حبیب ﷺ پندرہ دن وحی نہ آنے کی وجہ سے غمزدہ تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ [الکہف:٦] اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ اتنے غمزدہ کیوں ہوتے ہیں؟ آپ کے ذمے تو صرف بات کو پہنچانا ہے ...... وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ...... آپ نے تو بات پہنچا دی، آپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی، اے میرے پیارے حبیب (ﷺ)! اگر یہ لوگ اس کے باوجود بھی ایمان نہیں لاتے تو آپ اتنا غم کیوں کرتے ہیں؟ آپ اپنے آپ کو پریشانی میں کیوں ڈالتے ہیں؟

شانِ نزول:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، نضر بن حارث، اُمیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، ابوالمطلب اور ابوالبختری قریش کی ایک مجلس میں جمع تھے، آپ ﷺ پر ان کا یہ اجتماع بڑا شاق گزرا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی قوم کی اسلام کے بارے میں مخالفت اور انکار کو دیکھا تو آپ ﷺ کو شدید رنج ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

[الدر المنثور:٥/٣١٦]

فوائد السلوک:

✿...... اس میں مشائخ طریقت کے لیے زبردست تعلیم ہے کہ لوگوں کی اصلاح کا درد دل میں ہونا چاہیے اور مریدین کی اصلاح کے لیے انہیں خوب فکرمند ہونا چاہیے کہ یہی مقامِ ارشاد کا تقاضا ہے، لیکن افراط کا شکار نہ ہوں کہ اتنی فکر بھی نہ ہو کہ بندہ اپنے آپ کو

خطرے میں ڈال لے، کیونکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ﴾ (آپ سے دوزخ والوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا)، آپ کا کام تو صرف پیغامِ الٰہی کو پہنچانا ہے نہ کہ دلوں میں ڈالنا۔ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ.

ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾﴾ [القصص:۵۶]

''تُو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے، پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے۔ اور وہ ہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [البقرۃ:۲۷۲]

''تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لا دے جس کو چاہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾﴾ [النحل:۳۷]

''ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔''

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾﴾

یقین جانو کہ روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں ہم نے انھیں زمین کی سجاوٹ کا ذریعہ اس لیے بنایا ہے، تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے۔

زینتِ ارضی کا بیان: (۱)

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّهَا

ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق

﴿مَا عَلَی الۡاَرۡضِ﴾ (جو کچھ زمین پر ہے) سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین کے چار قول ہیں:

[1]...... رجال، مرد حضرات۔ (ممکن ہے کہ رجال سے مراد رجال اللہ ہوں، یعنی اللہ کے خاص بندے۔ اور حقیقت میں یہی زمین کی زینت ہیں)۔

[2]...... علماء کرام۔ ان کے علم نافع کی برکت سے زمین روشن ہے اور بہت سارے فتنوں سے محفوظ ہے۔ یہ درحقیقت نجوم الارض یعنی زمین کے ستارے ہیں۔

[3]...... نباتات اور درخت۔ کیونکہ ان سے زمین بڑی خوبصورت نظر آتی ہے، دیکھ کر انسان کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

[4]...... جو کچھ زمین پر ہے۔ چاہے نباتات ہیں، درخت ہیں، پانی ہے، خزانے وغیرہ۔ حتیٰ کہ سانپ اور بچھو وغیرہ زہریلے جانور بھی زمین کے لیے ایک زینت ہیں، کیونکہ اس سے برزخ میں سانپ اور بچھو کا سامنا کرنے کی یاد دہانی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ کیا زہریلے جانوروں اور درندوں سے ہزاروں انسانی ضروریات معالجات وغیرہ میں پوری نہیں کی جاتیں! چنانچہ بعض چیزیں کسی ایک حیثیت سے بُری بھی ہیں، لیکن مجموعہ عالم کے کارخانے کے لحاظ سے وہ بھی بُری نہیں، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

[زاد المسیر: ۳/۶۵ بزیادۃ]

قرآن مجید میں ''الارض'' کا 14 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''الارض'' 14 طرح استعمال ہوا ہے:

1. بمعنی جنت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ [الانبیاء: ۱۰۵]

2. سرزمین شام اور بیت المقدس کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا﴾ [الاعراف: ۱۳۷]

3. مدینہ منورہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا﴾ [النساء: ۹۷]

4. سرزمین مصر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ [القصص: ۴]

5. اہل اسلام کے شہر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ [الکہف: ۹۴]

6. بمعنی تمام زمین۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ﴾ [الذاریات: ۲۰]

7. قبر کی مٹی کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ﴾ [النساء: ۴۲]

8. بنی اسرائیل کی وادئ تیہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ [المائدۃ: ۲۶]

۵: دلوں سے کنایہ کے طور پر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾ [الرعد:۱۷]

۶: مسجد کے صحن کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ [الجمعہ:۱۰]

۷: جگہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾ [لقمان:۳۴]

۸: سرزمین مکہ مکرمہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ [النساء:۹۷]

۹: بنوقریظہ اور بنونضیر کی زمینوں کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا﴾ [الاحزاب:۲۷]

۱۰: میدانِ حشر کی زمین کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ﴾ [ابراہیم:۴۸]

[بصائر ذوی التمییز: ۲/ ۵۴تا۵۶]

قرآن مجید میں لفظ ''زِيْنَةٌ'' کا 16 طرح استعمال:

قرآن مجید میں ''زینت'' کا لفظ 16 طرح استعمال ہوا ہے:

۱: زینتِ دنیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ﴾ [الحدید:۲۰]

۲: زینتِ لباس۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا﴾ [الاحزاب:۲۸]

3۔۔۔ زینتِ ستر پوشی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الاعراف:۳۱]

4۔۔۔ قارون کی مال و غلام کے ساتھ زینت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ﴾ [القصص:۷۹]

5۔۔۔ زیورات کے ساتھ عورتوں کی زینت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ [النور:۳۱]

6۔۔۔ بوڑھیوں کی زینت، نمائش والے کپڑوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ﴾ [النور:۶۰]

7۔۔۔ زینت بمعنی عید۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ﴾ [طٰہٰ:۵۹]

8۔۔۔ زینت بمعنی زیورات۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾ [طٰہٰ:۸۷]

9۔۔۔ ظاہری نعمتوں کی ریل پیل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [یونس:۸۸]

10۔۔۔ مال و اولاد کی زینت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [الکہف:۴۶]

11۔۔۔ مسافروں کی اپنی سواریوں کے ساتھ زینت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً﴾ [النحل:۸]

12 شہوات کی محبت کی زینت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ﴾ [آل عمران:۱۴]

13 نافرمانوں کی نگاہ میں زینتِ عصیان۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾ [فاطر:۸]

14 ...... بچوں کو قتل کرنے کی زینت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ﴾ [الانعام:۱۳۷]

15 ...... کافروں کی نگاہ میں زینتِ زندگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ [البقرۃ:۲۱۲]

16 ...... ستاروں کے ساتھ آسمان کی زینت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۝۶﴾ [الصافات:۶]

[بصائر ذوی التمیز: ۳/۱۵۷ تا ۱۶۰]

زینت کی اقسام:

زینت کی تین قسمیں ہیں:

1 ...... زینتِ نفسی۔ جیسا کہ علم اور ایمان۔

2 ...... زینتِ بدنی۔ جیسا کہ طاقتور ہونا، لمبے قد والا اور مناسب اعضاء والا ہونا۔

3 ...... زینتِ خارجی۔ جیسا کہ مال و دولت اور جاہ و جلال/قدر و منزلت۔

شاعر کہتا ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ حُسْنُ زِيْنَةٍ وَزِيْنَةُ الْعَاقِلِ حُسْنُ الْأَدَبِ

”ہر چیز کے لیے حسنِ زینت ہوتی ہے اور عقلمند کی زینت حسنِ ادب ہے۔“

قَدْ يَشْرُفُ الْمَرءُ بِآدَابِهِ يَوْمًا وَإِنْ كَانَ وَضِيعَ النَّسَبِ

''آدمی آداب کی وجہ سے ایک نہ ایک دن (لوگوں میں) عزت کا مقام پا لیتا ہے،
اگرچہ وہ نسب کے اعتبار سے گرا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔''

فوائد السلوک:

⟵ ......سالک کا عمل اگرچہ تھوڑا ہو، لیکن اچھا ضرور ہو، اخلاص سے بھرا ہوا ہو، صفتِ احسان سے لبریز ہو، سوزِ عشق سے آراستہ و پیراستہ ہو اور استقامت کے ساتھ ہو، اس لیے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ'' [صحیح بخاری، رقم: ٦٤٦٤] (اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے جو استقامت کے ساتھ ہو، چاہے تھوڑا ہو)۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ﴿أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ فرمایا ہے، ''أَكْثَرُ عَمَلًا'' نہیں فرمایا۔

زینتِ ارضی کی حکمت......آزمائشِ خداوندی:

لِنَبْلُوَهُمْ

تاکہ جانچیں لوگوں کو

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خیر و شر کے ساتھ آزماتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات انسان پر کشادگی آتی ہے تو یہ اس کے لیے آزمائش ہے کہ شکر ادا کرتا ہے یا نہیں۔ بعض اوقات پریشانی آجاتی ہے، دیکھا جاتا ہے کہ یہ کس طرح صبر کے دامن کو تھامے رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید میں 14 مقامات پہ ''ابتلاء بالمصائب'' کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ انسان پر پریشانیاں ڈال دی جاتی ہیں۔ اور 21 مقامات پہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو نعمتیں عطا کی جاتی ہیں، یہ بھی ایک آزمائش ہوتی ہے۔

آزمائش بقدرِ دین:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا:

''أَيُ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟''

لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش میں کون ہوتے ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ يُبْتَلَى النَّاسُ عَلَى قَدْرِ دِينِهِمْ فَمَنْ ثَخُنَ دِينُهُ اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَمَنْ ضَعُفَ دِينُهُ ضَعُفَ بَلَاؤُهُ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُصِيبُهُ الْبَلَاءُ حَتَّى يَمْشِيَ فِي النَّاسِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ.)) [صحیح ابن حبان، رقم:۲۹۲۰]

''انبیاء علیہم السلام اور پھر ان سے مشابہت رکھنے والے (سب سے زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں)۔ لوگوں کو ان کے دین کے بقدر آزمایا جاتا ہے جس کا دین جتنا مضبوط ہوتا ہے آزمائش اسی قدر سخت ہوتی ہے اور جس کا دین کمزور ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی کم درجے کی ہوتی ہے اور جس بندے کو آزمائش پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ چلتا لوگوں میں ہے اس حال میں کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

خود نبی علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا:

((مَا أُوذِيَ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوذِيتُ فِي اللّٰهِ.)) [حلیۃ الاولیاء:۶/۳۳۳]

''اللہ کی راہ میں اتنی تکلیفیں کسی کو نہیں دی گئیں، جتنی (تکلیفیں) مجھے دی گئی ہیں۔''

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر کا تکیہ بنائے

کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے شکایت کی:

''اَلا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُوْ لَنَا؟''

''آپ کیوں ہمارے لیے مدد طلب نہیں کرتے، ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ، يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الأَرْضِ، فَيُجْعَلُ فِيهَا، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ، مَا دُوْنَ لَحْمِهِ وَعَظْمِهِ، فَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللّٰهِ لَيَتِمَّنَّ هٰذَا الْأَمْرُ، حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ، لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ، وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ.)) [صحیح بخاری، رقم: ۶۹۴۳]

''تم سے پہلے جو لوگ تھے، ان کو پکڑ کر زمین کھود کر اس میں بٹھایا جاتا اور آرا اُن کے اوپر سے چلا کر ٹکڑے کر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیوں سے اُن کا گوشت اور ہڈیاں چیر دی جاتیں، لیکن یہ برتاؤ ان کو دین سے نہیں روکتا تھا، اللہ کی قسم! یہ دین پورا ہو کر رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا، اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہ ہوگا، اور نہ اپنی بکریوں کے بارے میں کسی بھیڑیے کا ڈر ہوگا، لیکن تم لوگ عجلت سے کام لیتے ہو۔''

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

شیخ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

''اَلْبَلَاءُ بَابٌ بَيْنَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ وَبَيْنَ الْحَقِّ جل جلالہ.'' [موسوعۃ الکسنزان: ۳/۳۶۱]

''آزمائش، عارفین اور اللہ رب العزت کے درمیان وصال کا ایک دروازہ ہے۔''

شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

''اَلْبَلَاءُ هُوَ سِرَاجُ الْعَارِفِيْنَ وَيَقْظَةُ الْمُرِيْدِيْنَ وَهَلَاكُ الْغَافِلِيْنَ.'' [ایضاً]

''آزمائش، عارفین کا چراغ، مریدین کی بیداری اور غافلین کی بربادی ہے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

''اَلْبَلَاءُ هُوَ رَيْحَانُ أَرْوَاحِ الْعَارِفِيْنَ.''

''یہ عارفین کی روح کی مہک ہے۔''

مزید فرماتے ہیں کہ آزمائش تین طرح سے ہوتی ہے:

[1] ...... گناہوں کی سزا کے طور پر۔

[2] ...... گناہوں کی معافی کے طور پر۔

[3] ...... درجات کی بلندی کے طور پر۔

پہلی قسم کی نشانی یہ ہے کہ آزمائش کے وقت صبر کی توفیق چھن جاتی ہے اور بندہ جزع فزع کرتا ہے اور مخلوق کے سامنے شکوے کرتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آزمائش بندے کے لیے سزا ہے۔

دوسری قسم کی نشانی یہ ہے کہ انسان کو صبر جمیل کی توفیق مل جاتی ہے، کوئی شکوے شکایت نہیں ہوتے، کوئی جزع فزع نہیں۔ اس وقت یہ اوامر اور طاعات میں لگ جاتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آزمائش بندے کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

تیسری قسم کی نشانی یہ ہے کہ آزمائش کے وقت بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے، اس کا نفس پورے طور پر مطمئن رہتا ہے اور اس پر سکون واستغراق کی ایک کیفیت ہوتی ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ آزمائش بندے کے درجات کی بلندی کا سبب ہے۔
[دیکھیے: موسوعۃ الکسنز ان: ۳/ ۳۶۲، ۳۶۳]

شیخ احمد رفاعی کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

شیخ احمد رفاعی کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كُلُّ بَلَاءٍ يُقَرِّبُ مِنَ الْمَوْلٰى فَهُوَ فِي الْإِسْمِ بَلْوٰى وَفِي الْحَقِيْقَةِ زُلْفٰى"

"جو پریشانی آپ کو مولا کے قریب کرے وہ نام کی پریشانی ہے، حقیقت میں قرب ہے۔"

"وَكُلُّ بَلَاءٍ يُبْعِدُكَ عَنِ الْمَوْلٰى فَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ بَلْوٰى۔"

"اور جو پریشانی آپ کو اپنے مولا سے دور کرے، وہی حقیقت میں مصیبت ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی آزمایا گیا، لیکن یہ آزمائش درحقیقت قرب کا ذریعہ رہی۔ اور شیطان (ابلیس) کو بھی آزمایا گیا تو وہ لعنت کا ذریعہ رہا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے آزمائش میں پکارا: "حَسْبِيْ رَبِّيْ" (میرا رب میرے لیے کافی ہے)۔ اور ابلیس نے آزمائش میں پکارا تھا: "حَسْبِيْ نَفْسِيْ" (میرا نفس میرے لیے کافی ہے)۔

[ایضاً: صفحہ ۳۶۳]

آزمائش، محبتِ الٰہی کی دلیل:

۞...... حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ لِيَسْمَعَ تَضَرُّعَهُ.)) [الجامع الصغیر، رقم: ۳۵۳]

"اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں، تا کہ اس کی آہ وزاری سنیں۔"

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

((إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ.)) [الجامع الصغیر، رقم:۳۵۴]

''اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اس (کے لوگوں) کو آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

((إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اِبْتَلَاهُ.)) [کنز العمال، رقم:۸۶۶۳]

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتے ہیں۔''

شوہر سے طلاق طلب کرنے کا عجیب واقعہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس بات پر بڑی نظر ہوتی تھی کہ ہمارے اوپر غم اور پریشانیاں آرہی ہیں یا نہیں۔ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت سمجھتے تھے، بھوک اور فاقہ آتا تھا تو خوش ہوتے تھے کہ یہ تو ایسی نعمتیں ہیں جو پروردگارِ عالم اپنے پیاروں کو عطا کیا کرتے ہیں۔ غم اور پریشانی پر خوش ہوتے تھے کہ پروردگار نے ہمیں اپنا سمجھا ہے، اس لیے یہ پریشانی بھیجی ہے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ رات کے وقت گھر کے اندر لیٹی ہوئی تھیں، میاں نے کہا: مجھے پانی لا دیں۔ کہنے لگیں: بہت اچھا! یہ کہہ کر وہ پانی لینے چلی گئیں۔ جب واپس آئیں تو ان کے خاوند کو نیند آچکی تھی۔ اب یہ اللہ کی بندی پانی کا پیالہ لے کر ساری رات انتظار میں کھڑی رہی کہ میاں کی آنکھ کھلے گی تو میں انہیں پانی کا پیالہ پیش کروں گی۔

جب صبح کا وقت ہونے لگا تو ان کی آنکھ کھلی، انہوں نے دیکھا کہ بیوی پانی کا پیالہ

لے کران کے انتظار میں کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے: اچھا! میں تم سے اتنا خوش ہوں کہ تم آج جو بھی مطالبہ کرو گی، میں اسے پورا کر دوں گا۔ صحابیہ کہنے لگیں: اچھا! پھر میرا مطالبہ یہ ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیجیے۔ اب پریشان ہوئے کہ اتنی محبت کرنے والی، اتنی خدمت کرنے والی، اتنی وفادار، اتنی نیک بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور قول بھی میں دے بیٹھا ہوں۔ پوچھنے لگے کہ تم طلاق کیوں چاہتی ہو؟ جواب دیا کہ آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ تم جو مطالبہ کرو گی، میں پورا کروں گا۔ اب اپنے قول کو نبھایئے اور مجھے طلاق دے دیجیے۔ فرمانے لگے: صبح کو ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس جائیں گے اور اپنا مسئلہ پیش کریں گے۔ کہنے لگیں: بہت اچھا!

فجر کی نماز فارغ ہو کر میاں بیوی دونوں چل پڑے، ابھی راستے میں ہی تھے کہ خاوند کا پاؤں کسی روڑے سے اَٹکا اور وہ نیچے گر گئے، ان کے بدن سے کچھ خون نکلا۔ بیوی نے فوراً دوپٹہ پھاڑا اور زخم صاف کر کے پٹی باندھی اور کہنے لگیں کہ چلو گھر واپس چلتے ہیں۔ کہنے لگے: کیوں، مسئلہ نہیں پوچھنا؟ کہنے لگیں: نہیں! مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اب مجھے آپ سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے: یہ کیا بات ہوئی، طلاق مانگی تھی تو بھی مجھے سمجھ نہ آئی، اب مطالبہ چھوڑ رہی ہو تب بھی سمجھ نہیں آ رہی۔ اصل بات کیا ہے؟ بیوی نے کہا: گھر چلیں، وہاں بتاؤں گی۔

جب گھر پہنچے تو خاوند نے بیٹھتے ہی کہا کہ بتائیں، اصل بات کیا تھی؟ کہنے لگیں: آپ نے ہی تو نبی اکرم ﷺ کی حدیث سنائی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتے ہیں تو پریشانیاں اس کی طرف یوں دوڑتی ہیں جس طرح پانی اونچی جگہ سے نیچی جگہ کی طرف جاتا ہے۔ میں آپ کی بیوی ہوں، کتنا عرصہ آپ کے ساتھ گزار چکی ہوں،

میں نے آپ کے گھر میں دولت دیکھی، سکھ دیکھا، آرام دیکھا، خوشیاں دیکھیں، مگر میں نے آپ کے گھر میں کبھی غم اور پریشانی نہیں دیکھی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے دل میں نفاق ہو جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا برتاؤ اپنے پیاروں جیسا نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ میرے آقا ﷺ کی حدیث سچی ہے میں جو کچھ دیکھ رہی ہوں، یہ غلط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ آپ سے طلاق لے لوں۔ لیکن جب راستے میں جاتے ہوئے آپ کو زخم لگا اور پریشانی آئی تو میں نے فوراً سمجھ لیا کہ آپ کے ایمان میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا۔ اب میں ساری زندگی آپ کی بیوی بن کر آپ کی خدمت کروں گی۔ [نزہۃ المجالس: ۱/ ۱۱۸]

فوائد السلوک:

۞ ...... سالک کو یہ بات دل پہ نقش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے رہتے ہیں ''تَارَةً بِالْمَسَارِّ لِيَشْكُرُوْا'' (کبھی خوشیاں عطا فرما دیتے ہیں، تاکہ یہ میرے شکر گزار بندے بنیں) ''وَتَارَةً بِالْمُضَارِّ لِيَصْبِرُوْا'' (اور کبھی پریشانیاں لے آتے ہیں، تاکہ یہ صبر کرنے والے بندے بنیں)۔ تو نعمت کے وقت شکر اور مصیبت کے وقت صبر بڑے دل گردے کا کام ہے۔ چنانچہ شکر، صبر سے ایک مشکل کام ہے، لہٰذا سالک طریقت کے یہ بات پیشِ نظر رہے کہ نعمت، بہت بڑا امتحان ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''بُلِيْنَا بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا، وَ بُلِيْنَا بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِرْ'' [بصائر ذوی التمیز: ۲/ ۲۷۵] (ہمیں فقر و فاقہ میں آزمایا گیا تو ہم نے صبر کر لیا اور جب خوشحالی یعنی مال و دولت کی فراوانی دے کر آزمایا گیا تو ہم صبر نہ کر سکے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مَنْ وُسِّعَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ، فَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّهُ قَدْ مُكِرَ بِهِ، فَهُوَ مَخْدُوعٌ عَنْ عَقْلِهِ'' (جس شخص پر دنیا کے خزانے کھول دیے جائیں اور وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے تو وہ اپنی عقل سے فریب خوردہ ہے)۔[ایضا]

مقصدِ زندگی...... حسنِ عمل:

أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝

کون ان میں اچھا کرتا ہے کام

آیت کی تفسیر بزبانِ نبوت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت ﴿لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ تلاوت فرمائی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا کیا معنی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَقْلًا وَأَوْرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ وَأَسْرَعُكُمْ فِي طَاعَةِ اللهِ.)) [الدرالمنثور:٥/٣١٧]

''تاکہ تم کو آزمائیں کہ کون تم میں سے اچھا ہے عقل (عمل) کے لحاظ سے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے میں کون زیادہ پرہیز کرنے والا ہے اور تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرنے والا ہے۔''

آیت کی تفسیر بزبانِ صحابی:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ''أَحْسَنُ عَمَلًا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''أَحْسَنُ الْعَمَلِ أَخْذٌ بِحَقٍّ وَإِنْفَاقٌ فِيْ حَقٍّ مَعَ الْإِيْمَانِ وَأَدَاءُ الْفَرَائِضِ وَاجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ وَالْإِكْثَارُ مِنَ الْمَنْدُوْبِ إِلَيْهِ.'' [تفسیر قرطبی:۱۰/۳۰۹]

''احسن عمل، ایمان کے ساتھ حق کو پکڑنا اور حق (کی راہ) میں خرچ کرنا ہے، فرائض کو ادا کرنا ہے، محارم سے اجتناب کرنا ہے اور مندوبات (مستحبات) کو کثرت سے کرنا ہے۔''

سطح زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب ہمارے لیے امتحان ہے۔ زمین کی زیب وزینت بھی امتحان ہے، زمین کے اوپر مال بھی امتحان ہے، زمین کے اوپر جمال بھی امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لیے امتحان بنایا کہ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون نیک عمل کرنے والے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے:

((إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ.)) [صحیح مسلم، رقم:۲۷۴۲]

''بے شک دنیا سرسبز وشریں ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ اور نائب بنانے والا ہے پس وہ دیکھتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟''

اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا مانگتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ إِلَّا أَنْ نَّفْرَحَ بِمَا زَيَّنْتَهٗ لَنَا، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ أَنْ أُنْفِقَهٗ فِيْ حَقِّهٖ.'' [تفسیر قرطبی:۱۰/۳۰۸]

''اے اللہ! یقیناً ہم استطاعت نہیں رکھتے، مگر اس کی کہ ہم اس سے فرحت وسرور حاصل کریں جسے تُو نے ہمارے لیے آراستہ اور مزین فرمایا ہے، اے اللہ! بلاشبہ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میں اسے اس کے حق میں خرچ کروں۔''

زہد کی تعریف:

زہد کے متعلق مشائخ نے بہت باتیں ارشاد فرمائی ہیں اور ہر ایک نے اپنے ذوق،

حال اور مشاہدہ کے لحاظ سے اس کی تعریف کی ہے۔ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۞...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اَلزُّهْدُ: اَلرِّضَا بِالْقَلِيْلِ'' (زہد، کہتے ہیں: کم چیز پر راضی ہوجانا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ﴾ [یوسف:۲۰] (اور یہ لوگ اس سے بے رغبت تھے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی تھوڑی قیمت پر خوش تھے)۔

۞...... حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اَلزُّهْدُ: قِصَرُ الْأَمَلِ، لَيْسَ بِأَكْلِ الْغَلِيْظِ وَلَا لُبْسُ الْعَبَاءَةِ'' (زہد، نام ہے اُمیدوں کے کم ہونے کا، نہ کہ معمولی کھانا اور گدڑی [پرانا پیوند لگا لباس] پہننا)۔

زہد کی علامات:

۞...... ابن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عَلَامَةُ الزُّهْدِ وُجُوْدُ الرَّاحَةِ فِي الْخُرُوْجِ مِنَ الْمِلْكِ'' (زہد کی علامت یہ ہے کہ انسان، مال و دولت کے اپنی ملک سے نکلتے وقت راحت محسوس کرے)۔

۞...... نیز فرمایا: ''هُوَ سُلُوُّ الْقَلْبِ عَنِ الْأَسْبَابِ، وَنَفْضُ الْأَيْدِيْ عَنِ الْأَمْلَاكِ'' (دل کا اسباب کو بھول جانا اور جائیدادوں سے ہاتھ جھاڑ دینا، زہد کی علامت ہے)۔

۞...... حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''هُوَ خُلُوُّ الْقَلْبِ عَمَّا خَلَتْ مِنْهُ الْيَدُ'' (جو چیز ہاتھ میں نہیں ہے دل میں اس کا خیال نہ آنا، زہد کہلاتا ہے)۔

۞...... عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تَرْكُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ'' (دینار اور درہم [مال پیسے] کو ترک کر دینے کا نام زہد ہے)۔

⇦ ......ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تَرْكُ مَا شَغَلَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی'' (ہر اُس چیز کو چھوڑ دینا، جو اللہ سے غافل کرنے والی ہو۔ اس کو زہد کہتے ہیں)۔

زہد کے درجات:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہد کے تین درجے ہیں:

1 ......حرام کو چھوڑ دینا، (یہ عوام کا زہد ہے)۔

2 ......حلال میں سے ضرورت سے زائد کو چھوڑ دینا، (یہ خواص کا زہد ہے)۔

3 ......اللہ سے غافل کرنے والی ہر چیز کو چھوڑ دینا، (یہ عارفین کا زہد ہے)۔

زہد سے متعلق چھ چیزیں:

زہد کا تعلق چھ چیزوں سے ہے، جب تک بندہ ان چیزوں کے معاملے میں زہد اختیار نہ کرلے، اس کو زاہد نہیں کہا جا سکتا۔ وہ چھ چیزیں مندرجہ ذیل ہیں:

|1| مال و دولت۔ |2| شکل وصورت۔ |3| سرداری۔ |4| لوگ۔ |5| انسان کا اپنا نفس۔ |6| اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز۔

زہد کے سلسلے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ:

زہد کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ ان چیزوں (مال و دولت وغیرہ) کو اپنی ملک سے ہی نکال پھینکے، اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے والد حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے زمانے کے سب سے بڑے زاہد تھے لیکن مال و دولت، بیویاں اور بہت ساری اشیاء ان کی ملکیت میں تھیں، اسی طرح ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق تمام انسانوں سے بڑے زاہد تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بیویاں تھیں۔ حضرت عثمان، علی، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا شمار زاہدین میں ہوتا ہے جبکہ ان کے پاس مال کثیر ہوا کرتا

تھا، یہی معاملہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ پھر ان کے بعد سلف صالحین میں سے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی زاہدین میں سے ہیں، اگرچہ ان حضرات کے پاس بھی مال و دولت کی فراوانی ہوا کرتی تھی۔

زہد کے بارے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

زہد کے متعلق حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پیاری بات ارشاد فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

زہد، حلال کو حرام قرار دینا اور مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ زہد کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے ہاتھ میں موجود چیز سے زیادہ اعتماد اس پر کرے جو اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جب کوئی مصیبت پہنچ جائے تو اس پر ثواب کی امید اس سے زیادہ رکھے کہ جتنی وہ اس مصیبت کے نہ پہنچنے کی صورت میں رکھتا تھا۔

نکتہ:

بعض مشائخ صوفیاء فرماتے ہیں:

''وَتَنَاوُلُهٗ مِنْهَا يَكُوْنُ كَتَنَاوُلِ الْمُضْطَرِّ لِلْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيْرِ.''

اس دنیا (کو مردار سمجھتے ہوئے اس) میں سے اتنی مقدار میں لیا جا سکتا ہے جتنا حالتِ اضطرار میں کوئی بندہ مردار، خون اور خنزیر کے گوشت میں سے اپنی جان بچانے کے لیے لے سکتا ہے۔

متعلقِ زہد کے بارے میں صوفیاء کا اختلاف:

زہد کا تعلق حلال چیزوں سے ہے یا حرام اشیاء سے؟ اس سلسلے میں صوفیاء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ:

1۔ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ زہد حلال چیزوں میں ہوسکتا ہے، اس لیے کہ حرام کو چھوڑنا تو ویسے بھی فرض ہے۔

2۔ دوسری جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ زہد صرف حرام اشیاء میں ہی ہوسکتا ہے۔ اور جو حلال چیزیں ہیں وہ تو بندوں کو اللہ نے اپنی نعمت کے طور پر دی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنی عطا کی ہوئی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔ چنانچہ بندہ حلال چیزوں کو استعمال کر کے اللہ کا شکر ادا کرے گا اور اللہ کی اطاعت پر مدد طلب کرے گا اور ان کو جنت میں جانے کے لیے ذریعہ بنائے گا۔ اور یہ چیز تو ان میں زہد اختیار کرنے، ان سے الگ تھلگ رہنے اور اسباب سے بالکل کٹ جانے سے زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔

لب لباب: ٢

مندرجہ بالا تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں انسان کو اللہ کی ذات سے غافل کرنے لگ جائیں تو ان میں زہد اختیار کرنا افضل ہے، اور اگر یہ اس کو ذاتِ باری تعالیٰ سے غافل نہ کرسکیں، بلکہ ان کو استعمال کر کے بندہ اللہ کا شکر ادا کرنے والا بن جائے تو یہ سونے پر سہاگا ہو جائے گا۔

زہد کے متعلق قرآن کا موقف: ١

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو دنیا کے معاملے میں زہد اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے، اس کے گھٹیا پن، قلت، انقطاع اور جلدی فنا ہونے کے متعلق خبردار کیا اور اس کے برعکس آخرت کی طرف توجہ دلائی ہے، اس کی عظمت، مرتبت، ہمیشہ رہنا اور اس کے جلد سامنے آنے کی خبر دی ہے۔ قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں:

1 ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾[الحدید:۲۰]

''جان رکھو کہ دنیا کی زندگانی یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتات ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی جیسے حالت ایک مینہ کی جو خوش لگا کسانوں کو اس کا سبزہ پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے روندا ہوا گھاس۔ اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور معافی بھی ہے اللہ سے اور رضامندی اور دنیا کی زندگانی تو یہی ہے مال دغا کا۔''

2 ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝﴾[الکہف:۴۵،۴۶]

''اور بتلا دے ان کو مثل دنیا کی زندگی کی، جیسے پانی اتارا ہم نے آسمان سے پھر رلا ملا نکلا اس کی وجہ سے زمین کا سبزہ۔ پھر کل کو ہو گیا چورا چورا ہوا میں اڑتا ہوا۔ اور اللہ کو ہے ہر چیز پر قدرت۔ مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کی زندگی میں اور باقی رہنے والی نیکیوں کا بہتر ہے تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر ہے توقع۔''

3۔۔۔۔۔۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾﴾ [طٰہٰ: ۱۳۱]

''اورمت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو، رونق دنیا کی زندگی کی، ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی۔''

فوائد السلوک: (۱)

۔۔۔۔۔۔حسنِ عمل یہ ہے کہ انسان دنیا کی چیزوں میں زہد اختیار کرے۔ یعنی تھوڑے پر اللہ کا شکر ادا کرے اور قناعت کی دولت اپنائے رکھے کہ اس سے بڑی کوئی دولت نہیں۔ اور دنیا کے مال و متاع کو معرفتِ الٰہی کے حصول میں خرچ کرے، حقوق العباد باحسن طریقے ادا کرے، دنیا کی نعمتوں کو شہواتِ نفسانیہ اور اغراضِ شیطانیہ میں ہرگز خرچ نہ کرے، جیسا کہ خواہش پرستوں کا شیوہ ہے۔

۔۔۔۔۔۔حسنِ عمل میں یہ بھی داخل ہے کہ مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے انوارِ جلال و جمال کے مشاہدہ کا آئینہ بنائے۔ اس کی مادیت میں ہرگز دل نہ اٹکائے کہ یہ تو مچھر کا پر ہے، مکڑی کا گھر ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ'' [جامع ترمذی، حدیث: ۲۳۲۰] (اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا)۔

۔۔۔۔۔۔ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسنِ عمل یہ ہے کہ تمام مخلوقات سے بے التفاتی

کرے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''اَلدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ وَ مَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهٗ، لَهَا یَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ وَعَلَیْهَا یُعَادِیْ مَنْ لَا عِلْمَ عِنْدَهٗ'' [البحر المدید: ۴/۱۴۱] (دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں کوئی گھر نہیں، دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں کوئی مال نہیں، اس کو وہی جمع کرتا ہے جس کی کوئی عقل نہیں، اس پر وہی مرتا ہے جو اس کی حقیقت کو نہیں جانتا)۔

۞...... بعض نے کہا ہے کہ اہل معرفت و محبت زینت ارض ہیں اور حسنِ عمل، ان کی طرف احترام کے ساتھ نظر کرنا ہے۔

۞...... شیخ سہل بن عبداللہ التستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حُسْنُ الْعَمَلِ: اَلْاِسْتِقَامَةُ عَلَیْهِ بِالسُّنَّةِ'' [موسوعۃ الکنز ان: ۱۶/۲۸۹] (حسنِ عمل یہ ہے کہ وہ سنت طریقے سے کیا جائے اور اس پر استقامت اختیار کی جائے)۔

۞...... شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عَلَیْكَ بِحُسْنِ الْعَمَلِ لَا بِكَثْرَتِهٖ، كَثْرَةُ الْعَمَلِ مَعَ عَدَمِ الْحُسْنِ فِیْهِ كَالثِّیَابِ الْكَثِیْرَةِ الْوَضِیْعَةِ الثَّمَنِ وَقِلَّةُ الْعَمَلِ مَعَ حُسْنِهٖ كَالثِّیَابِ الْقَلِیْلَةِ الرَّفِیْعَةِ الثَّمَنِ'' [موسوعۃ الکنز ان: ۱۶/۲۸۹] (تم اچھے عمل کیا کرو [اگرچہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں] نہ یہ کہ عمل زیادہ ہوں، اس لیے کہ حسن کے بغیر کیے گئے زیادہ عمل ان بہت سارے کپڑوں کی مانند ہوتے ہیں جن کی قیمت بہت کم ہوتی ہے، جبکہ تھوڑے اچھے عمل ان تھوڑے سے کپڑوں کی مانند ہوتے ہیں جو قیمت کے اعتبار سے بہت مہنگے ہوتے ہیں)۔

﴿وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا ۝۸﴾

اور یہ بھی یقین رکھو کہ رُوئے زمین پر جو کچھ ہے ایک دن ہم اسے ایک سپاٹ میدان بنا دیں گے۔

دنیا کی فنائیت کا بیان: (۱)

وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ اس پر ہے میدان چھانٹ کر

﴿صَعِيْدًا﴾ کا ایک معنیٰ ہے: مٹی۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ [النساء: ۴۳] (تو پاک مٹی سے تیمم کرلو)۔ رُوئے زمین اور میدان کو بھی کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین پر جو کچھ ہے ہم اس کو بالکل صاف میدان بنا دینے والے ہیں۔ یہ چند دن کی بات ہے، اس کے بعد ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہر چیز مٹ جائے گی، یہ سب مٹی کی ڈھیری بن جائے گی اور اللہ تعالیٰ زمین کو چٹیل میدان بنادیں گے۔ زمین پر جو درخت نظر آرہے ہیں اور جو عمارتیں نظر آرہی ہیں، یہ سب ختم ہونے والی چیزیں ہیں، ان سے دل لگانا بے وقوفی کی بات ہے۔

فوائد السلوک: (۱)

❁...... جس طرح دنیا کی زیب وزینت کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے اسی طرح ان کا فنا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے۔ چنانچہ سالک کو چاہیے کہ دنیا کی زیب وزینت میں غور وفکر کر کے معرفت کو حاصل کرلے اور اگر دل ان کی طرف مائل ہونے لگے تو لا الٰہ کی تلوار سے ان کو فنا کردے۔ سالک کو ہر وقت یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ دنیا کی ظاہری ٹھاٹھ باٹھ فناء ہونے والی ہے۔

عشق کی آتش کا جب شعلہ اُٹھا
ما سوا معشوق سب کچھ جل گیا
تیغِ لا سے قتلِ غیرِ حق ہوا

دیکھیے پھر بعد اس کے کیا بچا
پھر بچا اللہ ، باقی سب فنا
مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

ماقبل سے ربط:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کا قصہ شروع فرمایا۔ اس سورت میں اللہ رب العزت نے کچھ ایسے نوجوانوں کا تذکرہ کیا جنہوں نے اپنا ایمان بچانے کے لیے اپنے گھر اور وطن کو چھوڑا اور انہوں نے ایک کہف (بڑے غار) کے اندر پناہ لی۔
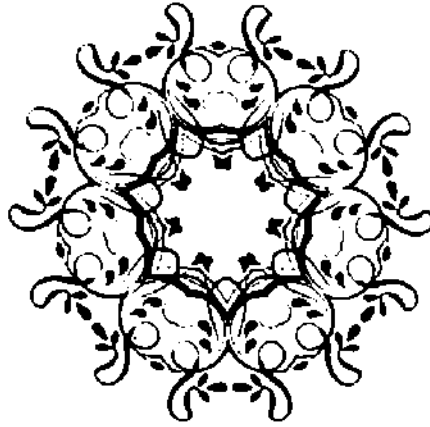
قصۂ اصحابِ کہف کے چار مناظر

پہلا منظر: ①

اصحابِ کہف کے زمانے میں قوم بت پرست تھی، ایک روز ان کی قوم اپنے کسی مذہبی میلے کے لیے شہر سے باہر نکلی، جہاں ان کا سالانہ اجتماع ہوتا تھا، وہاں جا کر یہ لوگ اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کرتے اور ان کے لیے جانوروں کی قربانی دیتے تھے۔ ان کا ایک بادشاہ تھا دقیانوس (Decius)، وہ خود بھی بت پرست تھا... اپنی رعایا کو زبردستی بت پرستی پر آمادہ کرتا تھا اور جو شخص اس کی بات نہ مانتا تو وہ اسے قید کروا کے سزا دلواتا تھا۔

اس سال جبکہ پوری قوم اس میلے میں جمع ہوئی تو یہ نوجوان (اصحابِ کہف) بھی وہاں پہنچے۔ جب انہوں نے اپنی قوم کی حرکتیں دیکھیں کہ یہ تو اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا سمجھتے ہیں، ان کی عبادت اور ان کے لیے قربانی کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو عقلِ سلیم عطا فرمائی، جس کے نتیجے میں یہ قوم کی ان احمقانہ

حرکات سے متنفر ہو گئے اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ عبادت تو صرف اس ذات کی ہونی چاہیے جس نے زمین و آسمان اور ساری مخلوقات پیدا فرمائی ہیں۔

یہ خیال بیک وقت ان چند نوجوانوں کے دل میں آیا، اور ان میں سے ہر ایک نے قوم کی اس احمقانہ عبادت سے بچنے کے لیے اس جگہ سے ہٹنا شروع کیا، ان میں سب سے پہلے ایک نوجوان مجمع سے دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا، اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا، اسی طرح پھر تیسرا اور چوتھا آدمی آتا گیا اور درخت کے نیچے بیٹھتا گیا، ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو نہ پہچانتا تھا اور نہ ہی یہ جانتا تھا کہ یہاں کیوں آیا ہے۔ ان کو در حقیقت اس قدرت نے یہاں جمع کیا تھا، جس نے ان کے دلوں میں ایمان پیدا فرمایا۔

یہ نوجوان موحد تھے اور وقت کے پیغمبر کا کلمہ پڑھنے والے تھے۔ چونکہ یہ اللہ پر ایمان رکھنے والے تھے، اس لیے ان کو بھی ڈرایا اور دھمکایا گیا کہ اگر تم قوم کے دین پر عمل نہیں کرو گے تو تمہیں سزا ملے گی۔

ایک ناقابلِ فراموش حقیقت:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ لوگ تو باہمی اجتماع کا سبب قومیت اور جنسیت کو سمجھتے ہیں، مگر حقیقت وہ ہے جو صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ در حقیقت اتفاق و افتراق، اوّل اَرواح میں ہوتا ہے، اس کا اثر اس عالم کے ابدان میں پڑتا ہے، جن روحوں کے درمیان ازل میں مناسبت اور باہمی توافق ہوا، وہ یہاں بھی باہم مربوط اور ایک جماعت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور جن میں یہ مناسبت اور باہمی اتفاق نہ ہوا، بلکہ وہاں علیحدگی رہی تو ان میں یہاں بھی علیحدگی رہے گی۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

((اَلْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.))

[صحیح بخاری، رقم: ۳۳۳۶]

"تمام ارواح کے لشکر ایک جگہ جمع تھے، بس جس جس روح میں وہاں پہچان ہوگئی یہاں بھی ان میں باہم دوستی ہوگی اور جس جس میں وہاں پہچان نہ ہوئی تو یہاں بھی بیگانگی رہے گی۔"

اسی واقعہ کی مثال کو دیکھو کہ کس طرح الگ الگ ہر شخص کے دل میں ایک ہی خیال پیدا ہوا، اس خیال نے ان سب کو غیر شعوری طور پر ایک جگہ جمع کر دیا۔

[تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۲۰۳]

دوسرا منظر:

اب وہ اپنی جان بچانے کے لیے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے...... اپنے گھر بار کو چھوڑنا، وطن اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر دین کے لیے چلے جانا، یہ بڑی قربانی ہوتی ہے...... چنانچہ ان نوجوانوں نے بڑی قربانی دی۔

اللہ کی شان دیکھیں کہ جب وہ چلے تو ایک کتا بھی ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ وہ ایک پہاڑ پر پہنچے جہاں ایک کہف (بڑا غار) تھا۔ وہ چھپنے کی ایک بڑی جگہ تھی۔ جب وہ اس غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ یہ وہاں سوئے رہے، سوئے رہے۔ حتیٰ کہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کی کروٹیں بدلتے رہے اور کتا اس کہف کے دروازے پر بیٹھ کر پہرہ دیتا رہا۔

تیسرا منظر:

جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہمیں سوئے ہوئے

کتنی دیر گزری ہے؟ انہیں یوں لگ رہا تھا کہ ایک دن گزرا ہے یا دن کا کچھ حصہ گزرا ہے، وہ نہیں جانتے تھے کہ تین سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس وقت انہیں بھوک لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک بندہ چلا جائے اور شہر سے کھانا لے کر آئے۔ اگر زیادہ بندے جائیں گے تو لوگوں کو ہمارا پتہ چل جائے گا کہ یہ کون لوگ ہیں، اس طرح ہمارے لیے ایمان کی حفاظت مشکل ہو جائے گی۔ اس لیے ایک بندے کو ہی بھیجیں، کیونکہ ایک بندے کا چھپ کر چیز لے آنا آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک بندے کو بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔

اور بھیجتے وقت اس بندے کو نصیحت بھی کی کہ تم جا رہے ہو، کوئی جھگڑے والی بات نہ کرنا اور جس سے بات کرنی ہو، وَلْيَتَلَطَّفْ نرمی سے بات کرنا۔ اور پھر اس کو یہ بھی کہا کہ جانا تو حلال کھانا لے کر آنا۔ اس بات کو دیکھنا کہ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔

چوتھا منظر:

جب وہ بندہ شہر میں پہنچا تو اسے ایک جگہ پر کھانے کا ہوٹل نظر آیا۔ اس نے وہاں سے کھانا خریدا۔ اور جب پیسے دینے کا وقت آیا تو اس نے اپنے وقت کے سکے نکال کر دیے۔ وہ سکے دیکھ کر ہوٹل والا حیران ہو گیا کہ یہ یہاں کی کرنسی تو نہیں ہے...... وہ کرنسی تو تین سو سال پہلے کی تھی اور یہ بندہ اب اس کو دے رہا تھا۔ اچھا! دینے والے کو بھی پتا نہیں تھا کہ تین سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ ہم کل ہی تو گھر سے آئے ہیں اور یہ نقدی جو میں اس کو دے رہا ہوں، یہ چلتی ہے...... ہوٹل والے نے پوچھا: تمہیں یہ پیسے کہاں سے ملے ہیں؟ کیا کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے؟ اس نے کہا:

ایسی کوئی بات نہیں۔ پوچھا: پھر تمہیں یہ سکے کہاں سے ملے؟ اب اس کو بتانا پڑ گیا کہ جی! ہم تو گھر سے ایمان بچانے کے لیے نکلے تھے، ایک غار میں پہنچے اور وہاں تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو ہمیں بھوک لگی ہوئی تھی، چنانچہ ساتھیوں نے مجھے کھانا لینے کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ بہت پرانے سکے ہیں۔ ہوٹل والے نے لوگوں کو بتایا۔ وہ سب لوگ اس کے ساتھ گئے اور انہوں نے جا کر اس جگہ کو دیکھا۔ اس طرح سب لوگوں کو اصحابِ کہف کا پتا چل گیا۔ اللہ کی شان کہ جب وہ کھانا لے کر گیا تو اس کو اپنے ساتھیوں سمیت دوبارہ سُلا دیا گیا۔

سبحان تیری قدرت!

دراصل اللہ تعالیٰ اپنی قدرت دکھانا چاہتے تھے کہ لوگو! تم سمجھتے ہو کہ قیامت کے دن ہمیں کوئی زندہ نہیں کر سکے گا، میں دنیا میں ہی دکھا دیتا ہوں کہ میں جس کو چاہوں تین سو سال سلا دوں اور ان تین سو سالوں میں ان کا جسم بھی خراب نہ ہو اور پھر میں اس کو جگانا چاہوں تو اس کو جگا بھی سکتا ہوں۔ اور جس طرح سُلانا اور جگانا میرے اختیار میں ہے اسی طرح موت دینا اور پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنا بھی میرے اختیار میں ہے۔

انقلابِ زمانہ:

اللہ کی شان دیکھیں کہ جب وہ لوگ اُٹھے تھے اس وقت جو بادشاہ تھا وہ ایمان والا تھا۔ وہ اللہ کو ماننے والا تھا۔ ان لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ وہ اللہ کو ماننے والا ہے اور وہ بھی نیک آدمی ہے۔ اس وقت پوری قوم ایمان والی بن چکی تھی۔ جب سوئے تھے تو قوم کافر تھی اور جب تین سو سال بعد جاگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حالات بدل دیے تھے اور پوری قوم ایمان والی بن چکی تھی۔

پھر اس وقت کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ہم ان لوگوں (اصحابِ کہف) کے لیے کوئی نشانی بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کہف (غار) کے دروازے پر ایک مسجد بنادی۔

اللہ رب العزت نے یہ واقعہ قرآن مجید میں اُتار دیا، تاکہ مشرکین کو ان کا جواب مل جائے۔ عجیب بات یہ ہے کہ مشرکین کو جواب تو مل گیا، مگر نہ وہ خود ایمان لائے اور نہ ہی یہودیوں کو ایمان لانے کی توفیق ہوئی۔ اس لیے کہ جو سوال پوچھنے والے ہوتے ہیں وہ ایمان سے محروم ہوتے ہیں، ان کو کچھ نہیں ملتا۔

﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨﴾
کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے لوگ، ہماری نشانیوں میں سے کچھ (زیادہ) عجیب چیز تھے؟

قصۂ اصحابِ کہف میں تنبیہ:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ

کیا تُو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے

ماقبل کے ساتھ ربط:

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زینت کا بیان فرمایا اور اچھی طرح سمجھایا کہ زینت دنیا ایک آزمائش ہے چنانچہ اس کے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اب ان آیات مبارکہ میں ایسے متوالوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو جوانی، دیوانی اور مستانی کے باوجود دنیا کی زینت میں پڑنے کی بجائے رب السماوات والارض کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی محبت میں سب کچھ قربان کر دیا۔

آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف کا واقعہ ہمارے عجائباتِ قدرت میں سے ایک ہے۔ اس کو اتنا تعجب ناک آپ سمجھ رہے ہیں جیسے یہود نے کہا ہے، حالانکہ ہمارے اور بہت سارے عجائباتِ قدرت ہیں جو اس سے زیادہ تعجب ناک ہیں، جیسے آسمان و زمین، سورج، چاند، ستارے، جبال و اشجار، نباتات و حیوانات اور بحار و معادن۔ ان کی پیدائش اصحابِ کہف کے واقعے سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ بہرحال پھر بھی ہم آپ کو ان کا واقعہ بیان کر دیتے ہیں۔ جیسے اس کی تفصیل (ان شاء اللہ) آگے آ رہی ہے۔

قرآن مجید میں ''حساب'' کا 7 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''حساب'' 7 طرح استعمال ہوا ہے:

- ...... کثرت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾ [النبا:۳۶]
- ...... اجر اور ثواب کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلٰى رَبِّيْ﴾ [الشعراء:۱۱۳]
- ...... عقوبت اور عذاب کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾ [النبا:۲۷]
- ...... نگہبان کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ [النساء:۸۶]
- ...... اللہ رب العزت کے سامنے حساب کے لیے پیش ہونے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ [ابراہیم:۴۱]

5 ...... عدد/تعداد کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ﴾ [یونس:5]

6 ...... احسان کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿یُرۡزَقُوۡنَ فِیۡهَا بِغَیۡرِ حِسَابٍ﴾ [غافر:40]

[بصائر ذوی التمییز: 2/260،261]

لفظ ''اصحاب'' کی تحقیق: (1)

أَصْحَاب، صَاحِبٌ کی جمع ہے، اس کا معنی ''ساتھی'' ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال 5 طرح سے ہے:

1 ...... جنس کے لیے۔ ﴿وَمَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ﴾ [التکویر:22] (اور یہ تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں)۔

2 ...... صحبت میں رہنے والے کے لیے۔ ﴿اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ﴾ [التوبۃ:40] (جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا)۔

3 ...... رہنے والے کے لیے۔ ﴿اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ فٰکِهُوۡنَ﴾ [یٰس:55] (تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک مشغلہ میں ہیں باتیں کرتے)۔

4 ...... ہم خیال رفیق اور دوست کے لیے۔ ﴿اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ وَالرَّقِیۡمِ﴾ [الکہف:9] (کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے)۔

5 ...... کسی کام پہ نگران اور متصرف کے لیے۔ ﴿وَمَا جَعَلۡنَاۤ اَصۡحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَةً﴾ [المدثر:31] (اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر داروغہ وہ فرشتے ہی ہیں)۔

[بصائر ذوی التمییز: 3/147]

لفظ اَلْکَہْف کی تحقیق:

حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلْکَہْفُ کَالْغَارِ فِی الْجَبَلِ إِلَّا أَنَّہٗ وَاسِعٌ فَإِذَا صَغُرَ فَہُوَ غَارٌ."

[تفسیر بصائر ذوی التمییز: ۴/۳۹۷]

"کہف" کہتے ہیں بڑے غار کو۔ کئی ایسی جگہیں ہوتی ہیں جن کے اِردگرد چار دیواری ہوتی ہے یا اونچائی ہوتی ہے۔ جگہیں کھلی ہوتی ہیں، مگر وہ باہر کی دنیا سے چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ تو جو بڑی جگہ ہوگی اس کو "کہف" کہیں گے اور جو چھوٹی جگہ ہوگی اس کو "غار" کہیں گے۔ غار تو ہم جانتے ہی ہیں کہ وہ چھوٹی جگہ ہوتی ہے اور چھپی ہوئی ہوتی ہے، آپ یوں ہی سمجھ لیں کہ بڑے غار کو "کہف" کہتے ہیں۔

"رقیم" کی لغوی تحقیق:

"رَقِیْم" کا لفظ "رَقْمٌ" سے ہے۔ "رَقْمٌ" قرآن پاک کا لفظ ہے جس کا معنی ہے، "لکھنا"۔ یہ لفظ اُردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہم اُردو میں رقم نمبر بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قلم کو عربی زبان میں "مِرْقَمٌ" (لکھنے کا آلہ) کہتے ہیں۔

"رَقِیْم" اصل میں ایک پلیٹ تھی جس پر قوم نے اصحابِ کہف کے بارے میں کچھ لکھ کر غار کے دروازے پر لگا دیا تھا...... جیسا کہ آج کل لوگ گھروں کے باہر پلیٹیں لکھ کر لگا دیتے ہیں...... اسی طرح اس زمانے میں بھی ایک پتھر پر کچھ لکھ کر لگا دیا گیا تھا۔ پتھر کی اس پلیٹ کو "رَقِیْم" کہا گیا۔ وہ (نوجوان) اس غار کی وجہ سے "أَصْحَابُ الْکَہْف" کہلائے اور دروازے پر جو پلیٹ لگا دی گئی تھی اس کی وجہ سے "أَصْحَابُ الرَّقِیْم" کہلائے۔ یوں ان کو "أَصْحَابُ الْکَہْفِ وَالرَّقِیْم" کہا گیا۔

اَلرَّقِیْم سے کیا مراد ہے؟

اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں:

- ......اصحابِ کہف کی بستی کا نام ہے۔
- ......اصحابِ کہف کے پہاڑ کا نام ہے۔
- ......اصحابِ کہف کے کتے کا نام ہے۔
- ......اصحابِ کہف کی وادی کا نام ہے۔
- ......سیسے کی اس تختی کا نام ہے، جس میں ان کا نام، نسب، دین اور جہاں سے بھاگے تھے، سب کچھ درج کیا گیا تھا۔
- ......دوات اور تختی کو کہتے ہیں۔

[تفسیر بصائر ذوی التمیز: ۳/۹۵]

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ کسی ایسی چیز کا نام ہے جس میں ان کے بارے میں معلومات لکھی ہوئی تھیں، چاہے وہ کوئی تختی ہو یا کوئی اور چیز۔ ○

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ کی تحقیق:

قصص القرآن میں مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ نے اس بات کو اختیار فرمایا

○......قَالَ الطَّبَرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي تَفْسِيرِهٖ: ۹/۲۲۲: "وَ أَوْلَى هٰذِهِ الْأَقْوَالِ بِالصَّوَابِ فِي الرَّقِيْمِ أَن يَّكُوْنَ مَعْنِيًّا بِهٖ: لَوْحٌ، أَوْ حَجَرٌ، أَوْ شَيْءٌ كُتِبَ فِي كِتَابٍ...... وَ وَافَقَهُ ابْنُ كَثِيْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي تَفْسِيرِهٖ: ۳/۷۵ بِقَوْلِهٖ: وَ هٰذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْآيَةِ، وَ هُوَ اخْتِيَارُ ابْنِ جَرِيْرٍ.

ہے کہ ''الرَّقِیم'' ایک شہر کا نام ہے۔①

متکلم اسلام امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کا موقف:

امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''الرَّقِیم'' کی تحقیق کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا فرضِ منصبی معانیٔ قرآن کو بیان کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کسی حدیث میں کوئی بھی تعیین نہیں فرمائی کہ یہ غار کہاں پر ہے۔ اور اکابر صحابہ و تابعین نے اسی قرآن اسلوب کی بنا پر ایسے معاملات میں ضابطہ کار یہ قرار دیا ہے: ''أَبْهِمُوْا مَا أَبْهَمَهُ اللّٰهُ'' (جس غیر ضروری چیز کو اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا، تم بھی اسے پوشیدہ رہنے دو کہ اس میں بحث و تحقیق کچھ مفید نہیں)۔②

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

''ہم نے دارا اور سکندر کا قصہ نہیں پڑھا، ہم سے تو محبت و وفا کا قصہ پوچھو۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا موقف:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قَدْ أَخْبَرَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِذٰلِكَ وَ أَرَادَ مِنَّا فَهْمَهُ وَتَدَبُّرَهُ وَ لَمْ يُخْبِرْنَا بِمَكَانِ هٰذَا الْكَهْفِ فِي أَيِّ الْبِلَادِ مِنَ الْأَرْضِ، إِذْ لَا فَائِدَةَ لَنَا فِيْهِ وَ لَا قَصْدَ شَرْعِيٍّ'' [تفسیر ابن کثیر: ۳/۷۵] (اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصحابِ کہف کے ان حالات کی خبر دی جن کا ذکر قرآن میں ہے، تا کہ ہم ان کو سمجھیں اور ان میں تدبر کریں۔ اور اس کی خبر نہیں دی کہ یہ کہف کس زمین اور کس شہر میں ہے، کیونکہ اس میں ہمارا کوئی

①......[تفصیل کے لیے دیکھیے قصص القرآن: ۳/۱۶۷]

②......[وَ لَيْسَ بِنَا إِلَى مَعْرِفَةِ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ حَاجَةٌ لَنَا نَحْتَاجُ لَهُمْ أَنْ [illegible]: ۳/۲۱۱]

فائدہ نہیں اور نہ کوئی شرعی مقصد اس سے متعلق ہے)۔

عجائب قدرت: ①

كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا⑨

ہماری قدرتوں میں عجب اچنبھا تھے؟

یہودی اصحاب کہف کے واقعے کو بڑا تعجب خیز سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کی تردید کردی کہ یہ واقعہ اتنا قابلِ تعجب نہیں، کیونکہ اس سے بڑے بڑے تعجب خیز واقعات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے گزرے ہیں۔

قرآن مجید میں ''آیۃ'' اور ''آیات'' کا استعمال: ①

قرآن مجید میں کبھی ''آیۃ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور کبھی ''آیات'' کا لفظ۔ دونوں لفظوں کا استعمال قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کی نشانی ہے۔ مقام اور حال کے اعتبار سے کبھی ''آیۃ'' کا لفظ استعمال ہوجاتا ہے اور کبھی ''آیات'' کا لفظ۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً﴾ [المومنون:۵۰] (اور بنایا ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی)۔ یہاں پر ''آیتین'' نہیں فرمایا کہ ماں بیٹا دو نشانیاں ہیں، بلکہ دونوں کو ایک نشانی قرار دیا کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے ایک نشانی ہے۔ اس لیے ان کے لیے ایک لفظ ''آیۃ'' استعمال فرمایا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا﴾ [الاسراء:۵۹] (اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو)، یہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس آیت مبارکہ کے بارے میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ ''آیات'' سے ٹڈی، جوئیں اور مینڈک وغیرہ مراد ہیں جو پچھلی اُمتوں پر بھیج دی گئی تھیں۔ اب یہاں پر ڈرانے کے طور

پر فرمایا جا رہا ہے کہ ہم ان نشانیوں کو بھیجتے ہیں، تا کہ لوگ ڈر جائیں۔

[بصائر ذوی التمییز: ۲/ ۶۴]

قرآن مجید میں ''آیت'' کا 5 معانی میں استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''آیت'' 5 معانی میں استعمال ہوا ہے:

1...... تکوینی نشانی کے معنیٰ میں۔ جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [الروم: ۲۲]

2...... تنزیلی نشانی کے معنیٰ میں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ﴾ [آل عمران: ۷]

3...... انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کے معنیٰ میں۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا﴾ [القصص: ۳۶]

4...... عظیم الشان نشانی کے معنیٰ میں۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً﴾ [المومنون: ۵۰]

5...... امر اور نہی کے معنیٰ میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷]

[بصائر ذوی التمییز: ۲/ ۶۵ بتصرف]

قرآن مجید میں ''آیت'' کی 12 اقسام:

''آیۃ'' کے پانچ معانی کی بنیاد پر قرآن میں ''آیات'' کی 12 اقسام بنتی ہیں:

1...... بیان اور حکمت پر مشتمل آیت۔ جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا﴾ [البقرۃ: ۱۵۱]

۲ ...... مدد اور نصرت کی آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ﴾ [آل عمران: ۱۳]

۳ ...... قیامت کی آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا﴾ [القمر: ۲]

۴ ...... آزمائش اور تجربہ کی آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ﴾ [سبا: ۱۵]

۵ ...... وہ آیت جس میں عذاب اور ہلاکت کا ذکر ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً﴾ [الاعراف: ۷۳]

۶ ...... فضیلت اور رحمت کی آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ﴾ [آل عمران: ۹۷]

۷ ...... وہ آیت جس میں معجزہ اور کرامت کا ذکر ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ﴾ [المائدہ: ۱۱۴]

۸ ...... نصیحت اور عبرت والی آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ﴾ [یوسف: ۷]

۹ ...... وہ آیت جس میں اعزاز و اکرام کا تذکرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً﴾ [البقرہ: ۲۵۹]

۱۰ ...... علامت والی آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً﴾ [آل عمران: ۴۱]

۱۱ ...... وہ آیت جس میں اعراض اور ناپسندیدگی کا تذکرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾ [الانعام: ۴]

۱۲۔۔۔۔۔ دلیل اور حجت پر مشتمل آیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ [فصلت: ۵۳]

[ایضاً]

﴿اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝۱۰﴾

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی اور (اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے) کہا تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمایئے، اور ہماری اس صورت حال میں ہمارے لیے بھلائی کا راستہ مہیا فرما دیجیے۔

اصحابِ کہف کا اجمالی قصہ:

اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ

جب جا بیٹھے وہ جوان پہاڑ کی کھوہ میں

یہاں سے اصحابِ کہف کے اجمالی قصے کا آغاز ہو رہا ہے کہ اصحابِ کہف ایک غار میں پناہ لیے ہوئے ہیں، ان کی ہمت تھی، جوانی تھی، حوصلہ تھا، جذبہ تھا، قربانی تھی۔

لفظ ''اَلْفِتْيَةُ'' کی تحقیق:

''فِتْيَةٌ'' جمع ہے ''فَتًى'' کی، معنی نوجوان۔ یہ لفظ قرآن مجید میں 10 مختلف الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''فُتُوَّةٌ'' سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے:

''كَسْرُ الصَّنَمِ الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ وَهُوَ نَفْسُكَ'' [تفسیر بیان السعادۃ فی مقامات العبادۃ: ۲/۱۷۲]

(اس بت کو توڑنا جو تیرے اور اللہ کے درمیان رکاوٹ بنا ہوا ہے اور وہ [بت] تیرا اپنا نفس ہے)۔

قرآن میں جوانوں کا بطور خاص تذکرہ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کا تذکرہ خاص طور پر کیا ہے۔ چنانچہ:

۞......اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ وہ بھی نوجوان تھے، اللہ کی توحید پہ قائم تھے أَنَّهُ جَعَلَ الْأَصْنَامَ جُذَاذًا یعنی انہوں نے بتوں کو توڑ دیا تھا۔ [حوالہ بالا] ان کے بارے میں لوگ کہتے تھے: ﴿سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرٰهِيمُ﴾ [الانبیاء: ۶۰] (ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان بتوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتا ہے، اسے ابراہیم کہتے ہیں)۔

۞......اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ مصر کی عورتوں نے کہا تھا: ﴿امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ [یوسف: ۳۰] (کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے نوجوان غلام کو ورغلا رہی ہے)۔ یہاں بھی ''فَتًى'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔

۞...... یہاں اصحاب کہف کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے ''فِتْيَة'' (نوجوان) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۞......اور ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو خادم تھا، یوشع بن نون۔ وہ بھی نوجوان تھا، اس کا بھی تذکرہ قرآن مجید میں ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ کھانے کی کوئی چیز لاؤ۔ اس نے جواب میں کہا تھا کہ جی وہ تو مچھلی تھی جو دریا میں چلی گئی۔ اس کے لیے بھی ''فَتًى'' کا لفظ استعمال ہوا۔

یہ سب کے سب نوجوان ایمان والے لوگ تھے۔

عجیب بات ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے دنیا میں نبوت کا دعویٰ فرمایا تو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی نوجوان تھے، چالیس سال کی عمر تھی...... چالیس سال کا بندہ تو

نوجوان ہوتا ہے...... اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ دو سال چھوٹے تھے، وہ بھی نوجوان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مزید چند سال چھوٹے تھے، وہ بھی نوجوان تھے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بھی نوجوان تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تو اُٹھتی جوانی تھی۔ ان کے بارے میں نبی علیہ السلام نے بھی فرمایا:

((لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ.)) [جامع الاحادیث، حدیث: ۳۴۶۷۰]

''کوئی نوجوان نہیں، سوائے علی کے۔''

یہ سب نوجوانوں کی جماعت تھی جس نے دین کی بنیاد رکھی اور اللہ تعالیٰ نے دین کی آبیاری ان نوجوانوں سے کروائی۔

انقلاب کی بنیاد...... جوانی کا جوش:

یاد رکھیں! دنیا میں جب بھی کوئی انقلاب آتا ہے تو اس کے پیچھے نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ نوجوانوں کا جوش اور بوڑھوں کا ہوش، دونوں کی ضرورت ہے۔ بوڑھوں کے اندر عقل مندی ہوتی ہے، ان کا دماغ کام کرتا ہے، اس لیے وہ صحیح فیصلے کر پاتے ہیں۔ تو بوڑھوں کا ہوش بھی ضروری ہے اور پھر کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے نوجوانوں کا جوش بھی ضروری ہے۔ اسی لیے ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''ایک جوان جسم کے اوپر بوڑھا سر تھا۔''

مجھے محبت ہے ان جوانوں سے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

ایک جوان صفت جرنیل کی للکار:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک جوان جرنیل تھے، کسریٰ کو پیغام دیا تھا "إِنَّ مَعِیَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا تُحِبُّوْنَ الْحَيَاةَ" (میرے پاس ایسی فوج ہے جو موت کو ایسا چاہتی ہے جیسے تم لوگ زندگی کو چاہتے ہو)۔ کبھی یہ پیغام دیتے: "إِنَّ مَعِیَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْقَتْلَ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَا تُحِبُّ فَارِسُ الْخَمْرَ" (میرے پاس ایسی فوج ہے جو اللہ کے راستے میں شہادت کو ایسا پسند کرتی ہے جیسے کسریٰ کے فوجی شراب کو پسند کرتے ہیں)۔

پاک دامن جوان عرش کے سائے میں:

اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ روزِ قیامت سات بندے عرش کے سائے میں ہوں گے جن میں سے ایک "شَابٌّ نَشَأَ فِیْ طَاعَةِ اللهِ" [صحیح بخاری حدیث رقم ۶۶۰] (وہ جوان جو جوانی اللہ کی اطاعت میں گزار دے)۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

"جوانی کی توبہ انبیاء کا شیوہ رہا ہے، بڑھاپے میں تو درندہ بھی پرہیزگار بن جاتا ہے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے: "إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَعْجَبُ مِنَ الشَّابِّ لَيْسَتْ لَهُ صَبْوَةٌ" [مسند احمد حدیث رقم ۱۷۳۷۱] (اللہ تعالیٰ اس نوجوان سے خوش ہوتا ہے جس میں جوانی کی نادانی نہیں ہوتی)۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جوانوں کو میری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

ایک اور جگہ فرمایا:

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
جوانی جس کی ہو بے داغ، ضرب ہو کاری

کہیں فرماتے ہیں:

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تیری رہے بے داغ!

فوائد السلوک:

- ..... سالک پر لازم ہے کہ خوفِ فتنہ کے وقت اپنا دین سلامت لے کر اس مقام سے چلا جائے اور کلمۂ کفر کے تلفظ سے تقیۃً بھی احتراز رکھے کیونکہ بعض اوقات کلمۂ کفر تقیۃً انسانی دل میں جگہ بنا لیتا ہے۔
- ..... اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو شخص اس کی طرف بدرجۂ اتم متوجہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی مراد بنا لے تو وہ ایسے شخص کو اپنے حفاظتی کیف میں داخل فرما دیتا ہے، اس پر اپنی عنایات و انوارات کی بارش برسا دیتا ہے اور اسے اپنی ذات و صفات میں فنا کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کا ہاتھ بن جاتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہے، اس کا دل بن جاتا ہے اور اس کو اپنے نام کی حلاوت بخش دیتا ہے۔

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رحمت کا معاملہ:

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ شراب کے نشے میں ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ اچانک کاغذ پر لکھے

ہوئے لفظ ''اللہ'' پر نظر پڑی۔ آپ نے اسے اُٹھایا، خوشبو لگائی اور ایک محفوظ مقام پہ رکھا کہ بے ادبی نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد نشے کی حالت میں بیہوش ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار کرایا اور فرمایا: ''یَا بِشْرُ! إِنَّكَ طَيَّبْتَ اسْمِيْ لَأُطَيِّبَنَّ اسْمَكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ'' (اے بشر! تُو نے میرے نام کو خوشبو لگائی، میں تیرے نام کو دنیا و آخرت میں خوشبو لگادوں گا)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کے شراب خانے سے نکال کر اپنی محبت کی شراب پلادی۔

شَرِبْتُ الْحُبَّ كَأْسًا بَعْدَ كَأْسٍ ٭ فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوِيْتُ

''میں نے محبت کے جام پہ جام پیے، نہ تو شرابِ محبت ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیراب ہوا۔''

۞......شیخ طریقت کو سفر میں خادم نوجوان رکھنا چاہیے۔

مناجات اصحابِ کہف

فَقَالُوْا

پھر بولے:

ظاہر یہی ہے کہ دعا ایک بندے نے کی ہوگی اور باقی اس پر آمین کہتے رہے ہوں گے۔ اسی مناسبت سے سب کی طرف دعا کی نسبت کی اور فرمایا: ﴿فَقَالُوْا﴾ کہ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی تھی:

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس:۸۸]

''اے ہمارے پروردگار! آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں بڑی سج دھج اور مال و دولت بخشی ہے، اے ہمارے پروردگار! ان کے مال و دولت کو تہس نہس کر دیجیے، اور ان کے دلوں کو اتنا سخت کر دیجیے کہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔''

اور ہارون علیہ السلام صرف آمین کہتے رہے، لیکن آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾ [یونس:۸۹]

''تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے۔''

گویا کہ آمین کہنے والا بھی دعا میں شریک ہو جاتا ہے۔ اصحابِ کہف میں سے بھی ایک نے دعا مانگی ہوگی اور باقیوں نے آمین کہی ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے دعا کی نسبت سب کی طرف کر دی۔

اصحابِ کہف کی اضطرابی پکار: (۱)

رَبَّنَآ

اے ہمارے رب!

''رَبٌّ'' عربی زبان میں مصدر مستعار للفاعل ہے کیونکہ اس کا اصل معنی ''تربیت'' ہے جو کہ مصدر ہے۔ ''تربیت'' کا معنی ہے: کسی چیز کو درجہ بدرجہ حد کمال تک پہنچانا۔ لیکن استعمال میں ''رَبٌّ'' فاعل کے لیے بولا جاتا ہے۔

مطلق لفظ ''رَبّ'' کا مصداق: (۱)

جب صرف لفظ ''رَبّ'' بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُورٌ﴾ [سبا:۱۵] (شہر ہے پاکیزہ اور رب

ہے گناہ بخشنے والا)۔

لفظ ''رَبّ'' کی اضافت:

اگر لفظ ''رَبّ'' کو مضاف بنایا جائے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ''رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ'' اور مخلوق کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے، جیسے ''رَبُّ الدَّار'' اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بات نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ﴾[یوسف:۲۳] (عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو)۔ تو ایک تفسیر کے مطابق یہاں پر ''رَبِّیْ'' سے مراد ''عزیز مصر'' ہے۔

فوائد السلوک:

✧......سالک کو چاہیے کہ خصوصاً وہ دعائیں اللہ تعالیٰ سے ضرور مانگے جن میں ''رَبّ'' کا استعمال ہوا ہو۔ اور ''رَبّ'' کے معانی کو مستحضر رکھے کہ اے درجہ بدرجہ کمال تک پہنچانے والے......اور ایسی لجاجت اختیار کرے جیسے بچہ گندگی میں لتھڑا ہے، روتا رہتا ہے اور پکارتا ہے: امی! امی! امی! ایسی دعاؤں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو جوش آتا ہے اور بندے کو گناہوں کی غلاظتوں سے پاک فرمادیتے ہیں اور اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ اس کو ''اضطراب'' کہتے ہیں۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

أَمَّنْ يُّجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ:

شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن کی دنیا میں مثال ایسی ہو جیسے ایک بندہ سمندر کے بیچ میں ایک تختے پر بیٹھا ہوا ہو اور وہ پکار رہا ہو: ''یَا رَبِّ یَا رَبِّ!'' ایسے اضطراب سے

ساتھ مانگی گئی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں۔[حلیۃ الاولیاء: ۶/۲۲۵ بتصرف]

یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ:

حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے: "یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ!" تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ضرور نظرِ رحمت فرماتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ یہی بات میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کہی تو انہوں نے ایک قرآنی دعا ارشاد فرمائی، جس میں تین مرتبہ "رَبَّنَا" کا لفظ استعمال ہوا۔ اور اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے قبولیتِ دعا کی بات بھی فرمائی۔ وہ دعا یہ ہے:

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ﴾ [آل عمران: ۱۹۲تا۱۹۵]

"اے ہمارے رب! آپ جس کسی کو دوزخ میں داخل کردیں، اسے آپ نے یقیناً رسوا ہی کر دیا، اور ظالموں کو کسی قسم کے مددگار نصیب نہ ہوں گے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی طرف پکار رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، چنانچہ ہم ایمان لے آئے۔ لہٰذا اے ہمارے پروردگار! ہماری خاطر ہمارے گناہ بخش دیجیے، ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجیے اور ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر کے اپنے پاس بلا لیجیے۔ اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ کچھ بھی عطا فرمائیے جس کا وعدہ آپ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم سے کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رُسوا نہ کیجیے۔ یقیناً آپ وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ

ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کی۔"

[ایضا:۳/ ۳۱۳]

ایک رحمت بھری حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو یا چار بندے جہنم سے نکالے جائیں گے، اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے، پھر ان کو دوزخ میں گرانے کا حکم دیا جائے۔ ان میں سے ایک اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور عرض کرے گا:

"یَا رَبِّ یَا رَبِّ قَدْ کُنْتُ أَرْجُو إِذَا أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا لَا تُعِيدُنِي فِيهَا."

میرے پروردگار! مجھے تو آپ سے یہی امید تھی کہ جب آپ مجھے جہنم سے نکالیں گے تو دوبارہ اس میں نہیں بھیجیں گے۔ اس کہنے پر اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے نجات عطا فرمادیں گے۔[ایضا:۶/ ۲۵۳]

حجاج بن یوسف کی ایک نابینا کو دھمکی:

اس اُمت میں بہت ہی سخت طبیعت رکھنے والا ایک بادشاہ گزرا ہے جسے ہم "حجاج بن یوسف" کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جس کام کا ارادہ کر لیتا تھا اسے کر گزرتا تھا۔

چنانچہ ایک دفعہ طواف کے دوران اس نے دیکھا کہ مطاف میں بیٹھا ایک نابینا دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا ہے: اے اللہ! میری آنکھوں کو بینا کردے، مجھے روشنی عطا کردے، حجاج جب اس کے قریب سے گزرا تو اس نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر کہا: او اندھے! تجھے پتہ ہے میں کون ہوں؟ وہ بیچارا حیران ہو گیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے

پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگا: میں حجاج بن یوسف ہوں۔ یہ سن کر وہ گھبرا گیا۔ حجاج بن یوسف نے کہا: دیکھ! میں طواف کر رہا ہوں اور میرے چند چکر باقی ہیں، اگر میرا طواف مکمل ہونے تک تیری آنکھیں ٹھیک نہ ہوئیں تو میں تجھے قتل کروا دوں گا اور ساتھ ہی ایک سپاہی بھی متعین کر دیا کہ اندھا بھاگنے نہ پائے اور خود طواف کرنے لگ گیا۔ اب تو اندھے کا حال ہی عجیب ہو گیا کہ پہلے تو بینائی کا سوال تھا، اب تو زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی، چنانچہ اس نابینے نے اس طرح تڑپ کر دعا مانگی کہ حجاج بن یوسف کے طواف ختم کرنے سے پہلے اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔

جب حجاج بن یوسف نے یہ دیکھا تو کہنے لگا: میں نے اپنے بڑوں سے یہ بات سنی ہوئی ہے کہ جیسے تم پہلے دعا مانگ رہے تھے، قیامت تک یہاں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر وہ دعا پڑھتے رہتے تو تمہیں بینائی کبھی نہ ملتی، اس لیے کہ اس وقت تمہاری زبان سے فقط الفاظ نکل رہے تھے اور تمہارا دل حاضر نہیں تھا، اب جب تمہیں جان کی فکر ہوئی تو تم نے تڑپ کر دعا مانگی۔ اور جو بندہ اس مطاف میں تڑپ کر دعا مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اس کی دعا کو رد نہیں کیا کرتے۔

دعائیں قبول ایسے کروانی ہوتی ہیں:

ایک مرتبہ چار حضرات طواف کر کے بیت اللہ شریف کے قریب بیٹھے تھے، ایک تھے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ، دوسرے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، تیسرے عبدالملک بن مروان اور چوتھے تھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک بندہ رکن یمانی کے پاس جا کر اپنے دل کی تمنا کا اظہار کرے اور اس کے لیے اللہ سے دعا مانگے۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ عراق کا گورنر بنوں اور

عائشہ بنت طلحہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں، یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیر تربیت رہی تھیں، ان سے انہوں نے حدیث اور تفسیر کا علم سیکھا تھا، محدثین نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، اللہ نے ان کو معرفت کا نور عطا کیا تھا، ان جیسی دانا، عقل مند، پاک باز اور دین دار عورت ان کے زمانے میں کوئی دوسری نہیں تھی، اللہ رب العزت نے ان کو ظاہری حسن و جمال میں بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کاپی بنایا تھا، یہ شکل میں بالکل اپنی خالہ پر گئی تھیں، یہ وہ رشتہ تھا کہ جس کے لیے اس دور کے نوجوان تمنا کرتے تھے۔ اور سکینہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، ان کے تو ویسے بھی بہت فضائل ہیں، وہ جگر گوشہ نبی کی بیٹی تھیں، سادات میں سے تھیں، ان کی اپنی ایک تقویٰ کی زندگی تھی...... خیر! مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ دو تمنائیں ظاہر کیں کہ اللہ کرے یہ دو رشتے میرے نکاح میں ہوں اور میں عراق کا گورنر بنوں۔

پھر انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: اب آپ جا کر اپنی تمنا ظاہر کریں۔ وہ گئے اور دعا کی: الٰہی! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا، جب تک کہ آپ مجھے حجازِ مقدس کا حاکم و بادشاہ نہ بنادیں اور زمامِ خلافت میرے حوالے نہ کردیں۔

پھر عبدالملک بن مروان سے کہا کہ اب تم جا کر اپنی دعا کرو۔ اس نے حمد و ثناء کے کلمات کہہ کر دعا کی: خدائے پاک! مجھے مشرق و مغرب کا بادشاہ بنادیں اور کوئی بھی میری مخالفت میں نہ آئے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں کہا کہ مجھے اس وقت تک موت نہ دیں، جب تک کہ جنت کو میرے واسطے واجب نہ کردیں۔ اور کہا کہ میں جنت میں اپنے رب کا دیدار

چاہتا ہوں۔

اللہ کی شان دیکھیے کہ چاروں رشتہ داروں کی چاروں تمنائیں اللہ رب العزت نے ہوبہو پوری فرمادیں۔ قبولیت کا وقت تھا اور جگہ بھی قبولیت والی تھی، جیسے نیت کی تھی، سب کو ویسا ہی مل گیا۔ [مختصر تاریخ دمشق: ۴/۱۳۹]

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں ، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعاءِ سحر گاہی:

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ پاک لڑکپن کی عمر میں کنویں کے اندر ڈلوادیا۔ کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے مغرب کے قریب کنویں میں ڈالا تھا، اس کے بعد اندھیرا ہوگیا، جب ان کے بھائی واپس اپنے والد کے پاس پہنچے تو رات ہوچکی تھی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام چھوٹے بچے تھے، اکیلے تھے، تنہائی تھی، اندھیرے کی وجہ سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب سحری کا وقت ہوا اور تھوڑی تھوڑی روشنی آنے لگی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو اُمید ہوئی کہ اندھیرا ختم ہوجائے گا اور میرے لیے کنویں سے نکلنے کا ذریعہ بھی بن جائے گا۔ اس وقت انھوں نے دعا کی: ''اے اللہ! میری مشکل کو آسان کردے اور انسانوں میں جتنے بھی مشکلات میں گرفتار ہیں سب کی مشکلات کو آسان کردے۔''

اللہ نے یوسف علیہ السلام کی دعا کو اس طرح قبول کیا کہ آج کوئی بندہ کتنا ہی بیمار کیوں نہ ہو، تہجد کے وقت اس کی بیماری کا لیول کم ہوجاتا ہے، اگر کوئی بندہ پریشان ہو تو تہجد کے

وقت اس کی پریشانی کم ہوجاتی ہے، غم ہلکا ہوجاتا ہے۔ اس وقت میں اللہ تعالیٰ ہر بندے کے کرب کو کم کرکے اس کو سکون عطا فرما دیتے ہیں۔

ہمیں بھی چاہیے کہ کسی بھی بیماری سے شفا پانے یا کسی پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے سحری (تہجد) کے وقت اللہ تعالیٰ کے دَر پہ جھکیں اور اپنی مشکلات کو حل کروائیں، اگر اس وقت آہ وزاری نہ کی جائے تو بندے کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ بقول شاعر:

عطّار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

حضرت بابوجی عبداللہ ؒ کی دعا کا مقام:

حضرت بابوجی عبداللہ ؒ میرپور خاص کے بزرگ تھے، وہ ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جب ہم لوگ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے تو ان کی خدمت میں حاضر ہونے، ملنے اور بیٹھنے کا موقع نصیب ہوتا تھا۔ ہم نے ان کی عجیب بات دیکھی کہ جس بندے کے لیے بھی دعا مانگتے کہ اے اللہ! اس کو اپنے محبوب ﷺ کی زیارت نصیب فرما، اس بندے کو تین راتوں کے اندر اندر نبی ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوجاتا تھا۔ ہم نے خود کئی دفعہ اس بات کو آزمایا ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت بابوجی عبداللہ ؒ کو ایسا مقام دیا تھا کہ بس ان کے ہاتھ اُٹھتے تھے اور قدرت کی طرف سے فیصلے ہوجاتے تھے۔ جب کوئی قبولیت کا کوئی خاص لمحہ ہوتا تو آپ اپنے متوسلین کو اس سے آگاہ فرما دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کئی مرتبہ بلا کر فرماتے کہ آج لیلۃ القدر ہے، تم

جو دعا مانگنا چاہو، اپنے رب سے مانگ لو۔

بڑھاپے کے دوران ایک دفعہ ان کو بخار ہو گیا، یہ فقیر خدمت کے لیے حاضر تھا، اللہ تعالیٰ نے پانچ دن تک صبح و شام ان کی خدمت کرنے کا موقع دیا۔ پانچویں دن انہوں نے مجھے بلایا اور فرمانے لگے: ذوالفقار! میں نے عرض کیا: جی حضرت! فرمانے لگے: اللہ سے مانگ لو جو مانگنا چاہتے ہو، انہوں نے بھی ہاتھ اُٹھا دیے اور اس عاجز نے بھی ہاتھ اُٹھائے، فقیر کو اس بات کا صحیح اندازہ تھا کہ یہ وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے، اس لیے اس فقیر نے جلدی جلدی دس (10) دعائیں مانگ لیں۔

ان میں سے بعض تو ایسی تھیں کہ جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں کہ کیسے پوری ہوں گی، اس لیے کہ عاجز اپنی اوقات ہی کچھ نہیں سمجھتا تھا، مگر الحمدللہ! اللہ رب العزت نے ان 10 دعاؤں میں سے 9 دعاؤں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا دیکھنے کی توفیق عطا فرما دی اور ایک دعا کے بارے میں دل کی تمنا ہے۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ آخری وقت میں اس کو بھی پورا فرما دیں گے۔

تُو میرا شوق دیکھ، میرا اضطراب دیکھ!!!

ایک مرتبہ ہم گاڑی میں سفر کر رہے تھے، موٹر وے پر چڑھے تو چند میل کے بعد میں نے ڈرائیور کو دیکھا تو وہ بڑا پریشان تھا، کبھی اِدھر دیکھتا اور کبھی اُدھر۔ میں نے اس سے پوچھا: جی! کیا ہوا؟ کہنے لگا: حضرت! بس آپ توجہ فرماتے رہیں، اللہ کرم کرے گا، اللہ عزت رکھے گا، میں نے کہا: ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کی عزت رکھے۔

اس نے گاڑی تیز بھگائی ہوئی تھی، 50 کلومیٹر کے بعد پٹرول پمپ آیا تو اس نے گاڑی پٹرول پمپ کی طرف موڑی اور کہا: الحمدللہ! الحمدللہ! میں نے پوچھا: کیا ہوا؟

کہنے لگا: اللہ نے عزت رکھ لی۔ میں نے کہا: پھر بھی بتاؤ تو سہی کہ اللہ نے کیسے عزت رکھی؟ کہنے لگا: حضرت! میں آپ کو بٹھانے سے پہلے جہاں سے آ رہا تھا، اُدھر سے ہی میری گاڑی کو پٹرول Reserve (ریزرو) لگ گیا تھا، میں نے سوچا تھا کہ گھر جاتے ہوئے راستے میں کہیں سے پٹرول ڈلوا لوں گا، لیکن بھول گیا۔ پھر آپ کو بٹھا لیا اور موٹروے پر آ گیا۔ جب میری نظر میٹر پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ گاڑی Reserve (ریزرو) کے دوران جتنے میل چلتی ہے، اس سے ڈیڑھ گنا میل پہلے ہی چل چکی ہے، لہٰذا اب یہ کہیں بھی بند ہو سکتی ہے۔ اور اگر موٹروے پر گاڑی بند ہو گئی تو پیر صاحب ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تُو کیسا بے وقوف اور غافل آدمی ہے؟ یہ خیال آتے ہی میں نے دل ہی دل میں دعا مانگی: ''اے اللہ! میں نے تیرے ایک نیک بندے کو آگے بٹھایا ہوا ہے تُو مجھے پریشانی سے بچا لے اور میری عزت رکھ لے، میں غلطی تو کر بیٹھا ہوں، مگر مجھے رُسوا نہ کرنا۔''

وہ ڈرائیور کہنے لگا کہ پہلے میں 60 سے 70 کلومیٹر کی Speed (رفتار) پر جا رہا تھا، یہ دعا کرنے کے بعد میں 120 کلومیٹر کی Speed (رفتار) پر چل پڑا۔ اور 120 کلومیٹر کی Speed (رفتار) پر تب چلا، جب مجھے پتہ چل گیا تھا کہ ٹینکی میں کچھ نہیں ہے۔ میرا خیال تھا کہ گاڑی، بمشکل پانچ دس کلومیٹر چلے گی، جبکہ یہ تو 50 کلومیٹر چل چکی ہے اور اب پٹرول پمپ آیا ہے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

سبحان اللہ! جو بندہ اللہ رب العزت کے سامنے یوں عذر پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور سرخرو فرماتے ہیں۔

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تُو میرا شوق دیکھ میرا اضطراب دیکھ

مناجاتِ اُولیٰ:

اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً

دے ہم کو اپنے پاس سے بخشش

قرآنِ مجید کی یہ خوبی ہے کہ وہ جب کوئی قصہ بیان کرتا ہے تو اس کی جزئیات کے اندر نہیں جاتا، کیونکہ وہ بے فائدہ ہوتی ہیں۔ بس مقصودی کر کے مضمون کو سمیٹ دیتا ہے۔ چنانچہ اصحابِ کہف کے واقعہ میں قرآن مجید نے یہ نہیں بتلایا کہ ان کا زمانہ کون سا تھا، اس وقت کون سا بادشاہ تھا اور کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ بس اتنا کہا کہ وہ چند نوجوان تھے جو اپنا ایمان بچانے کے لیے غار میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے کام میں اچھی صورتِ حال مہیا فرما۔ بس اتنا کہہ کر بات کو مکمل کر دیا۔

رحمت کا معنیٰ:

امام مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''إِنَّ الرَّحْمَةَ مِنَ اللّٰہِ إِنْعَامٌ وَّإِفْضَالٌ، وَمِنَ الْآدمِيِّيْنَ رِقَّةٌ وَّتَعَطُّفٌ'' [بصائر ذوی التمیز: ۳/ ۵۳] (اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، اس کے انعام و فضل سے عبارت ہوتی ہے اور لوگوں کی طرف سے رقت اور شفقت کے معنیٰ میں آتی ہے)۔

رحمٰن اور رحیم میں 3 طرح کے فرق:

[1]...... ''رحمٰن'' کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ رحمٰن اس ذات کو

کہتے ہیں جس نے اپنی رحمت کی وسعت میں ہر چیز کو سما لیا ہو، اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ ''رحیم'' کا اطلاق دوسروں پر بھی جائز ہے، اس کے معنی بہت زیادہ رحمت کرنے والے کے ہیں۔

2 ...... بعض نے کہا ہے کہ ''رحمٰن'' عام ہے اور ''رحیم'' خاص ہے۔ ''رحمٰن'' اسے کہتے ہیں جو مومن اور کافر دونوں کو رزق دینے والا ہو، جبکہ ''رحیم'' اس ذات کو کہیں گے جو فقط مومنین کو رزق دینے والا ہو۔

3 ...... بعض نے ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ ''رحمٰن'' کا لفظ دنیوی رحمت کے اعتبار سے بولا جاتا ہے جو مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے، جبکہ ''رحیم'' اُخروی رحمت کے اعتبار سے ہے، جو خاص کر مومنین پر ہوگی۔

[بصائر ذوی التمیز: ۳/ ۵۳، ۵۴]

نکتہ: اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جن میں جلال کا تذکرہ ہے وہ اللہ کے ذاتی نام ''اللہ'' کے ساتھ خاص ہیں، جبکہ جمالی صفات جیسے صفتِ احسان، سخا، نرمی، وغیرہ اللہ کے صفاتی نام ''الرحمٰن'' کے ساتھ خاص ہیں۔ [بصائر ذوی التمیز: ۳/ ۵۵]

نکتہ: رحمت، بندوں کو اللہ سے جوڑنے کا ایک سبب ہے۔ اسی رحمت کی وجہ سے ہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف اپنے رسول بھیجے، ان (رسولوں) پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں، ان کو اپنے ہاں (ثواب کے مقام میں) ٹھہرایا اور اسی رحمت کے سبب انہیں رزق اور عافیت عطا فرمائی۔ [بصائر ذوی التمیز: ۳/ ۵۵]

قرآن مجید میں ''رحمۃ'' کا 20 طرح استعمال:

قرآن مجید میں ''رحمۃ'' کا لفظ 20 طرح استعمال ہوا ہے:

[1]...... منشورِ قرآن کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الاسراء:۸۲]

[2]...... سید الرسل حضور انور ﷺ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الانبیاء:۱۰۷]

[3]...... نیکی اور احسان کی توفیق کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ [آل عمران:۱۵۹]

[4]...... انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ [الزخرف:۳۲]

[5]...... اسلام اور ایمان کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [البقرۃ:۱۰۵]

[6]...... عرفان (معرفت) کی نعمت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ﴾ [ہود:۲۸]

[7]...... عصیان سے حفاظت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ [ہود:۴۳]

[8]...... انسانوں اور حیوانوں کے رزق کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ﴾ [الاسراء:۱۰۰]

[9]...... بارش کے قطروں کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ﴾ [الشوریٰ:۲۸]

[10]...... آزمائش اور امتحان سے عافیت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَوْ

اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ﴾ [الزمر:۳۸]

[11] ......آگ کے عذاب سے نجات کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾ [النور:۱۴]

[12] ......سرکشوں کے خلاف نصرت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً﴾ [الاحزاب:۱۷]

[13] ......اہل ایمان کے مابین اُلفت اور موافقت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ [الحدید:۲۷]

[14] ......حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً﴾ [ہود:۱۷]

[15] ......حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کی تعریف کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ [ہود:۷۳]

[16] ......قبولیتِ دعا کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا﴾ [مریم:۲]

[17] ......گناہگاروں سے عفو و درگزر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [الزمر:۵۳]

[18] ......رحمت کے دروازے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾ [فاطر:۲]

[19] ......سلامتی اور امن کے گھر (جنت) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [الاعراف:۵۶]

[30]......صفتِ رحیم اور رحمٰن کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [الانعام: ۵۴]

[بصائر ذوی التمییز: ۳/۵۵ تا ۵۸]

ایک انوکھی حدیث:

حدیث پاک میں آتا ہے:

''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الأَرْوَاحَ قَبلَ الأَجْسَادِ بِأَرْبَعَةِ آلَافِ سَنَةٍ، وَقَدَّرَ الأَرْزَاقَ قَبلَ الأَرْوَاحِ بِأَرْبَعَةِ آلَافِ سَنَةٍ، وَكَتَبَ الرَّحْمَةَ عَلٰى نَفْسِهٖ قَبلَ الأَرْزَاقِ بِأَرْبَعَةِ آلَافِ سَنَةٍ'' [بصائر ذوی التمییز: ۳/۵۸]

''اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ارواح کو ان کے جسموں سے چار ہزار سال پہلے پیدا کیا، اور ارواح کی تخلیق سے چار ہزار سال پہلے رزق کی تقسیم فرمائی، اور رزق کی تقسیم سے چار ہزار سال پہلے لوگوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنا، اپنے ذمہ لے لیا۔''

مناجاتِ ثانیہ:

وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ⑩

اور پوری کر دے ہمارے کام کی درستی

مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہماری اس چیز کی طرف رہنمائی فرما، جو ہمیں آپ کے قریب کر دے اور ہمیں گمراہ ہونے سے بچا لیجیے۔ نبی علیہ السلام نے حضرت حصین رضی اللہ عنہ کو یہ دعا سکھلائی اور فرمایا کہ یہ الفاظ آپ کے لیے بہت نافع ہوں گے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي.)) [جامع ترمذی، رقم: ۳۴۸۳]

''اے اللہ! میرے دل میں رہنمائی کی بات ڈال دے اور میرے نفس کے شر سے مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔''

فوائد السلوک: ①

......اس میں سالک کے لیے ایک زبردست تعلیم ہے کہ دعا کے ہتھیار سے ہرگز غافل نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ادب کی رعایت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہا کرے۔

......سالک کے لیے اس میں تعلیم ہے کہ مشکل گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہیے اور جی بھر کے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اگر انسان اپنے دین کے لیے خوفِ فتنہ سے ترکِ وطن کرے تو اسی طرح کی دعا حق تعالیٰ سے کرے، کیونکہ حق تعالیٰ نے اس دعا کو موقع مدح واستحسان میں پیش کیا ہے۔

﴿فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑪﴾
چنانچہ ہم نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر کئی سال تک ان کو غار میں سلائے رکھا۔

قبولیتِ دعا: ①

فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑪

پھر تھپک دیے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے

نیند کا تعلق دو چیزوں کے ساتھ ہے۔ ایک آنکھوں کے ساتھ ہے اور ایک کانوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اگر کانوں میں آواز چلی جائے تو نیند ڈسٹرب ہو جاتی ہے اور اگر آنکھوں کے آگے روشنی آ جائے تب بھی نیند ڈسٹرب ہو جاتی ہے...... اسی لیے سائنس

دانوں نے لکھا ہے کہ ایک آدمی اگر کسی جنگل کے اندر بھی سویا ہوا ہو تو رات کے وقت اس کو نیند آئے گی اور جیسے ہی صبح کی روشنی ہو گی تو بند آنکھوں کے باوجود اس کی آنکھوں کے اندر سے روشنی اس کے دماغ تک جائے گی اور اس کو پتہ چل جائے گا کہ صبح کا وقت ہو گیا ہے اور یوں اس کی آنکھ کھل جائے گی...... گویا کہ آنکھ، دو وجوہات کی بنا پر کھلتی ہے، یا تو روشنی، دماغ تک پیغام پہنچائے یا پھر کان میں پہنچنے والی آواز دماغ تک پیغام پہنچادے۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ غار میں سوئے ہوئے تھے۔ اس غار میں ان کو سلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ اس پردے کی وجہ سے ان کو گہری نیند آ گئی تھی۔ وہ تین سو سال تک سوئے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کروٹیں بھی بدلتے رہے اور ان کی نیند میں خلل بھی نہ آیا۔

قرآن مجید میں ''ضرب'' کا 5 معانی میں استعمال:

قرآن مجید میں ''ضرب'' کا لفظ 5 معانی میں استعمال ہوا ہے:

[1] ...... ''الضَّرْبُ'' کا ایک معنی ہے: تیز چلنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ﴾ [البقرة:۲۷۳]

[2] ...... ''الضَّرْبُ'' کا ایک اور معنی ''مسلط کرنا'' بھی آتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ [البقرة:۶۱]

[3] ...... ''الضَّرْبُ'' تلوار اور ہاتھ سے مارنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ﴾ [الانفال:۱۲]

4 ...... ''الضَّربُ'' کا ایک معنی ''بیان کرنا'' بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ﴾ [ابراہیم:۴۵]

5 ...... ''الضَّربُ'' کا ایک معنی ''سلا دینا، سننے سے روک دینا'' بھی آتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ﴾ [الکہف:۱۱]

[بصائر ذوی التمییز: ۳/ ۴۶۵، ۴۶۶]

فوائد السلوک:

...... اصحابِ کہف کی یہ حالت فنا و استغراق کے مشابہ تھی۔ چنانچہ سالک کو سوتے وقت یہ نیت کرنی چاہیے کہ اے اللہ! جتنی دیر میں سوؤں گا، اتنی دیر آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ایسی نیند کی برکت سے دل میں ایک نور آتا ہے۔ جیسی نیت ہو، ویسی مراد مل جاتی ہے۔ چنانچہ اگر ہم اس نیت سے سوئیں گے کہ چلو ایک گھنٹہ، دو گھنٹے، پانچ گھنٹے سوتا ہوں، گناہوں سے نظر کی حفاظت ہوگی، کان کی حفاظت ہوگی، دل کے خیالات کی حفاظت ہوگی، ہاتھ پیر، حتیٰ کہ انگ انگ کی حفاظت کی نیت ہو تو یہ نیند عبادت شمار ہوگی اور اللہ کے قرب کا ذریعہ بنے گی۔ اور اگر اس کے ساتھ ہم مراقبے کی بھی نیت کر لیں تو سونے پر سہاگا۔ جیسے موبائل ہم چارجنگ پر لگاتے ہیں تو تھوڑی دیر کے بعد سکرین آف ہو جاتی ہے لیکن چارجنگ ہوتی رہتی ہے، حتیٰ کہ صبح دیکھتے ہیں تو موبائل کی بیٹری فُل ہو چکی ہوتی ہے۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ⑫﴾

پھر ہم نے ان کو جگایا، تاکہ یہ دیکھیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے کون سا گروہ اپنے سوئے رہنے کی مدت کا زیادہ صحیح شمار کرتا ہے۔

اصحابِ کہف کو جگانے کا بیان:

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ

پھر ہم نے ان کو اُٹھایا

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اصحابِ کہف کو ہم نے نیند سے بیدار فرمادیا۔ یہ ایک طویل ترین نیند تھی، جس نے ایک ورلڈ ریکارڈ قائم کیا۔ یہ ایک کرامت تھی، کہاں تین سو نو سال کی نیند اور کہاں جسم کا بالکل صحیح سلامت رہنا۔ بہت سے انگریزوں کے بارے میں سنا ہے کہ جب وہ کچھ عرصہ کسی بیماری کی وجہ سے بستر اور چارپائی پہ پڑے رہتے ہیں تو ان کی پیٹھ پر زخم پڑ جاتے ہیں، کھال اُدھڑ جاتی ہے، حالانکہ وہ کروٹیں بھی بدلتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد تھی کہ اصحابِ کہف کے جسم کہیں سے خراب نہ ہوئے۔

قرآن مجید میں ''بعث'' کا 8 معانی میں استعمال:

قرآن مجید میں ''بعث'' کا لفظ 8 معانی میں استعمال ہوا ہے:

[1]...... الہام کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ﴾ [المائدۃ: ۳۱]

[2]...... دنیا میں مُردوں کو زندہ کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ﴾ [الکہف: ۱۹]

[3]...... نیند سے جگانے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ

﴿لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا﴾[الكهف:١٢]

[4]......مسلط کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ﴾[الاسراء:٥]

[5]......نگران اور حاکم کی تقرری کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا﴾[النساء:٣٥]

[6]......متعین کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا﴾[البقرۃ:٢٤٧]

[7]......حشر کے لیے قبروں سے نکالنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾[الحج:٧]

[8]......بھیجنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ﴾[الكهف:١٩]

[بصائر ذوی التمییز: ٢/ ٢١٤، ٢١٥]

فوائد السلوک: (١)

......کثرتِ ذکر سے حال پیدا ہوتا ہے، ایک کیف پیدا ہو جاتا ہے، ہر وقت بندہ جیسے ہواؤں میں اُڑ رہا ہوتا ہے، تجلیاتِ ربانی کا مشاہدہ ہوتا ہے، انوار واَسرار کے ایک بحرِ بیکراں میں غوطے لگ رہے ہوتے ہیں، سُکر کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، لذاتِ روحانیہ سے بندہ سیراب ہو رہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی کا اثر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بندے سے نیابتِ انبیاء علیہم السلام کا کام لینا ہوتا ہے تو ایک اور تجلی ڈالتے ہیں جس سے یہ بندہ خلوت سے جلوت کی طرف اور استغراق سے بیداری کی طرف آتا ہے اور مخلوق کے

درمیان رہ کر رُشد و ہدایت کا کام کرتا ہے۔ اس کی بات میں اثر پیدا ہو جاتا ہے، نظر میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے، دل کے اندر ایک ایسی بجلی پیدا ہو جاتی ہے جو مُردہ دلوں میں زندگی کی لہر دوڑا دیتی ہے، چہرے بدل دیتی ہے، زندگیاں بدل دیتی ہے، جوانیاں بدل دیتی ہے، بے دردوں کو ہمدرد بنا دیتی ہے، بدکاروں کو شب زندہ دار بنا دیتی ہے، بُت پرستوں کو خدا پرست بنا دیتی ہے، جس کی برکت سے خدا سے بھٹکے ہوئے خدا سے جڑ جاتے ہیں۔

جگانے کی حکمت:

لِنَعۡلَمَ اَیُّ الۡحِزۡبَیۡنِ اَحۡصٰی لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا ﴿۱۲﴾

کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے

یعنی کیا ان کو پتہ ہے کہ یہ کتنا سوئے ہیں؟ یا ان کی قوم کو پتہ ہے کہ یہ نوجوان کتنا عرصہ اس کہف کے اندر سوئے رہے ہیں؟ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ کوئی جانتا ہے یا نہیں۔

قرآن مجید میں ''حزب'' کا 3 معانی میں استعمال:

قرآن مجید میں ''حزب'' کا لفظ 3 معانی میں استعمال ہوا ہے:

[1]...... بمعنی دینی فرقہ (جماعت)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ﴾[المومنون:۵۳]

[2]...... شیطان کے لشکر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ﴾[المجادلۃ:۱۹]

3۔۔۔۔۔رحمٰن کے لشکر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ﴾ [المجادلۃ:۲۲]

[بصائر ذوی التمییز: ۲/۴۵۷]

تفسیر

رکوع نمبر 2+3:
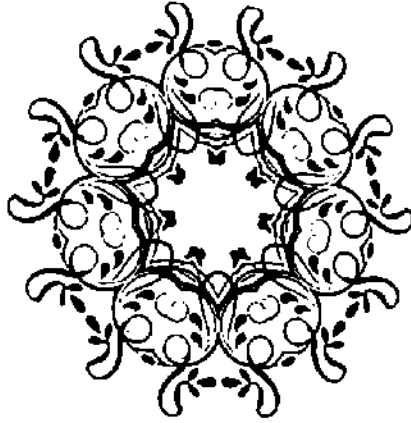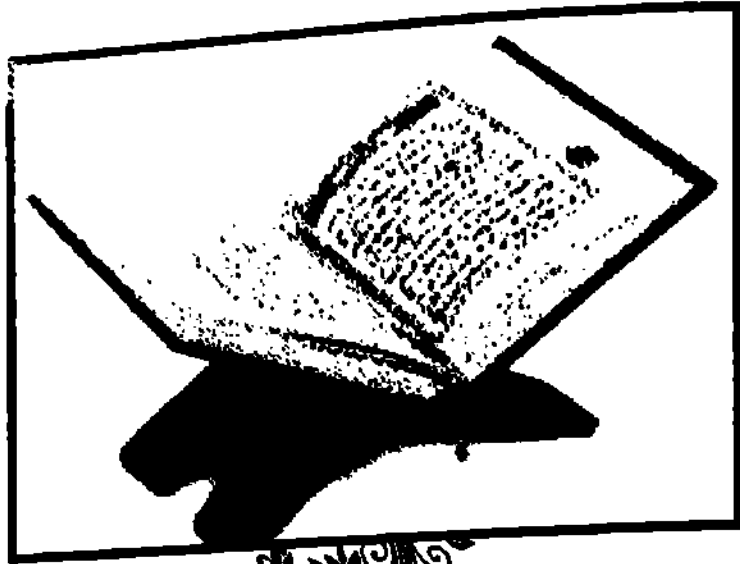
دوسرے اور تیسرے رکوع کا خلاصہ

دوسرے اور تیسرے رکوع کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- ......اصحابِ کہف جوان تھے۔[آیت:۱۳]
- ......ان کو ہدایت کے تینوں درجے حاصل تھے۔[آیت:۱۳،۱۴]
- ......انہوں نے ظالم بادشاہ کے سامنے توحید کا برملا اعلان کردیا۔[آیت:۱۴]
- ......قوم کے کفریہ عقیدے کو دلائل سے چیلنج کیا۔[آیت:۱۵]
- ......اپنی قوم سے کنارہ کش ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر غار میں داخل ہوئے۔ [آیت:۱۶]
- ......اللہ نے پانچ ذرائع سے ان کی حفاظت فرمائی:

|1|......دھوپ سے بچائے رکھا۔[آیت:۱۷]

|2|......بحالتِ نیند ان کی آنکھوں کو کھلا رکھا۔[آیت:۱۸]

[3]......بحالتِ نیند ان کی کروٹیں بدلنے کا انتظام کیا۔[آیت:۱۸]

[4]......کتے کا پہرہ بٹھایا۔[آیت:۱۸]

[5]......ان کو رُعب درویشانہ عطا کیا۔[آیت:۱۸]

......309 قمری سال بعد ان کو نیند سے بیدار فرمایا۔[آیت:۱۹]

......بیداری کے بعد مدتِ نیند کے بارے میں تبادلۂ خیالات کے بعد بالآخر انہوں نے حقیقی علم اللہ کی طرف سپرد کیا۔[آیت:۱۹]

......بھوک لگنے پر ایک ساتھی کو وکیل بنا کر شہر بھیجا کہ رزقِ حلال لے آؤ۔[آیت:۱۹]

......ساتھ یہ بھی تاکید کی کہ معاملات میں حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا۔[آیت:۱۹]

......ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھایا کہ ہمارا ٹھکانہ کسی کو نہ بتانا۔[آیت:۱۹]

......وجہ بھی سمجھا دی کہ اگر ٹھکانے کا پتہ چل گیا تو لوگ ہمیں مار دیں گے یا شرکیہ عقیدے پر مجبور کر دیں گے۔[آیت:۲۰]

......بہرحال اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خبردار کیا، تاکہ انہیں خدائی وعدوں کی سچائی پر یقین ہو جائے اور قیامت کے بارے میں شکوک وشبہات ختم ہو جائیں۔[آیت:۲۱]

......اختلافِ رائے کے بعد ان کے غار کے قریب مسلمان حکومتِ وقت نے مسجد تعمیر کروائی۔[آیت:۲۱]

اصحابِ کہف کا تفصیلی واقعہ

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿١٣﴾﴾

ہم تمہارے سامنے ان کا واقعہ ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے، اور ہم نے ان کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی۔

تمہید قصہ: ①

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ

ہم سنا دیں تجھ کو ان کا حال تحقیقی

یہ واقعہ اہل کتاب میں مختلف انداز سے مشہور ہوگیا تھا، جن کی اکثر باتیں بے بنیاد اور بے سند تھیں اور ایک ناول کی شکل اختیار کر گئی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو فرمارہے ہیں کہ ہم آپ کو اس کی حقیقت بتارہے ہیں۔ اور یہاں سے پھر اصحابِ کہف کا تفصیلی واقعہ بیان فرمارہے ہیں۔

قرآن میں لفظ ''الحق'' کا 26 طرح استعمال: ①

قرآن مجید میں لفظ ''الحق'' 26 معانی میں استعمال ہوا ہے:

[1] ...... صدق کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَإِنَّ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ [البقرة:۱۴۴]

[2] ...... نبی علیہ السلام کے اوصاف مبارکہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة:۴۲]

[3] ...... مناسب کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ [البقرة:۱۲۱]

[4] ...... کعبہ شریف کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَإِنَّ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ

لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾[البقرة:۱۴۴]

[5]......عمل کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾[البقرة:۱۷۶]

[6]......بہتر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ﴾[البقرة:۲۴۷]

[7]......مال کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ﴾ [البقرة:۲۸۲]

[8]......حق اور باطل کی وضاحت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾[آل عمران:۳]

[9]......رائے کی پختگی کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾[البقرة:۶۱]

[10]...... باطل کے متضاد کے طور پر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾[الانعام:۶۲]

[11]......زنا، قصاص اور ارتداد کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾[الانعام:۱۵۱]

[12]......دین اسلام کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸﴾[الانفال:۸]

[13]......وجوب کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۳﴾[یونس:۳۳]

14 ...... جبریل علیہ السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ [یونس:۹۴]

15 ...... ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزخرف:۸۶]

16 ...... ناسخ اور منسوخ کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ [النحل:۱۰۲]

17 ...... صلہ رحمی کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ [الاسراء:۲۶]

18 ...... توحید کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الصافات:۳۷]

19 ...... سنجیدگی، واقعیت کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ﴾ [الانبیاء:۵۵]

20 ...... عدل کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ [الانبیاء:۱۱۲]

21 ...... اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ [المومنون:۷۱]

22 ...... نبی علیہ السلام کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ [المومنون:۷۰]

23 ...... فیصلۂ نبوی ﷺ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝٤٩﴾ [النور:۴۹]

24 ...... قرآن مجید کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝٣٠﴾ [الزخرف:۳۰]

25 ...... قسم کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝٨٤﴾ [ص:۸۴]

26 ...... بدبختی اور خوش بختی کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ [یونس:۵۳]

[وجوہ القرآن، صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۲، بتصرف]

اصحابِ کہف کی جوانی کا تذکرہ: ①

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ

وہ کئی جوان ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا وَهُوَ شَابٌّ وَلَا أُوتِيَ الْعِلْمَ عَالِمًا إِلَّا وَهُوَ شَابٌّ'' (اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر وہ جوان ہوتا ہے اور کسی عالم کو علم نہیں دیا جاتا مگر وہ جوان ہوتا ہے)۔ پھر بطورِ دلیل یہ آیات ﴿قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝٦٠﴾ [الانبیاء:۶۰] (کچھ لوگوں نے کہا: ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان بتوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتا ہے، اسے ابراہیم کہتے ہیں)، ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰي لِفَتٰىهُ﴾ [الکہف:۶۰] (اور اس وقت کا ذکر سنو، جب موسیٰ نے اپنے نوجوان شاگرد سے کہا تھا) اور ﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ [الکہف:۱۳] (یہ

کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے) پڑھیں۔
[الدرالمنثور:۵/۳۲۶]

ہدایت کے تین درجات

ہدایت کا پہلا درجہ:

اٰمَنُوۡا بِرَبِّهِمۡ

کہ یقین لائے اپنے رب پر

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا پہلا درجہ بیان فرمایا ہے۔ اور وہ ہے ایمان لانا۔ چنانچہ اصحابِ کہف کی تکوینی طور پر ایمانی تربیت کی گئی تھی۔ گویا کہ یہ وہی بیج تھا، جو بچے کی گھٹی میں رکھ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آج وہ بیج ایمان کا ایک تنا آور درخت بن چکا تھا۔ جیسے حدیث پاک میں آتا ہے: ''كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ'' [صحیح بخاری، رقم:۱۳۸۵] (ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے)۔

قرآن مجید میں ''ایمان'' کا 4 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''ایمان'' 4 طرح سے استعمال ہوا ہے:

1۔ ......اقرار باللسان کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا﴾ [المنافقون:۳]

2۔ ......خفیہ اور اعلانیہ طور پر تصدیق کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ﴾ [البینۃ:۷]

3۔ ......توحید اور کلمۂ ایمان کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ

بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ﴾ [المائدۃ:۵]

۴۔ نماز کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ [البقرۃ:۱۴۳]

[بصائر ذوی التمییز: ۲/۱۵۰ بتصرف]

ہدایت کا دوسرا درجہ:

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾

اور زیادہ دی ہم نے ان کو سوجھ

مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو ایمان پہ ثابت قدم رکھا اور ہدایت کے راستے پہ چلایا۔ چنانچہ وہ ایمان پہ ڈٹے رہے اور ہدایت کے راستے پہ چلتے رہے۔

حصولِ ہدایت کے 7 قرآنی طریقے:

قرآن مجید میں ہدایت حاصل کرنے کے 7 طریقے بتائے گئے ہیں:

[1] ......اتباعِ حق کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ [المائدۃ:۱۶] (جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں)۔

[2] ......اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لینا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾﴾ [آل عمران:۱۰۱] (اور اللہ کی سنت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لے، وہ سیدھے راستے تک پہنچا دیا جاتا ہے)۔

[3] ......ایمان کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۴﴾ [الحج: ۵۴] (اور یقین رکھو کہ اللہ ایمان والوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے)۔

4...... توبہ کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ﴿۸۲﴾﴾ [طٰہٰ: ۸۲] (اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے، اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر قائم رہے تو میں اس کے لیے بہت بخشنے والا ہوں)۔

5...... مجاہدہ کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [العنکبوت: ۶۹] (اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے)۔

6...... اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۵۴﴾﴾ [النور: ۵۴] (ان سے کہو کہ اللہ کا حکم مانو اور رسول کے فرمانبردار بنو، پھر بھی اگر تم نے منہ پھیرے رکھا تو رسول پر تو اتنا ہی بوجھ ہے جس کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی ہے، اور جو بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے، اس کے ذمہ دار تم خود ہو۔ اگر تم ان کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول کا فرض اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ صاف صاف بات پہنچا دیں)۔

7...... نیک عمل کے ذریعے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۴﴾ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿۵﴾﴾ [محمد: ۴، ۵] (اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے، اللہ ان کے اعمال کو ہرگز اکارت نہیں کرے گا۔ وہ انہیں

منزل تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت سنوار دے گا)۔

[المعجم المفہرس لمعانی القرآن العظیم: ۲/ ۱۲۸۴، ۱۲۸۵]

ہدایت سے محرومی کے 10 قرآنی اسباب:

1 ...... اتباعِ شیطان۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [الاعراف: ۳۰] (تم میں سے ایک گروہ کو تو اللہ نے ہدایت تک پہنچا دیا ہے، اور ایک گروہ وہ ہے جس پر گمراہی مسلط ہوگئی ہے، کیونکہ ان لوگوں نے اللہ کے بجائے شیطانوں کو دوست بنالیا ہے، اور سمجھ یہ رہے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں)۔

2 ...... اسراف۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ [غافر: ۲۸] (اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گذر جانے والا اور جھوٹ بولنے کا عادی ہو)۔

3 ...... خیانت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ﴾ [یوسف: ۵۲] (اور یہ بھی کہ جو لوگ خیانت کرتے ہیں اللہ ان کے فریب کو چلنے نہیں دیتا)۔

4 ...... شک۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ﴾ [غافر: ۳۴] (اسی طرح اللہ ان تمام لوگوں کو گمراہی میں ڈالے رکھتا ہے جو حد سے گذرے ہوئے، شکی ہوتے ہیں)۔

5 ...... گمراہی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ﴾ [النحل: ۳۷] (اے پیغمبر! اگر تمہیں یہ حرص ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر آ جائیں تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ جن کو ان کے عناد کی وجہ سے گمراہ

کردیتا ہے ان کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا، اور ایسے لوگوں کو کسی قسم کے مددگار بھی میسر نہیں آتے)۔

6 ...... ظلم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [البقرة:۲۵۸] (اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا)۔

7 ...... فسق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [المائدة:۱۰۸] (اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا)۔

8 ...... کذب (جھوٹ)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ [الزمر:۳] (یقین رکھو کہ اللہ کسی ایسے شخص کو راستے پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، کفر پر جما ہوا ہو)۔

9 ...... کفر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرة:۲۶۴] (اور اللہ ایسے کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا)۔

10 ...... حق سے اندھا پن۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا أَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ﴾ [الروم:۵۳] (اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر راستے پر ڈال سکتے ہو)۔

[ایضا:۲/۱۲۸۵، ۱۲۸۶]

﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ إِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا﴾

اور ہم نے ان کے دل خوب مضبوط کردیے تھے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہ اُٹھے، اور انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو معبود بنا کر ہرگز نہیں پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً انتہائی لغو بات کہیں گے۔

ہدایت کا تیسرا درجہ:

وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

اور گرہ دی ان کے دل پر

مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں صبر و استقامت کو ڈال دیا اور ان کے دلوں کو تھامے رکھا۔ یہ ایک خصوصی تجلی تھی جو ان کے دلوں پر ڈال دی گئی۔ توحید و ایمان پہ ڈٹے رہے۔

قرآن مجید میں ''قلب'' کا 3 معانی میں استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''قلب'' 3 معانی میں استعمال ہوا ہے:

1...... عقل کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ﴾ [ق:۳۷]

2...... مختلف رائے اور مختلف تدبیر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقُلُوْبُهُمْ شَتّٰی﴾ [الحشر:۱۴]

3...... بمعنی دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ﴾ [الحج:۴۶]

[بصائر ذوی التمییز: ۴/۲۸۹]

دلوں کی دس (10) اقسام:

قرآن مجید میں دل کی دس (10) مختلف قسمیں بتائی گئی ہیں:

1...... کافر کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ﴾ [النحل:۲۲] (ان کے دل نہیں مانتے)۔

2 ...... منافق کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ [البقرۃ:۱۰] (ان کے دلوں میں بیماری ہے)۔

3 ...... گناہگار لوگوں کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [المطففین:۱۴] (کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے)۔

4 ...... خواص کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ [ق:۳۳] (اور لایا دل رجوع ہونے والا)۔

5 ...... محبین کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ [ق:۳۷] (جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر)۔

6 ...... خائفین کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ [الانفال:۲] (ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل)۔

7 ...... عارفین کا دل جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا منتظر ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ [النحل:۱۰۶] (اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر)۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد:۲۸] (وہ لوگ جو ایمان لائے اور چین پاتے ہیں ان کے دل اللہ کی یاد سے، سنتا ہے! اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل)۔

8 ...... کجروی اور خواہشات میں پھنسا ہوا بدعتی کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ﴾ [آل عمران:۷] (سو جن کے دلوں میں کجی ہے)۔

9۔۔۔۔ غافل کا دل۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾[الکہف:۲۸] (اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے)۔

10۔۔۔۔ عبادت گزار کا دل جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ثواب کا منتظر ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾[الشعراء:۸۹] (مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل چنگا)۔

[بصائر ذوی التمیز: ۴/۲۸۹ تا ۲۹۱ بتصرف]

''قلب'' کو ''قلب'' کیوں کہتے ہیں؟

''قلب'' کو قلب اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بہت پلٹتا رہتا ہے۔ بقولِ شاعر:

وَ مَا سُمِّيَ الْاِنْسَانُ إِلَّا لِأُنْسِهٖ
وَ لَا الْقَلْبُ إِلَّا أَنَّهٗ يَتَقَلَّبُ

''انسان کو انسان اس کے اُنس کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور قلب کو قلب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ پھرتا رہتا ہے۔''

حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ، كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ، يُصَرِّفُهٗ حَيْثُ يَشَاءُ.)) [صحیح مسلم، رقم:۶۹۲۱]

''تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں جیسے چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔''

[بصائر ذوی التمیز: ۴/۲۸۹ تا ۲۹۱]

قرآن مجید میں بیان کردہ 17 قلبی احوال: (1)

1 ...... اَلْاِنْشِرَاح (شرح صدر ہونا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ [الانعام:۱۲۵] (غرض جس شخص کو اللہ ہدایت تک پہنچانے کا ارادہ کرلے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے)۔

2 ...... اَلتَّقْوٰى (پرہیزگاری)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَي الْقُلُوْبِ﴾ [الحج:۳۲] (یہ ساری باتیں یاد ... اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے)۔

3 ...... اَلْخُشُوْعُ (گڑگڑانا اور خوف کھانا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ [الحدید:۱۶] (کیا نہیں آیا وقت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کہ خوف کریں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور اس چیز کے لیے جو اتری ہے حق سے؟)

4 ...... اَلضِّيْق (گھٹن اور تنگ دلی)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ [الزمر:۴۵] (اور جس کو اس کی ضد کی وجہ سے گمراہ کرنے کا ارادہ کرلے، اس کے سینے کو تنگ اور اتنا زیادہ تنگ کردیتا ہے کہ اسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے جیسے اسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو)۔

5 ...... اَلطَّمَانِيْنَةُ (اطمینان)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد:۲۸] (یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے)۔

6 ...... اَلْقَسْوَةُ قساوتِ قلبی (سخت دلی)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾ [البقرۃ:۷۴] (اس سب کے بعد تمہارے دل پھر سخت ہو گئے، یہاں تک کہ وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر! بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی زیادہ)۔

7 ...... اَللِّيْنُ (نرمی)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [الزمر:۲۳] (پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں)۔

8 ...... اَلْوَسْوَسَةُ (بُرا خیال)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝﴾ [الناس:۵] (جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے)۔

9 ...... اَلْأُلْفَةُ (محبت)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ﴾ [آل عمران:۱۰۳] (اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا)۔

10 ...... اَلتَّنَافُرُ (باہمی نفرت)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى﴾ [الحشر:۱۴] (تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہو رہے ہیں)۔

11 ...... اَلْحَسْرَةُ (حسرت)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ [آل عمران:۱۵۶] (ان کی اس بات کا نتیجہ تو صرف یہ ہے کہ اللہ ایسی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دیتا ہے)۔

12 ...... اَلْخَوْفُ (ڈر)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ

اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ﴾[الانفال:۲] (مومن تو وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں)۔

13 ...... اَلرَّأْفَةُ (شفقت)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾[الحدید:۲۷] (اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں ہم نے شفقت اور رحم دلی پیدا کر دی)۔

14 ...... اَلرَّحْمَةُ (مہربانی)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾[آل عمران:۱۵۹] (ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر اے پیغمبر! تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے)۔

15 ...... اَلرِّيْبَةُ (شک)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ﴾[التوبۃ:۱۱۰] (جو عمارت ان لوگوں نے بنائی تھی، وہ ان کے دلوں میں اس وقت تک برابر شک پیدا کرتی رہے گی جب تک ان کے دل ہی ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتے)۔

16 ...... اَلزَّيْغُ (ٹیڑھاپن)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾[آل عمران:۷] (اے رسول! وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں

ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں)۔

17..... الغلظۃ(سنگدلی)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾[آل عمران:۱۵۹] (اگر آپ سخت مزاج اور سنگدل ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔)۔

[المعجم المفهرس لمعانی القرآن العظیم:۲/۹۵۷تا۹۵۹]

قرآن مجید میں بیان کردہ 6 قلبی امراض:

1..... اَللَّهْوُ (فضولیات میں انہماک)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾[الانبیاء:۳] (ان کے دل فضولیات میں منہمک ہوتے ہیں۔ اور یہ ظالم چپکے چپکے ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے ہیں)۔

2..... اَلْغَفْلَةُ(غفلت)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾[الکہف:۲۸] (اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے)۔

3..... اَلْغِلُّ (بغض وکینہ)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾[الحشر:۱۰] (اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کوئی بغض نہ رکھیے)۔

4..... اَلْغَيْظُ (سخت غصہ)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ .... وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ [آل عمران:۱۱۸، ۱۱۹] (بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ عداوت ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں، وہ کہیں زیادہ ہے.................... وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم قرآن پر ایمان لے آئے، اور جب تنہائی میں جاتے ہیں تو تمہارے خلاف غصے کے مارے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصے میں خود مر جاؤ، اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتیں خوب جانتا ہے)۔

5...... اَلْکِبْرُ (بڑائی/تکبر)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾﴾ [غافر:۳۵] (اسی طرح اللہ ہر متکبر جابر شخص کے دل پر مہر لگا دیتا ہے)۔

6...... اَلنِّفَاقُ (منافقت)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ [البقرۃ:۸ تا ۱۰] (کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ حقیقت میں مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ کو اور ان لوگوں کو جو واقعی ایمان لا چکے ہیں دھوکا دیتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے سوا کسی اور کو دھوکا نہیں دے رہے لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں روگ ہے چنانچہ اللہ نے ان کے روگ میں اور اضافہ کر دیا ہے)۔

[ایضا:۲/۹۵۸]

اصحابِ کہف کا اظہارِ حق: (۱)

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جب کھڑے ہوئے پھر بولے: ہمارا رب ہے رب آسمان اور زمین کا

یہ اللہ کے دیوانے، اللہ کے مستانے شاہِ وقت دقیانوس کے سامنے کھڑے ہیں اور بانگِ دہل اللہ رب العزت کی عظمتیں بیان کر رہے ہیں، شرک بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں، بُت پرستی کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔

نبی علیہ السلام کا شرک کے خلاف اعلان:

قریش مکہ میں سے کچھ لوگ جناب ابوطالب کے پاس آئے اور شکوہ کرنے لگے کہ آپ کا بھتیجا ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے تو آپ اسے سمجھائیں۔ چنانچہ ابوطالب نے آپ سے اس بارے میں بات چیت کی کہ ایسا نہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((يَا عَمِّ! لَوْ وُضِعَتِ الشَّمْسُ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرُ فِيْ يَسَارِيْ مَا تَرَكْتُ هٰذَا الْأَمْرَ.)) [السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۱/ ۴۶۳]

''اے چچا! اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند کو رکھ دیا جائے تو پھر بھی میں اس (دعوتِ ایمان وتوحید والے) کام سے باز نہیں آؤں گا۔''

افضل الجہاد:

نبی علیہ السلام نے سب سے افضل جہاد کے بارے میں فرمایا:

((كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ.)) [سنن نسائی، رقم: ۴۲۰۷]

''(سب سے افضل جہاد) ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا ہے۔''

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا جذبۂ ایمانی:

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کرلیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، اس نے آپ سے

کہا:

''تَنَصَّرْ وَأَنَا أُشْرِكُكَ فِيْ مُلْكِيْ وَأُزَوِّجُكَ ابْنَتِيْ''

تم نصرانی بن جاؤ، میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کرلیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہاری نکاح میں دیتا ہوں۔

صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''لَوْ أَعْطَيْتَنِيْ جَمِيْعَ مَا تَمْلِكُ وَجَمِيْعَ مَا تَمْلِكُهُ الْعَرَبُ، عَلٰى أَنْ أَرْجِعَ عَنْ دِيْنِ مُحَمَّدٍ طَرْفَةَ عَيْنٍ، مَا فَعَلْتُ!''

یہ تو کیا! اگر تُو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔

بادشاہ نے کہا:

''إِذًا أَقْتُلُكَ''

پھر میں تجھے قتل کردوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''أَنْتَ وَذَاكَ!''

ہاں! یہ تجھے اختیار ہے۔

چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا، بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کرلو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے

تھے: ہرگز نہیں!

آخر بادشاہ نے کہا کہ اسے سولی سے اُتار لو۔ پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا۔

''فَإِذَا هُوَ عِظَامٌ تَلُوحُ''

گوشت پوست جل گیا، ہڈیاں چمکنے لگیں۔

پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو! اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو، ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو، جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لیے چرخی پر اُٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ، پھر انہیں اپنے پاس بلا لیا، اس لیے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں، اب یہ میری بات مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میرا داماد بن کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا، لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''إِنِّي إِنَّمَا بَكَيْتُ لِأَنَّ نَفْسِيْ إِنَّمَا هِيَ نَفْسٌ وَّاحِدَةٌ، تُلْقَىٰ فِيْ هٰذِهِ الْقِدْرِ

السَّاعَةَ فِي اللهِ، فَأَحْبَبْتُ أَن يَكُونَ لِي بِعَدَدِ كُلِّ شَعْرَةٍ فِي جَسَدِي نَفْسٌ تُعَذَّبُ هٰذَا الْعَذَابَ فِي اللهِ''

میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہِ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں، کاش! میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں اللہ کی راہ میں اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کر دیتا۔

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو قید خانہ میں رکھا، کھانا پینا بند کر دیا، کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے پوچھا:

''مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْكُلَ؟''

تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''أَمَا إِنَّهُ قَدْ حَلَّ لِي، وَلٰكِن لَّمْ أَكُنْ لِأُشْمِتَكَ فِيَّ''

اس حالت میں میرے لیے یہ کھانا حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔

اب بادشاہ نے کہا:

''فَقَبِّلْ رَأْسِيْ وَأَنَا أُطْلِقُكَ''

اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے لے تو میں تجھے رہا کر دیتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''وَ تُطْلِقُ مَعِي جَمِيعَ أُسَارَى الْمُسْلِمِيْنَ؟''

کیا آپ میرے سب مسلمان ساتھیوں کو رہا کر دیں گے؟
بادشاہ نے کہا:

''نَعَمْ''

ٹھیک ہے۔ (اگر تُو ایسا کر لے تو میں) تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قبول فرمالیا اور اس کے سر کا بوسہ لے لیا۔ بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔

جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يُقَبِّلَ رَأْسَ عَبْدِاللهِ بْنِ حُذَافَةَ، وَ أَنَا أَبْدَأُ.''

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں۔

یہ فرما کر پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔

[تفسیر ابن کثیر تحت آیہ ۱۰۱ من سورۃ النحل]

شاہانِ عالَم کے دلوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا رعب:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اجنادین میں رومیوں سے مشہور و معروف زبردست لڑائی ہوئی۔ رومیوں کے سپہ سالار نے ایک عربی شخص کو جاسوس بنا کر مسلمانوں کے حالات کی تحقیق کے لیے بھیجا اور اس سے کہا کہ ایک شب و روز ان کے لشکر میں رہے اور غور سے پورے حالات کا جائزہ لے کر آئے۔ وہ چونکہ عربی تھا، اس لیے ان میں بے تکلف رہا اور واپس جا کر ان سے جو حالت بیان کی، وہ یہ ہے:

’’بِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ وَلَوْ سَرَقَ ابْنُ مَلِكِهِمْ قَطَعُوْا يَدَهٗ وَلَوْ زَنٰى رُجِمَ لِإِقَامَةِ الْحَقِّ فِيْهِمْ‘‘

’’یہ لوگ رات میں راہب ہیں، دن میں شاہ سوار (رات بھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ناک رگڑتے ہیں اور دن بھر گھوڑے پر سوار رہتے ہیں) اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرلے تو حق کی حمایت میں اس کا ہاتھ کاٹ دیں۔ اگر زنا کرے تو اس کو سنگسار کردیں۔‘‘

یہ جو کچھ اس جاسوس نے کہا، بالکل صحیح کہا۔ حدیث کی کتابوں میں بکثرت یہ قصہ وارد ہوا ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کرلی تھی۔ اونچے طبقے کی شمار ہوتی تھی۔ لوگوں نے چاہا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں کسی طرح سفارش کی جائے، مگر کسی کو جرأت اور ہمت نہ ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کے متبنّیٰ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو اس لیے تجویز کیا گیا کہ حضور ﷺ ان سے محبت فرماتے تھے۔ انہوں نے سفارش کی تو حضور ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے وعظ فرمایا، جس میں ارشاد فرمایا: پہلی اُمت کے لوگ اسی بات سے ہلاک ہوئے ہیں کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرلیتا تھا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرلیتی (أَعَاذَهَا اللّٰهُ مِنْهُ) تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔

[السنن الکبریٰ للنسائی، رقم:۷۳۸۸]

حدیث کی کتابوں میں اور بھی اس نوع کے قصے مذکور ہیں۔ یہی چیز تھی جس سے کفار کے قلوب مسلمانوں سے مرعوب تھے (رعب رہتا تھا)۔ چنانچہ اس رومی سپہ سالار نے اس جاسوس کی بات سن کر کہا:

''لَئِنْ كُنْتَ صَدَقْتَنِيْ لَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ مِّنْ لِقَاءِ هٰؤُلَاءِ عَلٰى ظَهْرِهَا.''
اگر تو نے مجھ سے ان کا حال سچ بیان کیا ہے تو زمین میں دفن ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ زمین کے اوپر ان سے مقابلہ کیا جائے۔

[تاریخ طبری: ۲/ ۶۱۰]

وحشی درندوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا رعب:

افریقہ کے جنگل میں مسلمانوں کو چھاؤنی ڈالنے کی ضرورت پیش آئی اور ایسے جنگل میں جہاں ہر قسم کے درندے اور موذی (تکلیف دینے والے) جانور بکثرت تھے۔
حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر چند صحابہ کو ساتھ لے کر ایک جگہ پہنچے اور اعلان کیا:
''أَيَّتُهَا الْحَشَرَاتُ وَالسِّبَاعُ! نَحْنُ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَارْحَلُوْا عَنَّا فَإِنَّا نَازِلُوْنَ فَمَنْ وَّجَدْنَاهُ بَعْدُ قَتَلْنَاهُ.''
''اے روئے زمین کے رہنے والے جانورو اور درندو! ہم صحابہ کی جماعت اس جگہ رہنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ، اس کے بعد جس کو تم میں سے ہم پائیں گے قتل کر دیں گے۔''
یہ اعلان تھا یا کوئی بجلی تھی، جو اُن درندوں اور موذی جانوروں میں سرعت سے دوڑ گئی اور اپنے بچوں کو اُٹھا اُٹھا کر سب چل دیئے۔

[معجم البلدان: ۴/ ۴۲۱]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ اور شیر آمنے سامنے:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ رومیوں کی لڑائی میں یا کسی دوسرے موقع پر راستہ بھول گئے۔
اتفاق سے ایک شیر سامنے آ گیا۔ انہوں نے اس شیر سے فرمایا:
''يَا أَبَا الْحَارِثِ! أَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ''

''اے شیر! میں حضور ﷺ کا غلام ہوں، مجھے یہ صورت پیش آ گئی۔''

وہ شیر کتے کی طرح دُم ہلاتا ہوا ان کے ساتھ ہولیا۔ جہاں کہیں کوئی خطرہ کی بات پیش آتی، وہ دوڑ کر اس طرف چلا جاتا اور اس سے نمٹ کر پھر ان کے پاس آ جاتا اور اسی طرح دُم ہلاتا ہوا ساتھ ہولیتا۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''فَلَمَّا وَضَعَنِيْ هَمْهَمَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُوَدِّعُنِيْ.'' [مستدرک الحاکم: ۴/۳۶، رقم: ۴۲۳۵]

پھر جب اس شیر نے مجھے لشکر تک پہنچا دیا تو وہ چنگھاڑا تو میں نے یہ خیال کیا یہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی جانثارانہ تقریر:

غزوۂ بدر سے پہلے نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کفار مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو آپ لوگ مجھے مشورہ دیں کہ ہم لڑیں یا نہ لڑیں۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے اور اپنی جانثاری کا اظہار فرمایا اور بسر و چشم آپ ﷺ کے اشارے کو قبول کیا اور دل و جان سے اطاعت کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور ایک جانثارانہ تقریر کی۔

''لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسَى اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ''

''یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہہ دیا تھا کہ تو اور تیرا اللہ جا کر قوم عمالقہ سے لڑے بلکہ ہم آپ کے داہنے، بائیں، آگے اور پیچھے سے لڑیں گے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ''

''(مقداد کے یہ کہتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے چمک اُٹھا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا لَأَنْ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ.'' [صحیح بخاری، رقم: ۳۹۵۲]

میں نے مقداد بن اسود کی یہ ایک ایسی بات دیکھی ہے کہ اگر یہ مجھے حاصل ہوتی تو اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی نعمت کو محبوب نہ رکھتا۔

[سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲/ ۶۲]

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز تقریر:

باوجود اس شافی کافی جواب کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا:

((أَشِيرُوا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ!))

''اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔''

سردارِ انصار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بلیغ اشارہ اور دقیق نکتہ کو سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا: یا رسول اللہ! شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ آمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ وَشَهِدْنَا أَنَّ مَا جِئْتَ بِهِ هُوَ الْحَقُّ وَأَعْطَيْنَاكَ عَلٰى ذٰلِكَ عُهُودًا وَّ مَوَاثِيقَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَلَعَلَّكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ! خَرَجْتَ لِأَمْرٍ فَأَحْدَثَ اللّٰهُ غَيْرَهُ فَامْضِ لِمَا شِئْتَ وَاقْطَعْ حِبَالَ مَنْ

شِئْتَ وَسَالِمْ مَنْ شِئْتَ وَعَادِ مَنْ شِئْتَ وَخُذْ مِنْ أَمْوَالِنَا مَا شِئْتَ وَأَعْطِنَا
مَا شِئْتَ وَمَا اَخَذْتَ مِنَّا كَانَ أَحَبَّ اِلَيْنَا مِمَّا تَرَكْتَ وَمَا اَمَرْتَ بِهٖ مِنْ اَمْرِنَا
فَاَمْرُنَا تَبَعٌ لِاَمْرِكَ لَئِنْ سِرْتَ حَتّٰى تَأْتِيَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَنَسِيْرَنَّ مَعَكَ فَوَالَّذِيْ
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَوِ اسْتَعْرَضْتَ بِنَا هٰذَا الْبَحْرَ لَخُضْنَاهُ وَمَا تَخَلَّفَ مِنَّا رَجُلٌ
وَّاحِدٌ وَمَا نَكْرَهُ أَنْ تَلْقٰى عَدُوَّنَا إِنَّا لَصُبُرٌ عِنْدَ الْحَرْبِ صُدُقٌ عِنْدَ اللِّقَاءِ
وَلَعَلَّ اللّٰهَ يُرِيْكَ مِنَّا مَا تَقَرُّ بِهٖ عَيْنُكَ فَسِرْ بِنَا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ.''

یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی اور اس امر کی گواہی دی
کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت اور جان نثاری کے بارے میں ہم
آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے
نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرمادی، جو منشاء مبارک ہو اس پر چلیے
اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے
چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں، ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں،
ہمارے مال میں سے جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں۔ اور مال
کو جو حصہ آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا کہ جو آپ ہمارے
پاس چھوڑ دیں گے۔ اور اگر آپ ہمیں ''برک الغماد'' جانے کا حکم دیں گے تو بالضرور ہم
آپ کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا
ہے، اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں
گے اور ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ
نہیں سمجھتے، البتہ تحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلیے۔

[سیرۃ المصطفیٰ ﷺ: ۲ / ۶۳ تا ۶۵]

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی، تُورانی بھی
اہلِ چیں چین میں، ایران میں ساسانی بھی

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے، نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی، وہ بنائی کس نے

تھے ہمی ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں میں

تُو ہی کہہ دے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا، اس کو کیا سَر کس نے؟

توڑے مخلوقِ خداوندوں کے پیکر کس نے؟
کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے؟
کس کی شمشیر جہاں گیر ، جہاں دار ہوئی؟
کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ''هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ'' کہتے تھے

مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی:

مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ آپ کو فرنگی نے قید کردیا، کچھ عرصہ بعد آپ کو فرنگی عدالت میں پیش کیا گیا۔ قدرۃً جج...... جو فرنگی تھا...... کو آپ نے کسی زمانے میں عربی پڑھائی تھی۔ جج نے کہا کہ اگر آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ میں 1857ء کی جنگ آزادی میں شامل نہیں تھا تو آپ کو باعزت طور پر بری کیا جائے گا۔ لیکن حضرت نے شیر کی ایک دن کی زندگی کو گیدڑ کی سو سالہ زندگی پر ترجیح دی اور فرمایا کہ میں جنگ آزادی میں شامل تھا۔ فرنگی نے آپ کو گولی سے اُڑانے کا حکم دیا اور آپ کو گولی سے اُڑا دیا گیا۔

ہے یہ ارضِ تمنا سے بیزار کی دنیا
اور سختیاں ، دشواریاں ، پابندیاں ، مجبوریاں
یاد ایامِ جفا بھلائیں تو بھلائیں کس طرح؟
دل فرنگی سے لگائیں تو لگائیں کس طرح؟

فوائد السلوک:

○ ...... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''يَقُولُ مَرَّةً [اَللّٰهُ] وَيَنْسَى فِي حِينِهٖ كُلَّ مَا سِوَاهُ كَأَصْحَابِ الْكَهْفِ الخ'' [موسوعۃ الکسنزان:۱۷/۲۲۳] (سالک جب ایک مرتبہ ''اللہ'' کا نام لے تو اللہ کے ماسوا ہر چیز کو بھول جائے جیسا کہ اصحابِ کہف نے اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز کی نفی کر دی تھی)۔

توحید کا برملا اعلان:

لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا

نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو معبود

اصحابِ کہف شاہِ وقت کے دربار میں توحید و ایمان سے بھرا ہوا اعلان کر رہے ہیں کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے، وہی ہمارا مشکل کشا ہے، وہی ہمارا مرجع ہے، وہی ہمارا ملجا ہے، اس کے سوا ہم کسی کے سامنے نہیں جھکتے۔ ایک ایک لفظ سے قوتِ یقین کا اندازہ ہو رہا ہے، فرشتے بھی انگشت بدنداں ہوں گے کہ یہ خاک کے پتلے کیسے جوش و خروش کے ساتھ شمعِ توحید کے جوشیلے پروانے بنے ہوئے ہیں۔ حدیث قدسی میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''أَنَا أَهْلُ أَنْ أُتَّقَى فَلَا يُجْعَلَ مَعِيَ إِلٰهٌ غَيْرِيْ وَمَنِ اتَّقَى أَنْ يَّجْعَلَ مَعِيَ إِلٰهًا غَيْرِيْ فَأَنَا أَهْلُ أَنْ أَغْفِرَ لَهٗ'' [السنن الکبریٰ للنسائی، رقم: ۱۱۶۳۰] (میں اس بات کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، چنانچہ میرے ساتھ میرے غیر کو معبود نہ بنایا جائے۔ اور جو شخص اس بات سے بچا کہ وہ میرے ساتھ میرے غیر کو معبود بنائے تو میں اس بات کا اہل ہوں کہ میں اسے بخش دوں)۔

''اِلٰہ'' کی تعریف:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''كُلُّ مَنِ اعْتَمَدتَّ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلٰهُكَ''

''ہر وہ ذات جس پر آپ اعتماد کر بیٹھیں، بس وہ آپ کا اِلٰہ (معبود) ہے۔''

نیز فرماتے ہیں:

''وَكُلُّ مَنْ خِفْتَهُ وَرَجَوْتَهُ فَهُوَ إِلٰهُكَ''

''ہر وہ ذات جس سے آپ ڈریں اور اس سے امیدیں وابستہ کریں تو وہ آپ کا معبود ہوگا۔''

مزید فرماتے ہیں:

''وَكُلُّ مَنْ رَأَيْتَهُ فِي الضَّرِّ وَالنَّفْعِ وَلَمْ تَرَ أَنَّ الحَقَّ جَلَّ وَعَزَّ مُجْرِي ذٰلِكَ عَلٰى يَدَيْهِ فَهُوَ إِلٰهُكَ.'' [موسوعۃ الکسنزان:۱/ ۳۰۲، ۳۰۳]

''جس کے ہاتھ میں آپ کو نفع ونقصان نظر آ رہا ہو اور آپ اس بات کو نہیں سمجھ رہے کہ یہ نفع ونقصان اللہ کی طرف سے ہے تو بس وہی آپ کا معبود ہے۔''

شرک سے بیزاری کا اعلان:

لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾

تو کہی ہم نے بات عقل سے دور

یعنی اگر ہم اللہ کو چھوڑ کر مخلوق کے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو پکاریں گے، ان کی عبادت کریں گے تو یہ عقل سے بڑی دور کی بات ہے کہ خالق مخلوق کی عبادت کرے، کیونکہ مجازاً ہم خالق ہوئے اور بت مخلوق۔ انہوں نے یہ بات اس وقت کہی جب شاہِ وقت دقیانوس نے ان کو بتوں کی پوجا پاٹ کی دعوت دی اور انہیں ان کی

پرستش چھوڑنے پر ملامت کی۔

لفظ ''شطط'' کی تحقیق:

''شَطَطًا'' کا معنی ہے ''قَوْلًا بَعِيْدًا عَنِ الْحَقِّ'' (حق سے دور بات)۔ اور ظاہر ہے کہ جو بات حق سے دور ہوگی وہ یقیناً عقل سے بھی دور ہوگی۔

فوائد السلوک:

✿......رہبر کامل کو چاہیے کہ سالکینِ طریقت کی تربیت کے لیے حق بات کرے جو اُن کی عقل کے مطابق بھی ہو۔ حدیث شریف میں بھی آتا ہے: ''أُمِرْنَا أَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ'' [کنز العمال، رقم: ۲۹۲۸۲] (ہمیں لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے)۔

﴿هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۝۱۵﴾

یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اس پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ (اگر ان کا عقیدہ صحیح ہے تو) وہ اپنے معبودوں کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟ بھلا اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟

قوم کے کفریہ عقیدے کا بیان:

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

یہ ہماری قوم ہے ٹھہرا لیے انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود

یعنی قوم کہتی تھی کہ تم بھی بتوں کو پوجو۔ تو اس کے جواب میں وہ کہتے تھے کہ نہیں، ہم

بتوں کو نہیں پوج سکتے، ہم ایک اللہ کی ہی پرستش کریں گے۔

فوائد السلوک:

ہمیں اس قصے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی فرد اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اب اس کو اپنے دین پر، اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہیے، آزمائش سے گھبرانا نہیں چاہیے اور نہ اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ باپ دادا کا طرزِ عمل کیا تھا۔ اگر باپ دادا کا طرزِ عمل غلط تھا تو محض ان کی تقلید کر کے، آنکھیں بند کر کے ان رسوم و رواج کی پابندی نہیں کرتے چلے جانا چاہیے بلکہ ایسی فضولیات سے گریز کرنا چاہیے اور ان سے اعلانِ براءت کرنا چاہیے۔ آج ہماری مشکلات کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے خاندانی رسوم و رواج کے پابند ہو کر رہ گئے، ہم نے احکامِ الٰہیہ پر رواجوں کو ترجیح دے دی ہے۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے ہم شادی بیاہ کی رسومات دیکھ لیں، رشتہ ڈھونڈنے سے لے کر رشتہ طے کرنے تک اور اس کے بعد شادی ہونے تک ہم ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے خاندانی روایات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں، پھر اس کا نتیجہ ہے کہ جہیز کی قبیح رسم کا خاتمہ نہیں ہو سکتا، انہی رسوم و رواج کی پابندی کا نتیجہ ہے کہ آج بچیاں اپنے گھروں پر بیٹھی رہ جاتی ہیں اور ان کے رشتے نہیں ہو پاتے کہ خاندان کی روایت یہ ہے کہ خاندان سے باہر لڑکیوں کے رشتے نہیں دینے ہیں۔ جن کے رشتے ہو جاتے ہیں ان کی رخصتی میں اچھا خاصا وقت لگ جاتا ہے کہ جب تک ڈھائی تین سو افراد کی دعوت شاندار طریقے پر کرنے کا انتظام نہ ہو جائے اس وقت تک شادی ملتوی کی جاتی ہے اور شادی کے بعد دونوں گھرانے (لڑکا اور لڑکی کا گھرانہ) اچھے خاصے مقروض ہو جاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی لیے

ہیں کہ ہم نے اللہ کے احکامات کونظر انداز کر کے رسم ورواج کو اپنالیا ہے۔

اصحابِ کہف کا چیلنج:

لَوۡلَا یَاۡتُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۭ بَیِّنٍ

کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی سند کھلی؟

چنانچہ کافروں کو چیلنج کیا جارہا ہے کہ تم لوگ اس پر ایک واضح دلیل لاؤ، یہ جو تم نے اپنے ہاتھوں سے بُت تراش رکھے ہیں اور خدا کا درجہ دے رکھا ہے، جن کو تم پوجتے ہو، کہ یہ تمہارے خدا ہیں......ان کافروں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔

قرآن مجید میں ''سلطان'' کا 4 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''سلطان'' 4 طرح استعمال ہوا ہے:

[1]......قرآنِ مجید کی آیات کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ﴾[یوسف:۴۰]

[2]......حجت اور دلیل کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ﴾[الرحمٰن:۳۳]

[3]......تسلط حاصل کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّهٗ لَیۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا﴾[النحل:۹۹]

[4]......معجزہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِذۡ اَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ﴾[الذاریات:۳۸]

[بصائر ذوی التمیز: ۲۴۷/۳]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے چیلنج کی تائید:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾

پھر اس سے بڑا گناہگار کون جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ

قرآن مجید میں 9 مقامات پہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے والوں کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑا ظالم وہی ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی جھوٹ باندھتا ہے کہ اس کے اور بھی شریک ہیں۔

قرآن مجید میں ''کذب'' کا 6 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''کذب'' 6 طرح استعمال ہوا ہے:

1 ...... نفاق کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ [البقرة:١٠]

2 ...... اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے اور اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾ [الزمر:٦٠]

3 ...... پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ [النور:٧،١٣]

4 ...... انکار کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ [النجم:١١]

5 ...... وعدہ کی خلاف ورزی کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾ [الواقعہ:٢]

6 ...... کذب لغوی (جھٹلانے) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاِنْ

كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۸۴]

[بصائر ذوی التمییز: ۴/ ۳۴۰]

اللہ پر جھوٹ بولنے والوں کی سزائیں:

1 ...... قیامت کو رُوسیاہی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾ [الزمر: ۶۰] (اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، ان کے چہرے سیاہ پڑے ہوئے ہیں)۔

2 ...... وَیل (بربادی)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۷۹] (پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی، اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کی وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں)۔

3 ...... فرشتوں کی گرفت میں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [الانعام: ۹۳] (اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے، حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو، اور اسی طرح وہ جو یہ کہے کہ میں بھی ویسا ہی کلام نازل کردوں گا جیسا اللہ نے نازل کیا ہے؟ اور اگر تم وہ وقت دیکھو تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس لیے کہ تم جھوٹی

باتیں اللہ کے ذمے لگاتے تھے، اور اس لیے کہ تم اس کی نشانیوں کے خلاف تکبر کا رویہ اختیار کرتے تھے)۔

4...... دوزخ کا ٹھکانہ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [العنکبوت:۶۸] (اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے، یا جب اس کے پاس حق کی بات پہنچے تو وہ اسے جھٹلائے؟ کیا جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانا نہیں ہوگا؟)

5...... دردناک عذاب۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل:۱۱۷] (دنیا میں انہیں جو عیش حاصل ہے، وہ بہت تھوڑا سا ہے، اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے)۔

6...... قہرِ الٰہی اور ذلتِ دنیوی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴾ [الاعراف:۱۵۲] (جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ہے، ان پر جلد ہی ان کے رب کا غضب اور دنیوی زندگی ہی میں ذلت آپڑے گی۔ جو لوگ افترا پردازی کرتے ہیں ان کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں)۔

﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴾

اور (ساتھیو!) جب تم نے ان لوگوں سے بھی علیحدگی اختیار کر لی ہے اور ان سے بھی جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں تو چلو اب تم اس غار میں پناہ لے لو، تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنا دامن رحمت پھیلا دے گا، اور تمہارے کام میں آسانی کے اسباب مہیا فرمائے گا۔

اصحابِ کہف کی قوم سے کنارہ کشی:

وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ

اور جب تم نے کنارہ کرلیا ان سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا

اصحابِ کہف کے واقعہ سے ایمان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان انسان کا وہ سرمایہ ہے کہ اگر وہ اس کو ضائع کر بیٹھے تو اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اسی عظیم نعمتِ ایمان کو بچانے کے لیے ان کو اپنی کافر قوم سے کنارہ کش ہونا پڑا، عہدے قربان کرنے پڑے، آرزوؤں کا خون کرنا پڑا، محبوب چہروں کو چھوڑنا پڑا، اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے سے سرشار ہونے والوں کی ایک جماعت تھی، جن کا یقین تھا کہ اللہ کا کوئی بدل نہیں ہے۔

تُو نہ چھوٹے مجھ سے یارب ! تیرا چھٹنا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں چاہے مجھ کو زمانہ چھوڑ دے

فوائد السلوک:

⇦......اس قصے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں آزمائش آئے تو اس میں ثابت قدمی دکھانی ہے۔ اللہ کی راہ میں اگر گھر بار، ماں باپ، اولاد، دوستوں اور رشتہ داروں کو چھوڑنا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اسی بات کو قرآن پاک میں ایک دوسری جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ [التوبۃ:۲۴]

''تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔''

آیئے! ذرا چند لمحے یہاں رک کر غور کریں کہ کہیں ہماری تنزلی، اقوامِ عالم میں پیچھے رہ جانے، انتشار اور نفسانفسی کی وجہ یہی تو نہیں کہ آج ہم نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ ہمیں اپنے کاروبار، اپنے جان و مال اللہ اور اس کے رسول کے احکامات زیادہ عزیز تر ہو گئے ہیں؟

تجویز اصحابِ کہف: ۱)

فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ

تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں

باہم مل کر مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ لمبا سفر طے کیا تھا، دشمنوں کا خوف تھا، تھکاوٹ تھی، چنانچہ کسی کے دل میں اللہ نے یہ بات ڈال دی تو وہ کہنے لگا کہ جب آپ نے اللہ کے لیے قربانی دی، گھر بار کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ پر حسنِ ظن رکھتے ہوئے غار میں پناہ لینی چاہیے۔ چلو کچھ آرام کر لیں گے، تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔

فوائد السلوک: ۱)

❁.....اس واقعہ میں ایمان کی حفاظت اور اس کو بڑھانے کے طریقوں کی طرف راہنمائی کی گئی ہے، جن میں سے اہم ترین طریقہ جات مندرجہ ذیل ہیں:

1 راسخ علم 2 صحبتِ صالحہ 3 پیچھے ہٹنے کا خوف 4 فتنوں سے کنارہ کشی 5 دین کو بچانے کی غرض سے فرار اختیار کرنا 6 دعا مانگنے کا اہتمام کرنا 7 اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔

❋ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے فرار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

دجالی فتنہ

فتنۂ دجال سے حفاظت کی تعلیم:

سورۂ کہف کے اندر اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت بھی ایسی نہیں اُتاری کہ اس ایک آیت کی وجہ سے سورۂ کہف کا پڑھنے والا فتنۂ دجال سے بچ جائے گا۔ بلکہ اس سورت کے اندر جتنے واقعات ہیں وہ واقعات انسان کو ایسا سبق سکھاتے ہیں، ایسی تعلیم دیتے ہیں، ایسی ذہن سازی کرتے ہیں کہ اگر ان کی تعلیمات دل کے اندر اُتر جائیں تو ایسا بندہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

فتنۂ دجال، حدیث کی روشنی میں:

دجال کے فتنے کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((ما أَهْبَطَ اللّٰهُ إِلَى الْأَرْضِ مُنْذُ خَلَقَ آدَمَ إِلَى أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ فِتْنَةً أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.)) [المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث: ۴۵۸۰]

”جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اس سے قیامت کے قائم ہونے تک اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنے سے بڑا فتنہ نہیں بھیجا۔“

فتنۂ دجال سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ڈر:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں: ''ہم دجال کے فتنہ سے اتنا ڈرتے تھے کہ اگر کوئی بندہ قضائے حاجت کے لیے درختوں کی اوٹ میں جاتا تھا اور پھر جب درختوں سے نکل کر واپس آتا تھا تو وہ ڈر رہا ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ واپس جاؤں اور دجال آچکا ہو۔'' اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دجال کے فتنے کا اتنا ڈر تھا تو آپ سوچیں کہ ہم تو قیامت کے اتنا قریب کی زندگی گزار رہے ہیں، ہمیں تو دجال کے فتنہ سے زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے۔

''دجل'' کا مفہوم:

لفظ ''دجال'' کے بارے میں سمجھ لیجیے۔ یہ لفظ ''دجل'' سے ہے اور دجل، فریب اور ملمع سازی کو کہتے ہیں۔ جیسے کوئی چیز پلاسٹک کی بنی ہوتی ہے، لیکن اس کے اوپر کوٹنگ ایسے کردی جاتی ہے کہ انسان کو وہی چیز سٹیل کی نظر آئے۔ آج کل کچن اور واش روم میں لگنے والی بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جو دیکھنے میں سٹیل کی نظر آتی ہیں، مگر اندر سے وہ پلاسٹک کی ہوتی ہیں۔ کئی لوگ تانبے کے زیور بنا کر ان کے اوپر سونے کا پانی چڑھا دیتے ہیں اور پھر وہ دیکھنے میں سونے کا زیور نظر آتا ہے، لیکن وہ دراصل ہوتا تانبے کا ہے۔ یہ تانبے پر سونے کا پانی چڑھانے کو ''ملمع سازی'' کہتے ہیں۔ اور یہی دجل ہے کہ اوپر سے کچھ نظر آتا ہے اور اندر سے کچھ اور ہوتا ہے۔ اسی طرح دجال بھی اوپر سے کچھ ہوگا اور اندر سے کچھ ہوگا۔

سیاہ کارنامہ:

دجال ایک سیاہ کارنامہ دکھائے گا کہ چیز کی حقیقت کچھ ہوگی اور دکھائے گا کچھ اور۔ دجال اس دنیا میں آکر کیا کرے گا؟ علماء نے اس کی تفصیل لکھی ہے کہ وہ انسانوں کو دنیا

کی محبت سکھائے گا، آخرت سے غافل کرے گا، اور انہیں بتائے گا کہ جس شخص کی دنیا کی زندگی بہتر گزر گئی وہی اچھا انسان ہے۔ اور جب لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت بسی ہوگی تو وہ اپنے ایمان کی فکر کرنے کی بجائے دنیا کے پیچھے لگے رہیں گے اور اپنی آخرت برباد کر بیٹھیں گے۔

عصرِ حاضر کی دجالی تہذیب:

آج کے دور میں جو دجالی تہذیب ہے وہ بھی اسی طرح ہے کہ اوپر سے بڑی خوش نما نظر آئے گی، مگر اس کے اندر خرابی اور فتنہ ہوگا۔ اس دور میں دجالی تہذیب بڑھتی چلی جارہی ہے۔ مادیت کا فتنہ اتنا ہوگیا ہے کہ آج کفر اپنی تہذیب کو پوری دنیا کے اندر غالب کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اس کے لیے وہ بڑے پیارے پیارے نام استعمال کرتا ہے۔

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

جمہوریت:

مثال کے طور پر آپ دیکھیں کہ ''جمہوریت'' کا نام کتنا پیارا ہے۔ اس نام کو کفر نے پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ چنانچہ اچھے لکھے پڑھے لوگ شریعت نافذ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ کی زمین ہے، ہم اللہ کے بندے ہیں، ہمیں اللہ کا قانون نافذ کرنے میں کیا رکاوٹ ہونی چاہیے؟ کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے، لیکن اس نے نام ہی اتنا خوبصورت بنا دیا ہے کہ آج پوری دنیا جمہوریت کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے، ہمارے ملک میں بھی جمہوریت ہے، ہم بھی اسی نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں، مگر اس نے اس لفظ کو اتنا خوش نما بنا دیا کہ اس کے علاوہ بندے کو کچھ نظر بھی نہیں

آتا۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ اگر تم زمین پر اکثریت کی پیروی کرنے لگ جاؤ گے تو یہ تمہیں گمراہ کر دیں گے۔

بھئی! اگر یہی قانون ہو کہ جو اکثریت کہتی ہے، وہی کرلو اور ہم اسی کو قانون کے طور پر تسلیم کرلیں تو ہم پھر دین پر نہیں رہ سکتے، بلکہ دین سے دور چلے جائیں گے۔ آج تو ملکوں کی اکثریت فیصلہ کر رہی ہے کہ مرد، مرد سے شادی کرسکتا ہے۔ بتاؤ! یہ بے وقوفی اور جہالت کے قوانین ہیں یا نہیں؟ لیکن آج بڑے بڑے ملکوں میں یہ قانون اسمبلیوں میں پاس ہو رہا ہے۔

قرآن کی تلوار، جمہوریت کے آر پار:

کثرت کے اس نظریے کو قرآن عظیم الشان نے Reject (مسترد) کردیا ہے۔

❁ ...... قرآن عظیم الشان 26 مقامات پہ کہتا ہے کہ اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں:

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [یوسف:۲۱]

❁ ...... پھر 19 مقامات پہ کہتا ہے کہ اکثر لوگ بے ایمان ہوتے ہیں، کافر ہوتے ہیں:

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [ھود:۱۷]

❁ ...... نیز 8 مقامات پہ اعلان کرتا ہے کہ اکثر لوگ فاسق ہوتے ہیں: ﴿وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [آل عمران:۱۱۰]

❁ ...... اس کے ساتھ ساتھ 5 مقامات پہ خبردار کرتا ہے کہ اکثر لوگ ناشکرے ہوتے ہیں: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ [البقرۃ:۲۴۳]

❁ ...... اکثر جھوٹے ہوتے ہیں: ﴿وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ [الشعراء:۲۲۳]

❁ ...... اکثر حق کو ناپسند کرتے ہیں: ﴿وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ [المومنون:۷۰]

٭ اکثر لوگ اللہ کی نشانیوں سے غافل بنے ہوئے ہیں: ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾ [یونس: ۹۲]

٭ اکثر لوگ حرام کاموں میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں: ﴿وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ﴾ [المائدۃ: ۶۲] (اور ان میں سے بہت سوں کو تم دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم اور حرام خوری میں لپک لپک کر آگے بڑھتے ہیں)۔

٭ اکثریت کو دیکھو گے کہ سرکشی میں بڑھتے جا رہے ہیں: ﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾ [المائدۃ: ۶۴] (اور اے پیغمبر! جو وحی تم پر نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کر کے رہے گی)۔

٭ اکثر لوگ دوسروں کو گمراہ کر دیتے ہیں: ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [الانعام: ۱۱۹]

٭ گزشتہ اقوام میں بھی اکثریت مشرکین کی تھی: ﴿كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ﴾ [الروم: ۴۲]

٭ اکثر لوگ تو حق کو پہچانتے ہی نہیں، مانتے ہی نہیں: ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ [الانبیاء: ۲۴]

٭ اکثر لوگ بُرے ہوتے ہیں: ﴿مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾ [المائدۃ: ۶۶]

٭ اور ایک جگہ تو فرمایا کہ ان میں سے اکثر لوگ تو فقط گمان ہی پر بھروسہ کرتے ہیں: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا﴾ [یونس: ۳۶] (اور حقیقت یہ ہے کہ ان مشرکین میں سے اکثر لوگ کسی اور چیز کے نہیں، صرف وہمی اندازے کے پیچھے چلتے ہیں)۔

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں ، تولا نہیں کرتے

بندوں کو گننے کی بجائے تولیں! (1)

حالانکہ قرآن صاف کہتا ہے کہ بندوں کو تولنا چاہیے، نہ کہ گننا چاہیے۔ اس لیے کہ گنتی میں اچھے بُرے برابر ہوتے ہیں، جبکہ تولنے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ قرآن عظیم الشان ڈنکے کی چوٹ پہ کہتا ہے: ﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ [المائدة:۱۰۰] (اے رسول! لوگوں سے کہہ دو کہ ناپاک اور پاکیزہ چیزیں برابر نہیں ہوتیں، چاہے تمہیں ناپاک چیزوں کی کثرت اچھی لگتی ہو)۔

- ...... کہاں اللہ پر مرنے مٹنے والا، کہاں دنیا پہ فریفتہ ہونے والا۔
- ...... کہاں خدا کا مستانہ، کہاں شیطان کا ہواس باختہ۔
- ...... کہاں توحید پرست، کہاں بُت پرست۔
- ...... کہاں بدکار، کہاں شب زندہ دار۔
- ...... کہاں بے درد، کہاں ہمدرد۔
- ...... کہاں اہلِ دل، کہاں بے دل۔
- ...... کہاں شہد کی مکھی، کہاں نجاست کی مکھی۔

یہ قطعاً برابر نہیں ہو سکتے۔ اور قرآن مجید نے تو نبی علیہ السلام سے صاف لفظوں میں خطاب فرمایا: ﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ [الانعام:۱۱۶] (اور اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے پیچھے چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر ڈالیں گے۔ وہ تو وہم و گمان کے

سوا کسی چیز کے پیچھے نہیں چلتے، اور ان کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ خیالی اندازے لگاتے رہیں)۔

اوپر سے لا الٰہ، اندر سے کالی بلا:

دجالی فتنہ اوپر سے بہت خوبصورت نظر آئے گا، مگر اس کے اندر خرابی ہوگی۔ آج یہ چیزیں اوپر سے واقعی بڑی خوبصورت نظر آتی ہیں، انسان سمجھتا ہے کہ دنیا میں بڑی ترقی ہوگئی ہے اور ہمیں بھی ترقی یافتہ بن جانا چاہیے۔ لہٰذا ان کو دین دار لوگ اچھے نہیں لگتے۔ سب سے پہلے ان کے اندر دین بیزاری آجاتی ہے۔ آج پوری دنیا کے اندر دین بیزاری کی کیفیت ہے۔ دنیا، دین کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتی۔ حالانکہ دین دار لوگ اچھے لوگ ہوتے ہیں، اچھے اخلاق والے ہوتے ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد پورا کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، مگر ان کو دین کا نام ہی اچھا نہیں لگتا، دین والوں کی شکل ہی اچھی نہیں لگتی۔ اس لیے آپ دیکھیں گے کہ دنیا کے جو پڑھے لکھے لوگ ہیں آج وہ کسی دین دار کو دیکھ لیتے ہیں تو ان کے دلوں کے اندر انقباض آجاتا ہے اور ان کو محسوس ہوتا ہے کہ پتہ نہیں یہ کہاں سے جنگل کی بلا اُٹھ کے آگئی ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی اور گمراہی ہے۔

یہ وہ خزاں ہے جو بہ اندازِ بہار آئے

انسان ہوگا یا یہ کسی تہذیب کا نام؟

ایک سوال نوجوان اکثر پوچھتے ہیں کہ دجال کوئی انسان ہوگا یا یہ کسی تہذیب کا نام ہے؟ واقعی یہ بڑا دلچسپ سوال ہے۔

بہت سارے علماء یہ سمجھتے ہیں کہ دجال کے آنے سے پہلے ایک دجالی تہذیب ہوگی جس کو ایک دجالی گروہ بنائے گا۔ یعنی وہ انسان ہوں گے، لیکن وہ دجال کی اس تہذیب

کو پروموٹ کرنے والے ہوں گے۔

بہت سال پہلے حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کے ساتھ ایک مرتبہ بات ہورہی تھی۔ حضرت نے گفتگو کے دوران فرمایا: اگر احادیث سے صراحتاً یہ پتہ نہ چلتا کہ دجال انسان ہوگا تو میں کہہ دیتا کہ امریکہ بہادر دجال ہے۔ اس لیے کہ جو دجالی کام ہے، وہ وہیں سے شروع ہورہا ہے اور پوری دنیا کے اندر پھیل رہا ہے۔ وہاں اس کام کو پھیلانے والے یہودی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہودیوں کا یہ گروہ دجال کا ایجنٹ ہے۔ وہ دجالیت کی تہذیب دنیا کے اندر پھیلا رہے ہیں۔

یہی تو دجالی فتنہ ہے کہ نعرہ کچھ ہوتا ہے اور اندر مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے عورت کو بے پردہ کررہے ہیں۔ وہ یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں، جبکہ حقیقت میں وہ عورت کو بے پردہ کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ہم اس کو کھلونا بنا کر استعمال کرسکیں۔ اس کے لیے انہوں نے ''حقوقِ نسواں'' کا نعرہ لگایا۔ اسی طرح روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر انسانوں کو آخرت سے غافل کردیا۔ چنانچہ آج مادیت کی اتنی محبت ہے کہ انسان آخرت کو بالکل بھول چکا ہے۔

ہمیں یوں لگتا ہے کہ دجال ایک انسان ہی ہوگا، کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ وہ یک چشم یعنی ایک آنکھ والا ہوگا، کانا ہوگا۔ یہودی اس کانے کو اپنا پیغمبر اور خدا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ آنے والے وقت میں ہمارا ایک آنکھ والا خدا آئے گا اور ہمیں پوری دنیا میں حکومت کرنے کا موقع مل جائے گا۔

ایک آنکھ کا تصور:

دجالیت کی انتہا دیکھیے کہ ابھی سے یہودی لوگ اپنی تصویروں اور کتابوں میں ایک

آنکھ کے تصور کو بڑھاتے اور عام کرتے جا رہے ہیں، تاکہ جب ایک آنکھ والا بندہ آئے تو اس کا ایک آنکھ والا ہونا کسی کو عیب ہی نہ لگے۔ لوگ پہلے سے ہی جانتے اور مانتے ہوں کہ ایک آنکھ بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ:

...آپ 20 ڈالر کے نوٹ کو دیکھیں، اس پر ایک آنکھ بنی ہوئی ہے۔

...اسی طرح مختلف ایجنسیوں کے مونوگرام کو دیکھیں، ان پر بھی ایک آنکھ ہوتی ہے۔

گویا کہ اپنے کانے پن کو چھپانے کے لیے، عیب کو چھپانے کے لیے انہوں نے اتنا عرصہ پہلے سے ایک آنکھ کا تصور پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی ایک مثلث بھی بنا دیتے ہیں۔ یہ سب دجالی علامات ہیں اور ان کو عام کرنے کا بنیادی مقصد بندوں کو اللہ سے غافل کرنا ہے، تاکہ بندے اسی دنیا کے اندر ریجھ جائیں اور بے حیائی کی زندگی گزارنے لگ جائیں۔

تہذیبوں کا ٹکراؤ:

ہمارا دین، حیا اور پاک دامنی کا دین ہے، جبکہ کافر لوگ بے حیائی کو پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ حضرات اخبارات میں پڑھتے رہتے ہوں گے کہ آج کل تہذیبوں کا ٹکراؤ ہے۔ تہذیبوں کے ٹکراؤ کا کیا معنی؟ اس کا معنی یہ ہے کہ کافر شراب چھوڑ سکتا ہے...... چنانچہ کتنے ایسے کافر دیکھے ہیں جو زندگی بھر شراب نہیں پیتے، لکھے پڑھے ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ بُری چیز ہے، ہم نے کبھی شراب نہیں پی...... کافر جُوا چھوڑ سکتا ہے، چوری چھوڑ سکتا ہے، سود چھوڑ سکتا ہے، ایسی بہت سی حرکتیں چھوڑ سکتا ہے، لیکن موسیقی اور زنا کاری کبھی نہیں چھوڑ سکتا، چاہے جو مرضی ہو جائے۔ ہم نے ان ملکوں میں سالہا سال گزارنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے۔

گویا کہ ہمارے اور ان کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ ہم حیا کو نہیں چھوڑتے اور وہ بے حیائی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ہے تہذیبوں کا ٹکراؤ۔ کافر لوگ جانتے ہیں کہ مسلمان جتنا بھی آزاد خیال کیوں نہ ہو جائے، یہ اپنی ماں، بہن اور بیٹی کے بارے میں کبھی بھی بے حیائی کو پسند نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ ہم اور مسلمان کبھی بھی ایک نہیں ہو سکتے۔ ہم کہتے ہیں: بھئی! آپ بے حیائی کو کیوں نہیں چھوڑ سکتے؟ آپ بے حیائی کو چھوڑ کر حیا والی زندگی اَپنا لیں۔ اس لیے کہ حیا بہتر ہے، جبکہ بے حیائی تو جانوروں والا کام ہے۔

مغربی دنیا میں حیا کا تصور:

مغربی دنیا شرم وحیا کو ایک بیماری کا نام دیتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

Shyness is a sickness.

''شرم ایک بیماری ہے۔''

جس بندے کے اندر شرم زیادہ ہوتی ہے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ زیادہ بڑا بیمار ہے۔ اور جو بے شرم ہوتا ہے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ صحیح انسان ہے۔ اور پھر وہ سکول میں بچوں (لڑکا ہو یا لڑکی) کو کہتے ہیں کہ اگر تم نے آپس میں بات کرنی ہے تو آنکھوں میں آنکھیں ملا کر بات کرو۔ اور جب ایک لڑکی، کسی لڑکے کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کے بات کرے گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پہلے آنکھیں چار ہو جائیں گی اور پھر دل ایک دوسرے کے بن جائیں گے۔ دیکھیے! یہ تہذیب کیسے دجالیت کو پروان چڑھا رہی ہے!!

مخلوط تعلیمی نظام کی خرابیاں:

باہر ملکوں کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دستور ہے کہ ایک لڑکا بیٹھتا ہے، پھر ایک

لڑکی بیٹھتی ہے، پھر ایک لڑکا اور پھر ایک لڑکی۔ گویا ایک لڑکے کے دونوں طرف لڑکیاں بیٹھی ہوتی ہیں۔ دائیں دیکھے گا تو اس کو لڑکی نظر آئے گی اور بائیں دیکھے گا تو اس کو لڑکی نظر آئے گی۔ دائیں طرف ہلے گا تو اس لڑکی سے ٹچ ہوگا اور بائیں طرف ہلے گا تو اُس لڑکی سے ٹچ ہوگا۔ اسی طرح لڑکی اگر دائیں طرف دیکھے گی تو اس کو لڑکا نظر آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گی تو اس کو لڑکا نظر آئے گا۔ اب یہ لڑکی جو دونوں طرف سے لڑکوں میں گھری ہوئی ہے، کب تک بچ کے بیٹھے گی؟

شرم وحیا کا جنازہ:

اور پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ اگر وہ لڑکی ساتھ والے لڑکوں کے ساتھ بات نہیں کرتی تو اس کا استاد اس کی رپورٹ بناتا ہے اور اس میں لکھتا ہے کہ یہ لڑکی بیمار ہے، یہ ساتھ والے لڑکوں سے بات نہیں کرتی۔ پھر ڈاکٹر کو بلایا جاتا ہے اور وہ آکر اس لڑکی کو سمجھاتا ہے کہ تم لڑکوں سے بات کیا کرو۔ یہ شرم، ایک بیماری ہے جو تمہیں لگی ہوئی ہے، ہم تمہارا نفسیاتی علاج کرتے ہیں۔

جدید تعلیم یافتہ، مگر حیا سے عاری:

یہاں سے بچے، بیرون ملک پڑھنے کے لیے جاتے ہیں اور یوں ان کے اندر سے شرم و حیا کو نکال دیا جاتا ہے، جبکہ ان کے ماں باپ یہاں بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے پڑھنے کے لیے باہر ملک چلے گئے ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے بچے انجینئر یا ڈاکٹر تو بن کے آجائیں گے، مگر ان کے اندر سے حیا جیسی نعمت بھی ختم ہو چکی ہوگی۔

Talkless (ٹاک لیس) تحریک:

آج کل امریکہ میں ایک تحریک چل رہی ہے۔ اس کا نام ہے: **Talkless**

تحریک۔ Talkless کا کیا مطلب؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں کرتہ نہ پہنیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ کپڑے پہننا تو تکلف ہے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ دنیا میں کوئی جانور ایسا نہیں جو کپڑے پہنتا ہو۔ انسان کا کپڑے پہننا تکلفات کے زُمرے میں آتا ہے، ان تکلفات کی کیا ضرورت ہے؟ جیسے ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے، ہمیں ویسے ہی پھرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ لوگ پورے کپڑے اُتار دیتے ہیں اور اسی تہذیب کو وہ پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔

چند ہفتے پہلے امریکہ میں ہزاروں مردوں اور عورتوں نے ننگے ہو کر سائیکلیں چلائیں اور تقریباً پندرہ میل کا سفر اسی طرح طے کیا۔ اس طرح کی حرکتیں وہ کرتے رہتے ہیں، یہ بتانے کے لیے ہم بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پھر ان کو حکومت کی سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ کفر کی حکومتیں نئی نئی چیزیں نکال رہی ہیں جن کے ذریعے پوری دنیا میں بے حیائی کو پھیلایا جا سکے۔

بے حیائی پھیلانے والی جدید ٹیکنالوجی

(۱)......سیل فون:

ان میں سے ایک چیز ''سیل فون'' ہے۔ سیل فون کے ذریعے سے بے حیائی، دنوں میں اتنی پھیل گئی ہے کہ اس سے پہلے کئی سالوں میں بھی اتنی نہیں پھیلی تھی۔

❀......آج کے نوجوان کو سیل فون نے برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ غیر محرم لڑکے اور لڑکی کا رابطہ رکھنا اتنا آسان ہو گیا ہے کہ ماں باپ کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔ لڑکی اپنے کمرے میں بیٹھی ہوتی ہے اور لڑکا اپنے کمرے میں بیٹھا ہوتا ہے، ماں باپ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ

یہ کمروں میں بیٹھے پڑھ رہے ہیں، جبکہ بچے بیٹھے فون پر ایک دوسرے کے ساتھ بات کر رہے ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس میں تصویر شیئر کرنے کا سلسلہ ہے، جس کے ذریعے وہ ایک دوسرے کو باآسانی اپنی تصویریں بھیج رہے ہوتے ہیں۔

❁ ...... پہلے زمانے میں اگر ایک لڑکا بدکار بنتا بھی تھا تو اس کو لڑکی کے ساتھ رابطہ کرنا کافی مشکل ہوتا تھا۔ اس کو رقعہ بھیجنا پڑتا تھا یا کسی کے ذریعے پیغام بھیجنا پڑتا تھا۔ رقعہ بھیجنا اور پیغام بھیجنا ایک مشکل کام تھا۔ اس کو اس کے ساتھ رابطہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اس وقت بُرائی مشکل تھی اور آج سیل فون نے اس کام کو آسان بنا دیا ہے۔ چنانچہ کفر کی حکومتوں نے سیل فون کے پیکیجز کی قیمتیں ایسی رکھی ہوئی ہیں کہ اگر دن کے وقت آپ فون کریں تو دوگنا پیسے دینے پڑیں گے اور رات کو فون کریں تو کم پیسوں میں بات ہو جائے گی۔ اور اب تو کمپنیاں ساتھ یہ بھی لکھتی ہیں: ''کرو بات، ساری رات۔'' تاکہ نوجوان ساری رات گناہ کے انہی کاموں میں لگے رہیں۔

❁ ......سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ پریشان ہیں۔ اس لیے کہ جب صبح کے وقت نوجوان پڑھنے کے لیے جاتے ہیں تو سب کو نیند آ رہی ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ راتوں کو اپنے Beloved کے ساتھ بات کرنے کے لیے جاگتے رہتے ہیں اور صبح ان کو نیند نہیں آئے گی تو اور کیا ہوگا؟

❁ ......پھر یہ بات پندرہ یا بیس منٹ تک محدود بھی نہیں ہوتی۔ مجھے ایک لڑکے نے بتایا کہ اس کا جس لڑکی کے ساتھ تعلق تھا، ایک رات اس نے 9 گھنٹے اس کے ساتھ بات کی۔ میں سُن کے حیران ہو گیا کہ 9 گھنٹے تک دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بات کرتے رہے۔ اب بچے اگر نو نو گھنٹے بات کریں گے تو آپ سوچیں کہ وہ تو واقعی ساری

ساری رات جاگ کر ہی گزار دیں گے۔

سیل فون کے ذریعے سے قوموں کے اخلاق خراب ہو رہے ہیں، تعلیم پر اثر پڑ رہا ہے اور کفر کی حکومتیں اس چیز کو Promote (پروموٹ) کر رہی ہیں۔

(۲)...... انٹرنیٹ (شیطانی جال):

پھر اس سے بڑھ کر ایک اور مصیبت آ گئی۔ اس کا نام ہے ''انٹرنیٹ''۔ اس کو میں کہتا ہوں:

Enter into the net.

''جال کے اندر داخل ہو جاؤ۔''

جیسے مچھلی جال کے اندر داخل ہو جائے تو اس کے لیے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم نے دیکھا ہے کہ نوجوان بچہ یا بچی، جن کو اس کا چسکا پڑ جاتا ہے، ان کے لیے انٹرنیٹ کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سائنسی تحقیق ہے کہ سگریٹ کی عادت چھوٹی ہے، شراب کی عادت چھوٹی ہے، جبکہ انٹرنیٹ کی عادت ان سے بھی زیادہ بڑی ہے۔ شرابی بندہ شراب آسانی سے چھوڑ سکتا ہے، سگریٹ پینے والا بندہ سگریٹ آسانی سے چھوڑ سکتا ہے، مگر انٹرنیٹ کو آسانی سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

وائف کا بدترین متبادل:

آج جس نوجوان کے پاس Wife (بیوی) نہیں ہوتی تو وہ کہتا ہے: جی! مجھے Wifi (وائی فائی) چاہیے۔ پھر ''وائی فائی'' بیوی کا متبادل بن جاتی ہے۔ اور جب نوجوانوں کو Wifi (وائی فائی) مل جاتی ہے تو پھر وہ گھر میں Wife (بیوی) کی

ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ انٹرنیٹ پر اتنا گندا مواد پھیلا دیا گیا ہے کہ جو بندہ چاہے وہ اس فحاشی کو گھنٹوں بیٹھ کر دیکھ سکتا ہے۔

بزنس کے نام پر بے حیائی:

کہتے ہیں کہ ہم نے پوری دنیا کو ایک شہر کی طرح بنا دیا ہے، گلوبل ویلج بنا دیا ہے، اب آپ انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں اچھے طریقے سے بزنس کر سکتے ہیں، حالانکہ بزنس کے نام پر پوری دنیا میں بے حیائی کو عام کیا جا رہا ہے۔

ہوم ورک کے نام پر بے حیائی:

اب تو چھوٹی چھوٹی کلاس کے بچوں کو انٹرنیٹ پر کام دیا جاتا ہے، تاکہ بچے انٹرنیٹ کو روزانہ کھولنے کے عادی بنیں اور اس کے بُرے اثرات خود بخود حاصل کرتے رہیں۔

ہمارے ایک تعلق والے ہیں۔ وہ کہنے لگے: میری بیٹی دوسری کلاس میں ہے، مجھے ایک دن کہنے لگی: ابو! مجھے ہوم ورک کرنا ہے۔ میں نے کہا: ہاں! ضرور کرو۔ وہ کہنے لگی: مجھے انٹرنیٹ چاہیے۔ میں نے کہا: انٹرنیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ وہ کہنے لگی: ابو! مجھے کلاس کی ٹیچر نے کہا تھا کہ تم انٹرنیٹ سے یہ چیزیں نکال کے لاؤ۔ کہنے لگے کہ کمرے میں کمپیوٹر پڑا تھا، میں نے اسے کہا کہ تم تھوڑی دیر کے لیے انٹرنیٹ پر بیٹھ کر کام کر لو۔ وہ بیٹھ کے کام کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد مجھے خیال آیا کہ یہ دوسری کلاس کی سٹوڈنٹ ہے، یہ انٹرنیٹ پر کیا کر رہی ہوگی، میں دیکھوں تو سہی۔ چنانچہ میں نے جا کر دیکھا تو اس نے انٹرنیٹ پر ایک ویب سائٹ کھولی ہوئی تھی۔ اس ویب سائٹ کا نام تھا:

All for girls.com.

یہ ایسی ویب سائٹ ہے جس میں بچی کے پیدا ہونے سے لے کر اس کے بڑھاپے تک اس کو زندگی میں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ہر چیز وہاں پر موجود ہے۔ بھئی! بچی کے لیے تو کھلونے ہوتے ہیں، یا زیادہ سے زیادہ اسے اتنا سکھا دیا جائے کہ تم نے اپنے بالوں کی لٹیں کیسے بنانی ہیں اور پونی کیسے بناتے ہیں؟ یہاں تک تو ٹھیک ہے، مگر اس میں اور بھی بہت کچھ ہے۔

پھر جب لڑکی جوان ہو جاتی ہے تو اس کو لڑکوں سے رابطے کرنے پڑتے ہیں، اس ویب سائٹ میں اس کے طریقے بھی سکھائے جاتے ہیں۔ پھر لڑکوں کے ساتھ رہنا کیسے ہے، وہ طریقہ بھی سکھایا گیا ہے۔ پھر لڑکوں کے ساتھ میل ملاپ کیسے کرنا ہے، اس کا بھی طریقہ سکھایا گیا ہے۔

یہ سب چیزیں اس ویب سائٹ پر سکھائی گئی ہیں جسے دوسری کلاس کی سٹوڈنٹ کھول کے بیٹھی ہوئی تھی۔ اسی کو تو ''دجالیت'' کہتے ہیں کہ تعلیم اور ہوم ورک کے نام پر بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے، جس میں ہم سب کے سب آسانی کے ساتھ ملوث ہوتے جا رہے ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کافر حکومتیں انٹرنیٹ کے لیے کروڑوں روپے خرچ کرتی ہیں، اور پھر اس کو سپورٹ کرنے کے لیے بڑے بڑے کمپیوٹر لگاتی ہیں۔ وہ لوگ اتنا پیسہ کس لیے خرچ کرتے ہیں؟ تاکہ دنیا سے حیا کا نام و نشان مٹ جائے اور بے حیائی عام ہو جائے۔

یاد رکھیں! جس گھر میں انٹرنیٹ نہیں ہے وہ محفوظ گھر ہے۔ اور جس گھر کے اندر انٹرنیٹ ہے، آپ یوں سمجھیں کہ شیطان کی فوج کی ایک بٹالین اس گھر میں موجود ہے جو اس گھر کے

بچوں اور بڑوں کو بُرائی کی طرف مائل کرنے کے لیے ہر وقت لگی ہوئی ہے۔

③......فیس بک:

اور Facebook (فیس بک) تو عجیب مصیبت ہے۔ ہمیں تو اس میں جانے کا بھی پتہ نہیں ہے۔ حالانکہ ہم الیکٹریکل انجینئر ہیں، لیکن پتہ ہی نہیں کہ اس میں جاتے کیسے ہیں؟ البتہ جو لوگ استعمال کرتے ہیں، ان سے جب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جب کوئی بندہ ایک مرتبہ Facebook (فیس بک) کھولتا ہے، تین منٹ کے اندر اندر کسی نہ کسی غیر محرم لڑکی کی تصویر اس کے سامنے آجاتی ہے۔

اب آپ بتائیں کہ جس Facebook (فیس بک) کو کھولنے پر تین منٹ کے اندر اندر انسان غیر محرم کی تصویر دیکھتا ہے، اس Facebook (فیس بک) کو کھولنا جائز کہاں سے ہو گیا؟

پھر یہ مصیبت عام ہے۔ جہاں لڑکوں نے اپنے صفحے بنائے ہوئے ہیں وہاں لڑکیوں نے بھی اپنے صفحے بنائے ہوئے ہیں۔ یوں Facebook (فیس بک) کے ذریعے وہ آپس میں رابطے بڑھا لیتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ بھی بے حیائی پھیلانے کا ایک دھندہ ہے جو کفر نے شروع کر رکھا ہے۔

سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں:

لگتا ہے کہ سیل فون، انٹرنیٹ، Facebook (فیس بک) اور ان جیسی چیزوں کے آنے کے بعد شیطان فارغ ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ اب شیطان سمجھتا ہے کہ میرا کام انسانوں نے سنبھال لیا ہے، دنیا میں میرے چیلے بہت ہو گئے ہیں، لہٰذا اب مجھے شیطانیت پھیلانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ اس پر کسی شاعر نے اشعار لکھے ہیں۔ ذرا غور سے پڑھیے گا۔

ابلیس کا اعتراف

تُو نے جس وقت یہ انسان بنایا یارب
اس گھڑی مجھ کو تو اک آنکھ نہ بھایا یارب
اس لیے میں نے ، سر اپنا نہ جھکایا یارب
لیکن اب پلٹی ہے کچھ ایسی ہی کایا یارب
عقل مندی ہے اسی میں کہ میں توبہ کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

ابتداً تھی بہت نرم طبیعت اس کی
قلب و جاں پاک تھے ، شفاف تھی طینت اس کی
پھر بتدریج بدلنے لگی خصلت اس کی
اب تو خود مجھ پہ مسلط ہے شرارت اس کی
اس سے پہلے کہ میں اپنا ہی تماشا کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں!

بھر دیا تو نے بھلا کون سا فتنہ اس میں
پکتا رہتا ہے ہمیشہ کوئی لاوا اس میں
اک اک سانس ہے اب صورت شعلہ اس میں
آگ موجود تھی کیا مجھ سے زیادہ اس میں
اپنا آتش کدۂ ذات ہی ٹھنڈا کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

اب تو یہ خون کے بھی رشتوں سے اکڑ جاتا ہے

باپ سے ، بھائی سے، بیٹے سے بھی لڑ جاتا ہے
جب کبھی طیش میں ہتھے سے اکھڑ جاتا ہے
خود مرے شر کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے
اب تو لازم ہے کہ میں خود کو سیدھا کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

میری نظروں میں تو بس مٹی کا سادھو تھا بشر
میں سمجھتا تھا اسے خود سے بہت ہی کمتر
مجھ پہ پہلے نہ کھلے اس کے سیاسی جوہر
کان میرے بھی کترتا ہے یہ قائد بن کر
شیطانیت چھوڑ کے میں بھی یہ دھندا کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

کچھ جھجکتا ہے ، نہ ڈرتا ہے، نہ شرماتا ہے
نت نئی فتنہ گری روز ہی دکھلاتا ہے
اب یہ ظالم ، میرے بہکاوے میں کب آتا ہے
میں برا سوچتا رہتا ہوں ، یہ کر جاتا ہے
کیا ابھی اس کی مریدی کا ارادہ کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

اب جگہ کوئی نہیں میرے لیے دھرتی پر
مرے شر سے بھی سوا ہے یہاں انسان کا شر
اب تو لگتا ہے یہی فیصلہ مجھ کو بہتر
اس سے پہلے کہ پہنچ جائے واں سوپر پاور

میں کسی اور ہی سیارہ پر قبضہ کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

ظلم کے دام بچھائے ہیں نرالے اس نے
نت نئے پیچ مذاہب میں ڈالے اس نے
کردیے قید اندھیروں میں اُجالے اس نے
کام جتنے تھے مرے ، سارے سنبھالے اس نے
اب تو میں خود کو ہر اک بوجھ سے ہلکا کرلوں!
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

استقامت تھی کبھی اس کی ، مصیبت مجھ کو
اپنے ڈھب پر اسے لانا تھا ، قیامت مجھ کو
کرنی پڑتی تھی بہت ، اس پہ مشقت مجھ کو
اب یہ عالم ہے کہ دن رات ، ہے فرصت مجھ کو
اب کہیں گوشہ نشینی میں گزارا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

مست تھا میں ترے آدم کی حقارت کرکے
خود پہ نازاں تھا بہت ، تجھ سے بغاوت کرکے
کیا ملا مجھ کو مگر ایسی حماقت کرکے
کیا یہ ممکن ہے کہ پھر تیری اطاعت کرکے
اپنے کھوئے ہوئے رتبہ کی تمنا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں!

ترقی کے نام پر شیطان نے انسان کو شیطانیت میں اتنا آگے بڑھا دیا ہے کہ اب وہ خود بھی اس پر متعجب ہونے لگا ہے۔

دجال کی اصلیت؟

ایسا لگتا ہے کہ جس کا نام ''دجال'' ہے، وہ ایک بندہ ہوگا، مگر اس کے آنے سے پہلے اس کی دجالی تہذیب بنا کر اس کو پوری دنیا میں پھیلا دیں گے۔ پھر جب دجال آئے گا تو اس کے لیے اپنی دجالیت کو پھیلانا اور آسان ہو جائے گا۔ وہ دنیا میں ایک چکر لگائے گا اور پوری دنیا میں دجالیت پھیل جائے گی۔

مادیت پرستی کا زہر:

موجودہ زمانے میں لوگ دین (آخرت) سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور دین کے بجائے مادیت (دنیا) کو اپنی زندگی کا مقصد بناتے چلے جا رہے ہیں، آج کا انسان اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے۔ جس بندے کو دیکھو اسی کا دل چاہتا ہے کہ گھر ایسا ہو...... گاڑی ایسی ہو...... بچے ایسے ہوں...... ان کی تعلیم ایسی ہو...... کاروبار ایسا ہو۔ آخرت، کا تصور لوگوں کے ذہن سے نکلتا جا رہا ہے۔ اور یہی دجالی فتنہ ہے کہ انسان آخرت کو بھول کر دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھنا شروع کر دے گا۔ اس پر ہمارے بعض اکابر نے کتابیں بھی لکھی ہیں۔

آگ ہے، نمرود ہے، اولادِ ابراہیم ہے:

یہ مادیت اور ایمان کا مقابلہ ہے جو آج کے دور میں ہو رہا ہے۔ ایک طرف ایمان والے ہیں جو اپنی آخرت کو بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، جو دین کی محنت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، جو مدارس چلا رہے ہیں، دین کی دعوت کا کام کر رہے ہیں، جو اللہ کے

بندوں کو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ یہ ایمان کی محنت کرنے والے لوگ ہیں۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اسی دنیا کے Resources (وسائل) کو بڑھانے کے لیے اور زیادہ پیسہ کمانے کی محنت میں لگے ہوئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ بس دنیا کی زندگی خوش نما ہونی چاہیے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا کے اندر اچھے شہر ہوں، اچھی بلڈنگز ہوں، ڈیویلپڈ ایریا ہونا چاہیے، کھانا پینا اچھا ہونا چاہیے۔

یوں لگتا ہے کہ آج کے دور میں ایمان اور مادیت کی ایک جنگ چل رہی ہے۔ ایک طرف ایمان والے ہیں اور دوسری طرف مادیت پرست لوگ ہیں جو فقط دنیا ہی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ انہیں مال کمانا ہوتا ہے، حلال اور حرام سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ان کے ذہن میں حلال اور حرام کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا۔ بس مال کمانا مقصد ہوتا ہے اور یہی دجالی فتنہ ہے جو آج کے دور میں عام ہوگیا ہے اور اس میں ہر بندہ آہستہ آہستہ اُلجھتا چلا جا رہا ہے۔

آگ ہے ، نمرود ہے ، اولادِ ابراہیم ہے
کیا پھر کسی کو کسی کا امتحاں مقصود ہے

معرکۂ حق و باطل:

حق اور باطل کی ایک جنگ ہے جو ازل سے چل رہی ہے۔ ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور پھر اسی وقت سے وہ اولادِ آدم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ایک طرف حق کی بات ہے جس کو ''چراغ مصطفوی'' کہتے ہیں اور ایک طرف باطل

ہے جو ''شرارِ بولہبی'' کی مانند ہے۔ یہ حق اور باطل کا معرکہ رہتی دنیا تک چلتا رہے گا۔ ہر بندے کے جسم میں حق اور باطل کا معرکہ ہے۔ ضمیر اس کو نیکی کی طرف بلاتا ہے، جبکہ نفس اور شیطان اس کو بُرائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ہر بندے کے اپنے مَن میں یہ جنگ چل رہی ہوتی ہے۔ نوجوان ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت، ہر بندے کے اندر ہر وقت یہ سلسلہ چل رہا ہوتا ہے۔

ضمیر کی آواز:

انسان کا ضمیر اسے بُرا کام کرنے سے روکتا ہے، جبکہ نفس اور شیطان بُرائی کو زیب و زینت کے ساتھ اس کے سامنے پیش کر کے اسے بُرائی کی طرف راغب کرتے ہیں۔ یہ دونوں (نفس اور شیطان) ہمارے بُرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ [فصلت:۲۵]

''اور ہم نے (دنیا میں) ان پر کچھ ساتھی مسلط کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے آگے پیچھے کے سارے کاموں کو خوشنما بنا دیا تھا۔''

یہ شیطان اور نفس بُرے ساتھی ہیں جو بندے کو بُرائی کی دعوت دیتے ہیں اور ضمیر ہمارا اچھا ساتھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر رکھ دیا ہے۔ یہ ایک خیر کی چیز ہے جو ہمیں نیکی کی طرف بلاتی ہے اور بُرا کام کرنے پر انسان کو ملامت کرتی ہے۔

ایک بڑا معرکہ:

جس طرح کُشتیوں کے مقابلوں میں آخری کُشتی بڑے بڑے اور نامی گرامی پہلوانوں کی ہوتی ہے، اسی طرح قربِ قیامت میں حق و باطل کا ایک بڑا معرکہ ہوگا۔ اس معرکے میں ایک طرف اللہ نے ایک نبی (علیہ السلام) کو پسند فرمایا، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ہیں۔ان کو اللہ نے آسمانوں پر محفوظ رکھا ہوا ہے۔

وہ دنیا میں نبی علیہ السلام سے پہلے آئے تھے، انہوں نے نبی علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی، اور ساتھ ساتھ دعائیں بھی مانگیں کہ اے اللہ! مجھے اس نبی کی اُمت میں سے بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ حالت میں آسمانوں پر اُٹھالیا، ابھی وہ آسمانوں پر ہیں۔ قربِ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کو آسمانوں سے زمین پر اُتاریں گے اور ان کو نبی علیہ السلام کی شریعت کے مطابق دنیا میں زندگی گزارنے کی سعادت نصیب ہوگی۔وہ اس دنیا میں نبی علیہ السلام کی نمائندگی کریں گے۔

دوسری طرف باطل کا ایک بڑا پہلوان ''دجال'' ہوگا، جو دجال اکبر کہلاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے جنگ ہوگی ،نتیجتاً دجال قتل ہوجائے گا۔

اصحابِ کہف کے قصہ میں سبق

اصحابِ کہف کا واقعہ سے ہمیں اپنا ایمان بچانے کا سبق ملتا ہے۔ہمیں دجال سے بھی بچنا ہے اور دجالی تہذیب سے بھی بچنا ہے۔ کیونکہ ہمارا اصل مقصد ہے اپنے ایمان کو بچانا۔اگر ہم اپنے ایمان کو بچالیں گے تو کامیاب ہوجائیں گے اور اگر ہمارے ایمان پر اثر پڑ گیا تو ہم ناکام ہوجائیں گے۔

دجالی فتنے سے بچے گا کون؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر طرف بے حیائی کا ماحول بڑھ رہا ہے اور کفر

اس بے حیائی کو پھیلانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے تو اس فتنہ سے کون بچ پائے گا؟ جواب یہ ہے کہ جو بندہ اپنے ایمان پر ڈٹا رہے گا، استقامت کا مظاہرہ کرے گا وہ اس فتنہ سے بچنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

البتہ یہ بات یاد رکھیں کہ ایمان پر جمے رہنے کے لیے، پہلے اپنے ایمان کو بچانا پڑتا ہے۔ جس طرح اصحابِ کہف اپنے ایمان کو بچانے کے لیے کہف میں چلے گئے تھے۔ اسی طرح آج کے دور میں بھی ایمان بچانے کے لیے بندے کو کسی نہ کسی کہف کے ساتھ نتھی ہو کر زندگی گزارنی ہوگی، تب ہمارا ایمان محفوظ رہ سکے گا۔

دیکھیں! تین سو سال سے زیادہ عرصہ سوئے رہنے کے باوجود نہ تو اصحابِ کہف کے جسم خراب ہوئے اور انہیں کوئی تکلیف پہنچی۔ اللہ تعالیٰ ان کی کروٹیں بدلتے رہے۔ پھر ان کو بیدار کر کے اللہ نے ان لوگوں کو نشانی دکھا دی جو کہتے تھے کہ قیامت کے دن ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو! جس طرح ہم تین سو سال تک سلانے کے بعد اصحاب کہف کو نیند سے بیدار کرنے پر قادر ہیں، اسی طرح موت دینے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں۔

قربِ قیامت......فتنوں کا زمانہ:

اصحابِ کہف کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ قربِ قیامت فتنوں کا زمانہ ہے۔ یہ ایسا وقت ہے کہ ایک انسان صبح اُٹھے گا تو ایمان والا ہوگا اور شام سونے کے لیے بستر پہ جائے گا تو ایمان سے خالی ہوگا۔

یاد رکھیں! عملی گناہ انسان کو بے ایمان نہیں کرتے۔ گنہگار کراتے ہیں، لیکن ایمان

سے محروم نہیں کرتے۔مگر جو نظریاتی چیزیں ہوتی ہیں وہ بندے کو ایمان سے ہی محروم کر دیا کرتی ہیں۔

نظریاتی لٹیروں سے بچیں:

آج کے دور میں ایسے نظریاتی لٹیروں سے بچنے کی ضرورت ہے۔آج کل بعض لوگ ٹی وی پر آتے ہیں، میڈیا پہ آتے ہیں اوران کی اپنی ہی شریعت ہوتی ہے۔وہ پرانے علماء کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔وہ ائمہ کی تقلید کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔وہ نئے نئے مسئلے نکالتے ہیں اوراپنی علمیت کی باتیں جھاڑتے ہیں۔اس قسم کے لوگ مَن مرضی سے قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہیں اورلوگوں کو من مرضی کے مسائل سناتے ہیں۔یہ ایمان کے ضائع ہونے کا سبب بنتے ہیں۔آپ حضرات ایسے لوگ سے دور رہیں،ان کی باتیں سن کر اپنے ایمان کو خطرے میں ہرگز نہ ڈالیں۔ان سے ایمان بچانے کا یہی طریقہ ہے کہ آپ کسی نہ کسی کہف (تفصیل آگے آ رہی ہے) کے ساتھ جڑ کے زندگی گزاریں۔

اعوانِ مہدی:

سید محمد بن رسول البرزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے ''أَشْرَاطُ السَّاعَة''۔یہ علامات قیامت کے بارے میں ہے۔اس کتاب میں انہوں نے ابن مردویہ کے واسطے سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں:

((أَصْحَابُ الْكَهْفِ أَعْوَانُ الْمَهْدِيِّ.)) [الدرالمنثور:۹/ ۱۲۳]

''اصحابِ کہف،مہدی علیہ السلام کے اعوان (مددگار) بنیں گے۔''

چنانچہ جو بندہ ان میں سے کسی کہف کے ساتھ جڑ کر رہے گا، جب امام مہدی دنیا میں

آئیں گے، وہ ان کا مددگار بنے گا۔ لہٰذا کسی نہ کسی کہف کے ساتھ جڑ کر رہیے، تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں امام مہدی کے خدام میں شامل فرما لے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب ''مجمع بحار الأنوار'' میں لکھتے ہیں کہ سورۂ کہف کا ترجمہ پڑھنے والا دجال کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جو کہف کے ساتھ جڑ کر رہے گا اور سورۂ کہف کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارے گا، اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے محفوظ فرمائیں گے۔

پانچ فتنے...... پانچ کہف

اصحابِ کہف کے قصہ میں ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ لوگو! اگر تم ایسے حال میں ہو کہ تمہارے پاس وسائل کم ہیں اور ایمان بچانا مشکل ہو گیا ہے اور یہ ڈر ہے کہ کفر کی سوسائٹی تمہیں زبردستی فسق و فجور میں مبتلا کر دے گی تو تم اپنے ایمان کو بچانے کے لیے پانچ میں سے کسی کہف کے ساتھ جڑ جانا۔ کہف کے ساتھ جڑنے سے تمہارا ایمان سلامت رہے گا، تم سوسائٹی کے بُرے اثرات سے بچ جاؤ گے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار لو گے۔

پہلا کہف...... مدارسِ دینیہ: (1)

آج کے دور میں پہلا کہف ''مدارس کا کہف'' ہے۔ چنانچہ جو بچہ مدرسے میں آ جاتا ہے اس کا ایمان محفوظ ہو جاتا ہے، اس کے اعمال محفوظ ہو جاتے ہیں اور اس کی آخرت محفوظ ہو جاتی ہے۔ دنیا کی یہ ترقی اس کو نہیں لبھا سکتی، اس بندے کو شیطانی راستے پر

نہیں چلا سکتی، یہ بندہ مدرسے کی برکت کی وجہ سے اپنے دین پر جما رہتا ہے اور اس نے اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے شریعت کو پکڑا ہوتا ہے۔ اس لیے مدرسہ اس کے لیے کہف بن جاتا ہے۔

آج کے زمانے میں یونیورسٹی اور کالج کی بچیاں، میڈیکل ڈاکٹر بچیاں، جو مدارس کے ساتھ جڑ جاتی ہیں، وفاق المدارس کا نصاب پڑھنا شروع کر دیتی ہیں، وہ ڈاکٹر بننے والی بچیاں ہوتی ہیں مگر ان کی تہجد بھی قضا نہیں ہوتی، ان کی نمازیں قضا نہیں ہوتیں۔ وہ پردہ دار اور بہت ہی پاک دامن بچیاں بن جاتی ہیں۔ ان کی زندگی کے حالات پڑھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ پہلے وقت میں بڑی بڑی ولیہ عورتیں بھی ایسی زندگی نہیں گزارتی تھیں جیسی آج کی یہ بچیاں گزار رہی ہیں۔

مدارس محفوظ رہیں گے:

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ مدارسِ عربیہ قیامت تک رہیں گے، یہ ختم نہیں ہو سکتے۔ حکومتیں کہتی رہیں گی کہ ہم مدارسِ عربیہ کو ختم کر دیں گے، مگر یہ ختم نہیں ہو سکتے۔ کیوں ختم نہیں ہو سکتے؟ اس لیے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے...... ذرا سمجھ لیجیے...... اللہ نے کیا وعدہ کیا؟ اللہ نے وعدہ کیا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ۝٩﴾ [الحجر:۹]

''ہم نے آپ اُتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان۔''

گویا کہ اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی۔ اب قرآن کے محافظ کون ہیں؟

❁...... قاری، قرآنِ مجید کے حروف کا محافظ ہوتا ہے۔

- ......حافظ، قرآنِ مجید کے الفاظ کا محافظ ہوتا ہے۔
- ......عالم، قرآنِ مجید کے معانی کا محافظ ہوتا ہے۔
- ......مشائخ، قرآنِ مجید کے معارف کے محافظ ہوتے ہیں۔

یہ سب لوگ قرآنِ مجید کی حفاظت کی جماعت ہیں۔ جب قرآن مجید کو اللہ نے محفوظ ہی رکھنا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ

- ......قاری بھی محفوظ رہے گا،
- ......حافظ بھی محفوظ رہے گا،
- ......عالم بھی محفوظ رہے گا، اور
- ......مشائخ بھی محفوظ رہیں گے۔

کوئی ان کو ختم کر نہیں سکتا۔

یہ سب لوگ کہاں محفوظ ہوتے ہیں؟ مدارسِ عربیہ میں محفوظ ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر ان لوگوں نے محفوظ رہنا ہے تو ان کے لیے مدارس کا محفوظ رہنا ضروری ہے۔ چونکہ اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لی، اس لیے اس کے ضمن میں مدارس کی حفاظت کی ہمیں خوشخبری مل رہی ہے۔ لہٰذا یہ مدارسِ عربیہ محفوظ رہیں گے۔

مدارس حکومت کے محتاج نہیں: (۱)

یہ بھی یاد رکھنا کہ یہ مدارس اپنے چلنے کے لیے حکومتوں کے محتاج نہیں ہیں۔ ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ کوئی ہمیں گرانٹ دے یا کوئی ہمارے بل پاس کرے، یا کوئی بجٹ میں پیسہ رکھے، نہیں! یہ اللہ کی توکل پہ چل رہے ہیں اور قیامت تک چلتے رہیں گے۔

دیکھیں! مدارسِ عربیہ کیسے چلتے ہیں؟ ذرا غور کیجیے...... لوگوں کے دلوں میں الحمدللہ

ایمان موجود ہے۔ ان کے دلوں میں اللہ کا تصور ہے۔ اب کسی بندے کو خوشی ملی۔ جس بندے کو خوشی ملی اس کا دل چاہا کہ میرا بیٹا ہوا ہے، میں کیوں نہ اللہ کے راستے میں خرچ کروں۔ لہٰذا وہ مدرسے کے اندر دس ہزار روپیہ بھجوا دیتا ہے۔ اب یہ جو اس نے مدرسے کے اندر پیسے بھیجے، یہ کس لیے بھیجے؟ اس نعمت کے اظہار کے طور پر جو اللہ نے اس کو عطا کی...... کیا اس میں کہیں حکومت کا دخل ہے؟ یا کسی اور بندے کا دخل ہے؟...... کوئی نہیں۔

اسی طرح اگر کسی بندے کو کوئی غم ملا، پریشانی ملی، یا کوئی بیمار ہو گیا یا کوئی فوت ہو گیا، اب وہ سوچتا ہے کہ میرے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں، کیوں نہ میں اپنے والد صاحب کے ایصالِ ثواب کے لیے کچھ کر دوں۔ چنانچہ وہ مدرسے والوں کو پیغام بھجواتا ہے، آپ لوگ مدرسہ بنوا رہے ہیں، اتنے کمرے اس میں مَیں بنوا دوں گا اور میرے والد صاحب کو اس کا ثواب ملے گا۔ اب یہ جو مدرسے کی عمارت بن گئی، یہ اللہ نے بنوائی، اس بندے کے دل میں ایمان کی وجہ سے...... کیا اس میں کسی حکومت کا حصہ ہے؟...... نہ خوشی میں حکومت کا حصہ ہے نہ غم میں حکومت کا حصہ ہے۔ یہ بندے اور اللہ کا معاملہ ہے۔ جب تک بندوں کا اللہ پر ایمان رہے گا، مدرسے چلتے رہیں گے۔ جو خوش ہوں گے وہ بھی اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے اور جو غمزدہ ہوں گے وہ بھی اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے اور مدارس والوں کو اللہ تعالیٰ مدرسے کے اندر بیٹھے ہوئے رزق پہنچائیں گے۔

دنیاداروں کی اصل تکلیف:

اصل میں دنیاداروں کو اس بات پر چڑ ہوتی ہے کہ ہم آٹھ گھنٹے محنت کرتے ہیں اور پھر جا کے تنخواہ ملتی ہے اور مدرسے والوں کو کچھ کیے بغیر سب کچھ مل جاتا ہے۔ بھئی! یہ اللہ

کی ذین ہے۔ جو اللہ کا کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو فقیری میں امیری عطا فرمائیں گے۔

حلال اور پاکیزہ گوشت کھانے والے:

آج شہروں میں لوگ کون سا گوشت کھا رہے ہیں؟ ہمیں اس کا نہیں پتہ، ہم نہیں جانتے۔ البتہ جو خبریں اخبار میں آتی ہیں، ان سے تو پتہ چلتا ہے کہ کہیں گدھے کا گوشت کھلایا جا رہا ہے اور کہیں کوئی اور گوشت کھلایا جا رہا ہے۔ لیکن مدرسے والے ایسے ہیں جو بالکل حلال اور پاکیزہ گوشت کھاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے پاس لوگ خود بکرے لے کر آتے ہیں۔ وہ ان بکروں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں اور اس کا کھانا بنا کر وہ کھاتے ہیں۔ گویا مدرسے والوں کو یقین ہوتا ہے کہ ہم جو کھا رہے ہیں، حلال چیز ہی کھا رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے کھانے کے بارے میں آپ فکر نہ کریں، ہمیں اللہ کھلائے گا۔

مدارس زیادہ بننے کا فائدہ:

آپ مجھے بتائیں کہ کیا دنیا میں انبیائے کرام علیہم السلام نوکریاں کرتے تھے؟ اللہ کے کسی پیغمبر نے نوکری نہیں کی۔ ان کو کون کھلاتا تھا؟ اللہ کھلاتا تھا۔ جہاں سے اللہ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو کھلایا، انبیاء علیہم السلام کے غلاموں کو بھی اللہ وہیں سے کھلائیں گے۔ اس لیے ہماری روزی کے بارے میں حکومتوں کو فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ بس اتنا کافی ہے کہ ان کو یہ پتہ چل جائے کہ اتنے لوگ مدارس میں پڑھ رہے ہیں، وہ مطمئن ہو جائیں کہ اللہ کا رزق تو ضرور ان کو پہنچائے گا، البتہ ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے بارے میں ہمیں فکرمند ہونا چاہیے۔ لہٰذا زیادہ مدارس کا بننا ان کے لیے فائدہ مند ہے۔

مدارس کی وجہ سے عذاب کا نازل نہ ہونا:

بھئی! مدارس کے طلبہ بااخلاق بنتے ہیں، ان میں انسانیت آتی ہے، وہ باحیا بنتے ہیں

اور وہ معاشرے کے لیے برکتوں کے اُترنے کا سبب بنتے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب مسجد میں اذان ہوتی ہے تو اس کی آواز جہاں تک جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس بستی کے اوپر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ یہ جو ٹی وی اور فلموں کے عذاب ہیں، انٹرنیٹ اور مووی کے عذاب ہیں، اگر مدارس والے نہ ہوتے تو یہ ملک پہلے ہی ختم ہو چکا ہوتا اور کسی عذاب کی لپیٹ میں آ چکا ہوتا۔ اگر یہ ملک بچا ہوا ہے تو مدارسِ عربیہ کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ یہ طلبہ کی وجہ سے بچا ہوا ہے جو راتوں میں حدیثیں پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں اور اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں، اور ان کی دعاؤں کے صدقے گنہگاروں پر عذاب کو مؤخر کر دیتے ہیں۔ اس لیے یہ مدارسِ عربیہ ہمارے ملک کا سرمایہ ہیں اور ہمارے لیے عزتوں کا سبب ہیں۔ لہٰذا ان سے کسی کو چڑ نہیں ہونی چاہیے۔

اصل ترقی کیا ہے؟

آج اگر یونیورسٹیاں بن جائیں تو حکومتیں خوش ہوتی ہیں کہ ہم بڑی ترقی کر گئے۔ او اللہ کے بندو! یونیورسٹیوں میں تو فقط دنیا کمانا سکھایا جاتا ہے، ہم یونیورسٹیوں کی تعلیم کے مخالف ہرگز نہیں ہیں، ضرور تعلیم حاصل کریں، مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ یونیورسٹی میں پڑھنے کے بعد آپ صرف دنیا کی روزی کمائیں گے جبکہ قرآن پڑھنے کے بعد آپ جنت کے حق دار بن جائیں گے۔ اس لیے قرآنِ مجید کا پڑھنا زیادہ ضروری ہے۔

ہمارا ملک...... پیارا ملک:

یہ بات بھی آپ ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنا پیارا ملک دیا ہے کہ اس ملک میں مدارسِ عربیہ اپنی مرضی سے کام کر رہے ہیں۔ یہ نعمت دنیا میں آج اور کہیں موجود نہیں ہے۔ آپ دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں، وہاں کے مدارس کے اوپر اتنی

پابندیاں ہیں کہ کہتے ہیں کہ یہ آپ پڑھا سکتے ہیں اور یہ نہیں پڑھا سکتے، یہ کر سکتے ہو اور یہ نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ جمعہ کا خطبہ بھی وہاں کا عالم اپنی مرضی سے نہیں دے سکتا، لکھا ہوا ملتا ہے جو اسے پڑھ کے سنانا پڑتا ہے۔ اگر یہ آزادی ہے تو کہاں پر ہے؟ ہمارے اس ملک میں ہے۔ یہ ملک تو پوری دنیا کا ایک انوکھا ملک ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے۔ اسی لیے ہمارے دلوں میں اس ملک کی محبت ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین پر عمل کرنے کی اتنی آسانیاں دے دی ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے قرآن پڑھتے بھی ہیں، پڑھاتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں، سمجھاتے بھی ہیں۔ جمعہ کا خطبہ ہوتا ہے تو حالات کو دیکھتے ہوئے، لوگوں کے فائدے کو دیکھتے ہوئے، ہم اللہ رب العزت کی محبت میں اور نبی علیہ السلام کی اتباع میں جو مضمون تیار کرتے ہیں، لوگوں کو سناتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ایمان محفوظ ہیں۔ یہ نعمت اللہ نے کہاں دی ہوئی ہے؟ فقط اس ملک میں دی ہوئی ہے۔ اس لیے ہر بندے کو اس ملک سے محبت ہونی چاہیے اور ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اس ملک کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ملک کا دشمن، ہمارا دشمن:

یاد رکھنا! جو اس ملک کا دشمن ہے وہ حقیقت میں ہمارا دشمن ہے۔ اگر کوئی ہمارے گھر کا دشمن ہو تو بتاؤ کیا ہم اس کو اپنا دوست سمجھیں گے؟ اگر گھر کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں تو یہ ملک بھی تو ہمارا گھر ہے، ہم اس ملک کے احسان مند ہیں، ہم یہاں پیدا ہوئے، ہم نے یہاں کھایا پیا، پلے بڑھے، تعلیم حاصل کی، ہم نے یہاں کے ریسورسز (وسائل) کو استعمال کیا، جب ہم یہاں اتنے بڑے ہوئے، ہمیں دین دیا اور عزتیں دیں، تو ان عزتوں کا سبب کون بنا؟ یہ ملک بنا۔ اس لیے ہماری محبتیں اس ملک کے ساتھ ہیں۔ ہم

اس ملک کو محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں، ہم اسے امن کا گہوارہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری نمازوں میں کوئی نماز ایسی نہیں ہوتی، تہجد کی کوئی نماز ایسی نہیں ہوتی جس میں ہم نے اس ملک کی خوشحالی کے لیے دعائیں نہ مانگی ہوں۔ اس لیے ہم بھی اس ملک کے محافظین کی جماعت میں شامل ہیں۔ لوگ اس ملک کی جغرافیائی سرحدوں کے محافظ ہوں گے، ہم اس ملک کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ ہیں۔ ہم نے اپنے دین کی سرحدوں کی یہاں حفاظت کی ہوئی ہے۔

دوسرا کہف......اللہ والوں کی خانقاہیں:

دوسرا کہف ''اللہ والوں کی خانقاہیں'' ہیں۔ جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ بیعت ہوجاتے ہیں، نسبت کو جوڑ لیتے ہیں، وہ بھی ایک کہف میں داخل ہوجاتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ دفتروں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے ہوتے ہیں، مگر ان کے اندر دین داری آجاتی ہے، وہ رسم و رواج کی طرف نہیں جاتے، وہ زمانے کے فتنے فساد کی طرف نہیں جاتے، بلکہ اللہ کی محبت کی طرف بڑھتے ہیں اور دین داری کی زندگی گزارتے ہیں۔ ان کا بھی ایمان محفوظ ہوجاتا ہے اللہ اللہ کرنے کی برکت کی وجہ سے۔ تو یہ اللہ والوں کی خانقاہیں بھی آج کے دور میں ایک کہف کے مانند ہیں۔ یہ خانقاہیں بندے کو اللہ سے جوڑتی ہیں اور اللہ کے ذکر کے ساتھ جوڑ دیتی ہیں۔ ایسے لوگ رسم و رواج میں نہیں پڑتے، بلکہ انقطاع عن المخلوق حاصل کرتے ہیں، ترکِ دنیا کرتے ہیں اور ذکر کی کثرت کی وجہ سے یہ اللہ کی طرف بھاگتے ہیں اور فَفِرُّوٓا اِلَى اللّٰهِ کا مصداق بن جاتے ہیں اور یوں ان کا ایمان محفوظ ہوجاتا ہے۔

اللہ والوں کی خانقاہیں کون سی ہوتی ہیں؟

یہ اللہ والوں کی خانقاہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ بعض خانقاہوں میں بدعات ہوتی ہیں، وہاں کے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں، وہ اُلٹا ایمان کو خراب کرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔ وہ کہف نہیں ہوتیں، ایسی جگہوں سے بچنا چاہیے۔ جہاں اللہ اللہ کرنے والے صاحبِ شریعت لوگ ہوں ان کی جگہیں ''کہف'' ہوتی ہیں۔

یاد رکھیں! ہم ایسی دکانوں کا تذکرہ نہیں کر رہے جن میں موجود پیروں کے نظریات ٹھیک نہیں ہوتے۔ ہم تو اللہ والوں کی خانقاہوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جہاں پر انسان کو انسان بنایا جاتا ہے، انسان کو تربیت دی جاتی ہے اور سکھایا جاتا ہے۔ ہم ایسی خانقاہوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ وہ دین کے لیے کہف کی مانند ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ جڑ کر رہنا چاہیے۔

تیسرا کہف...... دعوت و تبلیغ:

تیسرا کہف ''دعوت و تبلیغ کا کام'' ہے، جس کو ہم ''تبلیغی جماعت'' کہتے ہیں۔ یہ بھی کہف کے مانند ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جو نوجوان جماعت میں جانا شروع کر دیتا ہے، سہ روزہ لگا لیتا ہے، چلّہ لگا لیتا ہے یا تین چلّے لگا لیتا ہے، اس میں بھی دین داری آجاتی ہے۔ وہ کاروباری ہو، دکاندار ہو، سبزی فروش ہو یا وہ کسی فیکٹری میں کام کرنے والا مزدور ہو، لیکن جماعت میں جانے کی برکت سے دین اس کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے، اس کی اپنی زندگی بھی دین والی بن جاتی ہے اور اس کے گھر کے بیوی بچے بھی دین والے بن جاتے ہیں۔ گویا اس کا دین بھی تبلیغ میں آنے کی وجہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

حفاظتِ ایمان کا ذریعہ:

جو بندہ تبلیغی جماعت کے ساتھ جڑ جاتا ہے، مقامی گشت کرتا ہے، بیرونی گشت کرتا ہے، سہ روزہ لگاتا ہے اور شبِ جمعہ میں جانا شروع کر دیتا ہے، ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اس بندے کا دین محفوظ ہو جاتا ہے۔ وہ بندہ دیکھنے میں دنیادار بندہ ہوتا ہے، ایک سبزی فروش ہے، یا مزدور ہے، یا کام کرنے والا ہے لیکن اس کو دین کی فکر لگ جاتی ہے، پوری دنیا میں دین آجائے، یہ اس کے دل کا غم بن جاتا ہے۔ اس طرح گویا اس کا ایمان محفوظ ہو گیا اور یہ دجالی فتنے سے بچ گیا۔ جیسے اصحابِ کہف کا ایمان بچ گیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس دعوت وتبلیغ کی وجہ سے اس نوجوان کا ایمان محفوظ فرمادیا۔

ایک ضروری وضاحت:

ایک اور بات ذہن میں رکھیے کہ یہ جتنے بھی کہف ہیں، ان میں مختلف شعبوں میں مختلف لوگ محنت کر رہے ہیں۔ کبھی بھی ایک شعبے کا بندہ دوسرے شعبے کے بندے پر اعتراض نہ کرے۔ بعض لوگ ناسمجھی کی وجہ سے کہہ بیٹھتے ہیں: بس! ذکر ہی اچھا ہے، شیخ کے پاس ہی آنا چاہیے، جو نہیں آئے گا وہ نہیں بن سکے گا، وہ دوسرے شعبے کے لوگوں کو کمزور ثابت کرتے ہیں، بُرا کہتے ہیں، یہ جہالت کی بات ہے، کبھی بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے...... بعض لوگ جو دعوت وتبلیغ میں نکل پڑتے ہیں اور وہ عوام الناس میں سے ہوتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک چلہ لگالیا ہے، اب ہم مدارس کے مفتی اور شیخ الحدیث سے بھی بڑے دین کے داعی بن گئے ہیں، انسان اس قسم کی غلطیاں کر جاتے ہیں، یہ عام طور پر ناپختگی کی وجہ سے ہوتی ہیں، کبھی بھی دین کے شعبے کا ایک بندہ دین

کے دوسرے شعبے کے بندے کے ساتھ اس طرح کا بحث ومباحثہ نہ کرے اور ان کے ساتھ کبھی بھی نہ اُلجھے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فوج میں ایک زمینی فوج ہوتی ہے جسے آرمی کہتے ہیں، ایک ہوتی ہے ہوائی فضائیہ اور ایک ہوتی ہے بحریہ۔ کیا ایک شعبے کا فوجی دوسرے شعبے کے فوجی کے بارے میں کوئی بات کررہا ہوتا ہے؟ نہیں، وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں، کیونکہ وہ سب اپنے آپ کو ایک سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم مختلف انداز سے ملک کی حفاظت کررہے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ دین کا کام کرنے والے ہیں، جس شعبے میں بھی کوئی کام کررہا ہے، وہ سب کے سب دین کی حفاظت کرنے والے لوگ ہیں، اپنے ایمان کو بچانے والے لوگ ہیں۔ اس لیے ہمیں دوسروں پر تنقید نہیں کرنی چاہیے، بلکہ ان کا تعاون کرنا چاہیے، اچھے الفاظ کہنے چاہئیں اور کبھی بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ بعض نوجوان یہ غلطی بھی کرجاتے ہیں اس لیے بتادینا ضروری تھا۔

یہ اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے اس کام کو ہمارے ملک میں خوب اچھی طرح جمادیا ہے۔ پوری دنیا اس ملک کی طرف رجوع کرتی ہے اور الحمد للہ! رائیونڈ میں ہر سال ایسا اجتماع ہوتا ہے کہ اس اجتماع میں شمولیت کے لیے پوری دنیا سے لوگ آتے ہیں اور پوری دنیا کے لیے ہزاروں جماعتیں یہاں سے نکلتی ہیں اور تبلیغ کرتی ہیں۔

چوتھا کہف......قرآنِ مجید:

چوتھا کہف ''قرآن مجید'' ہے۔ جو بندہ قرآن مجید کے ساتھ نتھی ہوجاتا ہے، قرآن مجید کو پڑھنا، سمجھنا اور سیکھنا شروع کردیتا ہے تو قرآن مجید بھی اس بندے کے دین کا

محافظ بن جاتا ہے۔آپ غور کریں کہ جو نوجوان مسجدوں میں ہونے والے درسِ قرآن میں جڑ جاتے ہیں اور اس درسِ قرآن میں روزانہ شمولیت کرتے ہیں، ان نوجوانوں کا دین محفوظ ہوجاتا ہے۔ حالانکہ وہ یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے لوگ ہوتے ہیں، وہ کام کرنے والے ہوتے ہیں اور بازاروں میں بیٹھنے والے ہوتے ہیں، لیکن درسِ قرآن کی وجہ سے ان کی زندگی محفوظ ہوجاتی ہے۔

درسِ قرآن کی برکت:

ہم نے عورتوں میں اس کا اثر زیادہ دیکھا ہے۔آج کے دور میں ہمارے ملک میں ہزاروں جگہوں پر مستورات درسِ قرآن اور دورۂ قرآن کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا رہی ہیں اور اس میں شمولیت کے لیے یونیورسٹی کی بہت ساری بچیاں جارہی ہوتی ہیں اور وہ پورا رمضان المبارک درسِ قرآن سُن کر گزارتی ہیں۔ان عورتوں کا بھی دین اور ایمان محفوظ ہوجاتا ہے، قرآن ان کے لیے کہف بن جاتا ہے۔گویا قرآن مجید نے ان کو زمانے کے فتنوں سے بچالیا ہوتا ہے۔

جو بندہ دنیا کے جس ملک میں بھی ہو، اگر وہ درسِ قرآن کے ساتھ جڑا ہوا ہے، قرآن مجید کا ترجمہ سیکھ رہا ہے، قرآن مجید کو سمجھ رہا ہے، قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار رہا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ قرآن قَیِّم ہے، اس میں برکت ایسی ہے کہ یہ کتاب انسان کو دین کے اوپر جما دیتی ہے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے دین کو محفوظ کردیتے ہیں، لہٰذا قرآن مجید بھی بندے کے لیے ایک کہف بن جاتا ہے۔

پچاس سے زیادہ جگہ درسِ قرآن:

درسِ قرآن جہاں بھی ہوتا ہے، صحیح العقیدہ عالم جہاں بھی یہ درس دیتا ہے، آپ اس

کے ساتھ جڑ کے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ''قیاما'' بنایا ہے۔ یہ بندے کے ایمان کو بچالیتا ہے۔ الحمد للہ! ہم نے اپنے بچپن میں...... جب ہم پرائمری سکول میں جاتے تھے، یہ دیکھا کہ ہمارے شہر میں شاید پچاس سے زیادہ جگہوں پر درسِ قرآن ہوا کرتا تھا۔ ہر روز فجر کی نماز کے بعد عالم درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ لوگوں کا بھی معمول تھا، وہ بھی بیٹھ کر توجہ سے سنتے تھے۔ اب آہستہ آہستہ یہ چیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔ ابھی مجھے معلوم نہیں کہ ہمارے شہر میں کتنی جگہوں پر درسِ قرآن ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔

درسِ قرآن کو اپنا فرضِ منصبی سمجھیں:

جو طلبہ علم پڑھتے ہیں، وہ اور کچھ کریں یا نہ کریں، کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی جگہ روزانہ فجر کے بعد درسِ قرآن کو اپنا فرضِ منصبی سمجھیں، تاکہ اس کی وجہ سے امت کا ایمان محفوظ ہو جائے۔ اور جو مسجد کے ذمہ دار حضرات ہیں، متولی ہیں یا کمیٹی کے لوگ ہیں، وہ بھی کوشش کریں کہ ان کی مسجد میں درسِ قرآن روزانہ ہونا چاہیے، یہ امت کے لیے ایمان کے بچنے کا سبب ہے۔ اس سے عقیدے ٹھیک رہتے ہیں، اعمال اچھے رہتے ہیں اور لوگ نفس و شیطان سے بچ کر اللہ کے بن کر زندگی گزارنے والے بن جاتے ہیں، اس لیے اس کہف پر بھی اور زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے اور عوام الناس کا رابطہ قرآن مجید سے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

جو بندہ جہاں بھی قرآنِ مجید کے ساتھ منسلک ہوگا، مشرق میں ہو یا مغرب میں، شمال میں یا جنوب میں، درسِ قرآن ے ساتھ جڑا رہے، قرآن کی تعلیمات کی سنتا رہے اور اس کے مطابق اپنے عقائد کو رکھے، تو اس کا ایمان اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید کی برکت کی وجہ سے محفوظ فرمائیں گے۔

دُروسِ قرآن کی ریل پیل:

ہم نے اپنے بچپن میں دیکھا کہ ہمارے شہر کی ہر دوسری تیسری مسجد میں فجر کے بعد درسِ قرآن ہوتا تھا۔ ہم لوگ فجر کی نماز کے وقت جاگتے تھے تو لاؤڈ سپیکروں پر درسِ قرآن سنتے تھے۔ ہم گھر میں بیٹھ کر بعض آیات کی تفسیر سنا کرتے تھے۔ یہ مولانا صاحب تفسیر کر رہے ہیں، وہ مولانا تفسیر کر رہے ہیں۔ بعض علماء اپنی زندگی میں تین تین مرتبہ یا پانچ پانچ مرتبہ پورے قرآنِ مجید کی تفسیر بیان کرلیا کرتے تھے۔ آج یہ بات کم ہوتی جارہی ہے۔ اس میں امت کا بڑا نقصان ہے۔ لہٰذا جو مساجد کے منتظمین ہیں، متولی حضرات ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ ائمہ حضرات سے کہیں کہ ہر مسجد میں فجر کی نماز کے بعد درسِ قرآن کو ضروری سمجھا کریں۔ جیسے تبلیغی جماعت کے لوگ تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں اس سے زیادہ ضروری مسجد میں درسِ قرآن کا ہونا ہے۔ کیونکہ تعلیم سے تو انسان کی کیفیات تازہ رہیں گی، مگر درسِ قرآن سے انسان کا ایمان محفوظ رہے گا۔ اس لیے درسِ قرآن زیادہ ضروری ہے۔ علماء کو خود بھی اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے۔ جو بندہ دورۂ حدیث کرلیتا ہے وہ اس کے بعد چاہے مدرسے میں پڑھائے، چاہے کوئی کاروبار کرے، چاہے کوئی نوکری کرے، اس کے ساتھ ساتھ اس کو چاہیے کہ کہیں نہ کہیں فجر کی نماز کے بعد درسِ قرآن کا حلقہ ضرور رکھے، تاکہ امت کو درسِ قرآن کی وجہ سے قرآنِ مجید کی ہدایت کا نور ملتا رہے۔ کوشش کر کے اس کو بڑھانا چاہیے، کیونکہ یہ ہمارے لیے کہف ہے۔

درسِ قرآن......حفاظتِ ایمان:

جو بندہ قرآنِ مجید کی تعلیمات کے ساتھ نتھی ہوجاتا ہے، اس کو علماء سے پڑھتا ہے، سیکھتا

ہے یا درسِ قرآن کی محفل میں شامل ہوجاتا ہے، یا قرآنِ مجید کا ترجمہ سیکھتا ہے اور اس کے مطابق زندگی کو گزارنے کی کوشش کرتا ہے، وہ گویا کہف کے اندر آچکا ہے۔ یہ قرآنِ مجید زندگی کے قیام کا سبب ہے اور بندے کے ایمان کے بچنے کا سبب بن جاتا ہے۔

قرآن مجید......معاشرتی زندگی کی روح:

جس طرح روح، انسان کے جسم کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتی ہے اور اس کی حفاظت کا سبب ہے، زندگی کے ساٹھ سال گزارنے کے باوجود ہمارا جسم گلتا سڑتا نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر روح موجود ہے۔ اور جب کسی جسم سے روح نکل جاتی ہے تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر وہ گلنا شروع ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید ہماری معاشرتی زندگی کی روح ہے جو ہمارے ایمان کی حفاظت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے لیے ''روح'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [الشوریٰ:۵۲] (اور اسی طرح ہم نے تمہارے پاس اپنے حکم سے ایک روح بطور وحی نازل کی ہے)۔ اگر قرآن مجید ہمارے معاشرے میں آجائے گا تو یہ ہمارے ایمان کو گلنے سڑنے سے بچالے گا۔ اس لیے قرآن مجید بھی ہمارے لیے کہف ہے۔

پانچواں کہف......مکہ اور مدینہ:

پانچواں کہف ''مکہ اور مدینہ'' ہیں۔ جو بندہ آج کے دور میں مکہ اور مدینہ میں پہنچ جاتا ہے، وہ بھی دجال کے فتنے سے بچ جاتا ہے۔ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا الْمَدِيْنَةَ وَمَكَّةَ عَلَى كُلِّ نُقْبٍ مِنْ

أَنقَابِ الْمَدِينَةِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ يَحْرُسُونَهَا.)) [السنن الکبریٰ، حدیث: ۴۲۰۶]

''ہر شہر میں دجال داخل ہوگا سوائے مدینہ اور مکہ کے۔ مدینہ کے راستوں میں سے ہر راستہ پر فرشتے صف بستہ ہوں گے جو مدینہ کی حفاظت کررہے ہوں گے۔''

چونکہ یہ بات حدیث پاک سے ثابت ہے کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، اس لیے مکہ اور مدینہ بھی کہف کے مانند ہو گئے۔ جو وہاں چلا جائے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا۔

برکت والے شہر:

اللہ تعالیٰ نے ان شہروں کو برکت والے شہر بنا دیا ہے۔ پیارے حبیب ﷺ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ ﷺ کی وفات اور آرام مدینہ طیبہ میں ہوا۔ یہ دونوں نبی علیہ السلام کے شہر ہیں اور دونوں کہف ہیں، جو وہاں پہنچ جائے گا اللہ تعالیٰ دجال سے اس کی حفاظت فرمائیں گے اور اس بندے کا ایمان محفوظ ہو جائے گا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرب قیامت میں ایک ایسا وقت آئے گا کہ دین دار لوگ پریشان ہو کر مکہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ کوئی مدینہ طیبہ جائے گا اور کوئی مکہ مکرمہ جائے گا۔

ہجرتِ حرمین شریفین:

مکہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنا حدیث پاک سے ثابت ہے۔ آج بھی اللہ تعالیٰ اگر کسی بندے کو اتنا مال عطا کرے کہ وہ اپنا گھر بدل سکتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ مکہ اور مدینہ میں جا کر رہے۔ کیونکہ وہیں پر امام مہدی آئیں گے اور وہیں پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی حفاظت فرمائیں گے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

((أَصْحَابُ الْكَهْفِ أَعْوَانُ الْمَهْدِيِّ.)) [الدر المنثور: ۹/ ۱۲۳]

''امام مہدی کے انصار (مددگار) کہف میں رہنے والے لوگ ہوں گے۔

یعنی جو اس وقت کے اصحابِ کہف ہوں گے وہ ان کے مددگار ہوں گے۔ گویا اس وقت میں جو اِن پانچ کہف کے اندر رہنے والے لوگ ہوں گے وہ امام مہدی کے مددگار بنیں گے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ایمان محفوظ کر دیں گے اور وہ فتنۂ دجال سے بھی محفوظ ہو جائیں گے۔

حرمین شریفین......دجال سے محفوظ:

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ دجال پوری دنیا کا سفر کرے گا لیکن اس کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ایسے فرشتوں کو متعین کر دیں گے جو مکہ مکرمہ کے باہر بھی حفاظت کے لیے پہرہ لگا دیں گے اور مدینہ طیبہ میں بھی حفاظت کے لیے پہرہ لگا دیں گے۔ دجال ان دونوں شہروں کے اندر داخل نہیں ہو سکے گا۔ ہاں! جو اندر رہنے والے کمزور لوگ ہوں گے ان کے لیے ایک ابتلاء آئے گی۔ وہ کیا ہوگا؟ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایک زلزلہ سا آئے گا، جب زلزلہ آئے گا تو شہر کے رہنے والے لوگ پریشان ہوں گے، لیکن جو مضبوط ایمان والے ہوں گے وہ وہیں رہیں گے اور جو ڈھل مِل یقین ہوں گے، کمزور ایمان والے ہوں گے وہ کہیں گے کہ ہم تو شہر سے باہر نکلتے ہیں، لہٰذا وہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے باہر نکلیں گے اور وہ بھی دجال کے فتنے میں گرفتار ہو جائیں گے......اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ایک مرتبہ کہف کے اندر آ جائے اس کو کہف سے نکلنا نہیں چاہیے، جڑ کے رہنا چاہیے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے

ایمان کی حفاظت فرمادے۔

فوائد السلوک:

❁......یعنی اپنے محبوب کے ساتھ خلوت کرو، کیونکہ خلوت مقصود (وصال الی اللہ) کی طرف لے جانے والی ہے اور اس کی برکت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی رحمت ومنفعت (معرفت وتجلیات) کو ظاہر اور مہیا فرمادے گا۔بعض عارفین نے کہا ہے کہ خلوت کے بغیر وصلِ حق نہیں ہوتا۔

❁......خلوت اس وقت فائدہ دیتی ہے جب جلوت نقصان دِہ ہو۔اسی لیے تو اصحابِ کہف نے پہلے کہا:﴿وَاِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ﴾ (اور ساتھیو! جب تم نے ان لوگوں سے بھی علیحدگی اختیار کرلی ہے) اور اس کے بعد کہا:﴿فَاۡوٗۤا اِلَى الۡكَهۡفِ﴾ (تو چلو اب تم اس غار میں پناہ لے لو) گویا کہ ان حضرات قدسیہ کے لیے جلوت نقصان دِہ تھی، اس لیے تو خلوت اختیار کرلی۔

❁......آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو۔جب باطناً مخلوق سے کٹ گئے تو ظاہراً بھی کٹنا چاہیے۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا

سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

❁......آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ناجنسوں کی صحبت سے بھاگنا چاہیے اور ایسے وقت میں خلوت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی پورے شہر پہ توجہ ڈالتا ہوں تو سب لوگ میری توجہ قبول کرلیتے ہیں، لیکن کچھ بظاہر دین دار متشرع ہوتے ہیں کہ ان کے دلوں سے توجہ پلٹ کے آجاتی ہے اور

میرے دل میں یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف ڈال دی جاتی ہے کہ ان پر توجہ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں، ان کے دلوں میں ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، کیونکہ یہ ناجنسوں کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں۔ ناجنس سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جن کو دیکھنا شرعاً جائز نہیں جیسے غیر محرم عورت یا کوئی امرد بچہ، اسی طرح مسلکی اختلاف رکھنے والا بندہ بھی ناجنس شمار ہوتا ہے۔

مناجاتِ اُولیٰ کا ثمرہ:

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ

پھیلا دے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے

جس وقت اصحابِ کہف نے غار میں پناہ لی تھی تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں پہلی مناجات یہ کی تھی: ''رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً'' (اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمائیے) تو اب اس کے ثمرے کے طور پر سمجھانے والا سمجھا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنا دامن رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے اسباب مہیا فرمائے گا۔

فوائد السلوک:

۞......حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں غار میں جانے کے ثمرات کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائیں گے اور اصحابِ کہف کی حقیقت شناسی ملاحظہ کیجئے کہ یوں کہا: ﴿يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ بلکہ ''مِنْ'' بڑھایا جس سے یہ مسئلہ مستفاد ہوا کہ حق تعالیٰ کی رحمت بے انتہا ہے، جس پر رحمت ہوگی تو کوئی حصہ اس کا ہوگا باقی اس کی صفت رحمت کا کیا ٹھکانا ہے اس قدر وسیع ہے کہ جس کی

انتہا نہیں ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے چالیس برس تک رحمت کو بیان کیا، ایک روز قہر الٰہی کو بیان فرمادیا تو کئی آدمی مر گئے۔ الہام ہوا کہ اے عبدالقادر! کیا ہماری اتنی ہی رحمت تھی کہ چالیس برس میں اس کا بیان ختم ہوگیا؟ پس رحمت کی اور اسی طرح حق تعالیٰ کی ہر صفت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

❁......ایک مسئلہ لطیف کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اعمال کی وجہ سے ثمرات حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ بعض مرتبہ بڑی بڑی محنتیں کرتے ہیں اور ثمرہ کچھ مرتب نہیں ہوتا، اس لیے ہر حالت میں یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھیں، عمل کریں اور عمل پر نظر نہ ہو۔

الحاصل اصحابِ کہف کو اپنے عمل پر ناز نہیں ہوا بلکہ حق تعالیٰ پر نظر رہی اور ﴿يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ (تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنا دامن رحمت پھیلا دے گا) کو پہلی دعا ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً﴾ (اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرمایئے) کا ثمرہ بیان کیا۔

مناجاتِ ثانیہ کا ثمرہ: ②

وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا⑯

اور بنادیوے تمہارے واسطے تمہارے کام میں آرام

غار میں پناہ لیتے وقت اصحابِ کہف نے بارگاہِ الٰہی میں جو دوسری مناجات کی تھی، وہ یہ تھی: "وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا" (اور ہماری اس صورت حال میں ہمارے لیے بھلائی کا راستہ مہیا فرما دیجیے)۔ آیت کے پچھلے حصے میں پہلی مناجات کا ثمرہ بیان ہوا، اب اس حصے میں دوسری مناجات کے ثمرے کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

کام میں آسانی کے اسباب بھی مہیا فرمائے گا۔

دیکھیں! اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو بھی بچا دیا اور ان کو ایسے وقت میں جگایا کہ جب پوری قوم ایمان والی بن چکی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ایسا وقت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ پوری بت پرست قوم ایمان والی بھی بن جائے گی۔

فوائد السلوک:

⊛ ...... یہ بات یاد رکھیں کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کی خاطر ذلت اُٹھاتا ہے انجام کار اسے بہت زیادہ عزت نصیب ہوتی ہے اور اسے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۝﴾ [آل عمران:۱۹۸] (جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکو کار لوگوں کے لیے بہت بہتر ہے)۔

⊛ ...... جو کوئی عافیت کی خواہش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا کرتا ہے۔

⊛ ...... جو اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے اور اسے دوسروں کے لیے ذریعۂ ہدایت بنا دیتا ہے۔

⊛ ...... سالک کو چاہیے کہ ہر پریشانی اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ پر حسنِ ظن رکھے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں گے اور میرے کاموں میں آسانی پیدا فرمائیں گے۔ جیسے اصحابِ کہف کا شیوہ تھا۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي'' [صحیح بخاری، رقم:۷۴۰۵] (میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں)۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے: ''أَفْضَلُ العِبَادَةِ انْتِظَارُ الفَرَجِ'' [جامع ترمذی، رقم:۳۵۷۱] (تنگی کی حالت میں کشادگی کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے)۔

اصحابِ کہف کا حسنِ ظن:

یہی تو وجہ ہے کہ اصحابِ کہف کو جب اپنا ایمان خطرے میں پڑتا محسوس ہوا تو انہوں نے ایک غار میں پناہ لے لی اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ پھر آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کے ایمان کی حفاظت فرمائی کہ انہیں تین سو سال سے زیادہ عرصے تک سلائے رکھا، اس دوران اپنی قدرت سے حالات کو ادلتے بدلتے رہے۔ چنانچہ جب بادشاہِ وقت اور قوم کے لوگ ایمان قبول کر چکے تھے، اس زمانے میں انہیں نیند سے بیدار کر دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو دِکھا دیا کہ ہم حالات کو اس طرح بدلتے رہتے ہیں۔

مغیر الاحوال ذات:

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مغیر الاحوال ہیں یعنی حالات کو اَدلنا بدلنا اللہ ہی کا کام ہے۔ یہ کائنات جو ہمیں آئے روز بدلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے، بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کے نتیجے میں یہ تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کو چلا رہے ہیں۔

پُتلیوں کا تماشا:

مجھے اپنے بچپن کی بات یاد ہے۔ جب میں پرائمری سکول میں پڑھتا تھا تو ایک مرتبہ ہمارے محلے میں پُتلیوں کا تماشا دکھایا گیا...... مجھے اس وقت اتنی سمجھ نہیں تھی، میں اس وقت چھوٹا سا بچہ تھا...... میرے بڑے بھائی مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ ایک آدمی نے سٹیج لگایا ہوا تھا۔ اس سٹیج پر ایک پردہ تھا اور پردے کے آگے چھوٹے چھوٹے بندے (مرد اور عورتیں) تھے، تقریباً چھ چھ انچ کے ہوں گے۔ وہ آپس میں گفتگو بھی

کرر ہے تھے اور کھیل بھی رہے تھے۔ میں انہیں دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ انسان اتنا چھوٹا بھی ہوسکتا ہے۔

جب یہ کھیل دیکھ کر ہم گھر واپس آئے تو میں نے اپنے بڑے بھائی سے پوچھا: یہ چھوٹے بندے دنیا میں کہاں ہوتے ہیں؟ وہ مسکرائے اور مجھے کہنے لگے: یہ پُتلیاں تھیں، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک دھاگہ تھا اور وہ دھاگے پردے کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک بندے کے ہاتھ میں تھے۔ وہ بندہ پردے کے پیچھے سے دھاگے کو اس طرح ہلاتا تھا کہ پُتلیاں چلتی، دوڑتی اور آپس میں لڑتی نظر آتی تھیں، آوازیں وہ بندہ نکالتا تھا اور لگتا اس طرح تھا جیسے وہ پُتلیاں بول رہی ہوں۔ بھائی جان کہنے لگے کہ پُتلیوں کا تماشا تو ظاہر کا تھا، اصل میں تو دکھانے والا پردے کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

بچپن کی یہ بات آج بھی جب مجھے یاد آتی ہے تو فوراً خیال آتا ہے کہ یہ کائنات جو ہمیں چلتی ہوئی نظر آتی ہے...... آنکھ دیکھتی ہے کہ ایک انسان یہ کررہا ہے اور دوسرا وہ کررہا ہے، ہم نے ایسے کیا اور اس نے ایسے کیا...... درحقیقت ہر کام کے پیچھے اللہ کی مرضی ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ ہورہا ہوتا ہے۔

سورۂ کہف کی تعلیمات کی روشنی میں ہم نے یہ پوائنٹ ذہن میں بٹھانا ہے کہ ہوگا وہی جو اللہ چاہیں گے۔

مومن اور کافر کا طرزِ زندگی: (1)

زندگی گزارنے کے دو طریقے ہیں: ایک ہے مومن کا طریقہ اور ایک ہے کافر کا طریقہ۔ کافر، نظر کی زندگی گزارتا ہے، جبکہ مومن خبر کی زندگی گزارتا ہے۔ نظر کی زندگی سے مراد ''مشاہدے کی زندگی'' ہے اور خبر کی زندگی سے مراد ''ایمان بالغیب'' کی زندگی

ہے، یعنی جو کچھ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتا دیا، مومن اسے ہی مانتا ہے اور اس کا یہ یقین ہوتا ہے کہ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

قحط سالی کی اصل وجہ:

حدیث پاک میں ہے کہ جو قوم زکوٰۃ دینا چھوڑ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ [سنن ابن ماجہ، رقم:۴۰۱۹]

یہ ہے خبر، جو نبی علیہ السلام نے دی ہے، اور اسے ہم مانتے ہیں کہ بارش کا نہ ہونا زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ہے۔ اب اگر ہم چاہتے ہیں کہ بارشیں زیادہ ہوں تو اس کے لیے ہمیں زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرنا ہوگا۔ جبکہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ بارش کا نہ ہونا موسم کے ایسے اور ویسے ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ ہے نظر، جسے ''مشاہدہ'' کہتے ہیں۔ جو بندہ اس پر یقین کرتا ہے، وہ نظر (مشاہدے) کی زندگی گزارنے والا ہے۔

ایک مثال سے وضاحت:

یہی بات ایک اور مثال سے سمجھیے۔ ایک چیز ہے Differential Reason (ممکنہ وجوہات) اور ایک ہے Definite Reason (اصل وجہ)۔ چنانچہ جب کوئی مریض ہاسپٹل میں لایا جاتا ہے اور اس کو بخار ہو تو ڈاکٹر اس بخار کی کچھ ممکنہ وجوہات لکھ لیتا ہے، مثلاً:

- ......اس بخار کی ایک وجہ انفیکشن بھی ہوسکتی ہے،
- ......ایک وجہ ملیریا بھی ہوسکتا ہے،
- ......ایک وجہ نمونیہ بھی ہوسکتا ہے،
- ......ایک وجہ وائرس بھی ہوسکتا ہے،

ان ممکنہ وجوہات کو Differential Reasons کہتے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر، اس کو بلڈ ٹیسٹ کے لیے لیبارٹری میں بھیجتا ہے اور لیبارٹری والے ٹیسٹ کے بعد کنفرم کرتے ہیں کہ یہ بخار ملیریا ہے یا کسی انفیکشن کی وجہ سے ہے۔ اس ٹیسٹ کے بعد جو فائنل وجہ کا پتہ چلتا ہے، اس کو Definite Reason (اصل وجہ) کہتے ہیں۔

ایسے ہی کائنات میں ہونے والی نت نئی تبدیلیاں مختلف وجوہات (جنھیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں) کی بنا پر ہوسکتی ہیں، یہ اس کی Differential Reasons (ممکنہ وجوہات) ہیں، ہو بھی سکتی ہیں اور نہیں بھی ہوسکتیں۔ لیکن اس کی ایک Definite Reason (اصل وجہ) بھی ہے جس کا ہم اپنی نظر سے ادراک نہیں کرسکتے، اس کے لیے ہمیں خبر پہ یقین کرنا ہوگا، اور وہ Reason (وجہ) اللہ اور اس کے نبی ﷺ نے قرآن پاک میں بتادی ہے کہ جو قوم استغفار زیادہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو بارشیں عطا فرماتا ہے۔ گویا یہ Definite Reason (پکی بات) ہوئی۔ اس پہ ہمارا یقین ہونا چاہیے۔

نت نئی بیماریوں کی اصل وجہ:

حدیث پاک میں ہے کہ جو قوم بدکاری میں مبتلا ہوجاتی ہے، اس میں ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں، جن کے متعلق پہلے کبھی سنا ہی نہیں گیا ہوتا۔

[سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۰۱۹]

چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جن اقوام میں آج حیا کی کمی ہے اور ان میں بدکاری عام ہوچکی ہے، وہاں عجیب وغریب اور نئی نئی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ ایسی ایسی بیماریاں آچکی ہیں کہ ہمارے بڑوں نے ان کا نام بھی نہیں سنا تھا۔

بیماریوں کے نئے نئے نام:

آپ بتائیں! یہ Tension کا لفظ اُردو کا ہے یا انگریزی کا؟ یہ انگریزی کا لفظ ہے، اُردو کی لغت میں یہ لفظ تھا ہی نہیں۔ اسی طرح Anxiety کا لفظ بھی انگریزی کا ہے، اُردو کا نہیں ہے۔ اُردو زبان میں یہ الفاظ اس لیے نہیں ہیں کہ ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں یہ کیفیتیں ہوتی ہی نہیں تھیں، اس لیے انہوں نے ان کے لیے کوئی لفظ وضع ہی نہیں کیا۔

یہ تو غیر مسلم لوگوں کی زندگیوں کی کیفیات تھیں، جو آزادانہ زندگی گزارنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہمارے اندر بھی آ گئی ہیں، اور مجبوراً ہمیں غیروں کی زبان کے الفاظ اپنی زبان میں استعمال کرنے پڑ گئے ہیں۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ پر مضبوط ایمان رکھیں اور وہ کام کریں جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ ہماری آنکھ جو دیکھ رہی ہے، وہ سب غلط ہو سکتا ہے، لیکن جو بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرما دی، وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتی، ہمیشہ سچی ثابت ہوتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں: ''یقین محکم'' اور ''ایمان کامل''۔ ایسا یقین ہر مومن کے دل میں ہونا چاہیے۔

اصحابِ کہف کا یقین اور اس کا ثمرہ:

اصحابِ کہف سمجھ گئے تھے کہ اب ہمارے لیے اپنا ایمان بچانا مشکل ہو گیا ہے۔ اب ایمان کیسے بچے گا؟ اللہ ہی بچائیں گے۔ چنانچہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے لیے وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر غار میں چلے گئے۔ دیکھیے! پھر اللہ نے ان کے ایمان کی حفاظت کر کے دکھا دی......!!! ہم بھی اگر اللہ پہ ایسا ہی یقین رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ

ہمارے حالات کو بھی سنوار دیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کا وعدۂ خداوندی پر یقین

عصا سے اژدھا اور اژدھا سے عصا تک: (۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی:

﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى ﴿١٧﴾﴾ [طٰہٰ: ۱۷]

''اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟''

اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا تھا، جس سے وہ بکریاں چرایا کرتے تھے...... بکریاں چرانے والے ہاتھ میں ڈنڈا ہونا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ وہ بکریوں کو ذرا دور سے ڈنڈا دکھاتا ہے تو وہ سیدھے راستے پر آجاتی ہیں، ورنہ اِدھر اُدھر بھاگتی اور تنگ کرتی رہتی ہیں...... بہرحال جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:

﴿هِيَ عَصَايَ﴾ ''یہ میرا عصا ہے۔''

﴿أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا﴾ ''میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں۔''

﴿وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي﴾ ''اور اس سے اپنی بکریوں پر (درخت سے) پتے جھاڑتا ہوں۔''

﴿وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرٰى ﴿١٨﴾﴾ ''اور اس سے میری دوسری ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔''

گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بکریاں چرانے والے بندے کے لیے فائدے کی چیز بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلْقِهَا يٰمُوسٰى ﴿١٩﴾﴾ ''اے موسیٰ! اس لکڑی کو زمین پر پھینک دو۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو زمین پر پھینکا تو وہ ایک اژدہا کی شکل اختیار کر گیا۔

جب انہوں نے اچانک اژدھا کو دیکھا تو گھبرا گئے...... یہ ڈر شانِ نبوت کے خلاف نہیں، بلکہ یہ انسانی فطرت ہے......اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾﴾ [طٰہٰ:٢١]

''آپ ڈریے نہیں، اس کو پکڑ لیجیے، ہم اس کو پہلے والی شکل میں لوٹا دیں گے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھا کو پکڑا تو وہ پھر عصا بن گیا۔

اب یہ جو عصا سے اژدھا بنا اور اژدھا سے پھر عصا بنا، اس کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی Show (کرتب) دکھانا نہیں تھا، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک سبق پڑھانا تھا کہ اے میرے پیارے پیغمبر (علیہ السلام)! تم جس چیز کو فائدے کی چیز بتا رہے تھے، ہمارے حکم سے تم نے اس کو زمین پر ڈالا تو وہ نقصان دینے والی چیز (سانپ) بن گئی، اور جس کو نقصان دینے والی چیز سمجھ رہے تھے اور اُس سے دور بھاگ رہے تھے، ہمارے حکم سے جب آپ نے اس کو پکڑا تو وہ فائدے والی چیز (عصا) بن گئی۔

اور قرآن مجید میں اس واقعہ کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بھی سبق دینا چاہتے ہیں کہ اے میرے بندو! نفع اور نقصان کسی چیز میں نہیں ہوتا، بلکہ ہم خود کسی چیز میں نفع یا نقصان ڈال دیتے ہیں۔

گلاس کے اندر دودھ ڈالیں تو ہماری مرضی، پانی ڈالیں تو ہماری مرضی، کوئی شربت ڈالیں تو ہماری مرضی۔ جس طرح گلاس کے اندر چیز ڈالنے میں بندے کی مرضی ہوتی ہے، اسی طرح حالات میں نفع یا نقصان ڈالنا بھی اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس لیے ہمیں اللہ کی ذات پہ نظر رکھنی چاہیے۔ اگر صرف حالات کو دیکھ کر انسان فیصلے کرے گا تو غلط قدم اُٹھالے گا اور بعد میں پچھتائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ معجزہ لے کر فرعون کے پاس آئے، تا کہ اس کو دین کی دعوت

دیں۔ فرعون نے ان سے پوچھا: آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، آپ کی نبوت کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے عصا کو زمین پر ڈال دیا تو وہ اژدھا بن گیا۔

یہ منظر دیکھ کر فرعون بھی ڈر گیا۔ معجزہ دیکھنے کے بعد اس کو چاہیے تھا کہ ایمان لے آتا، مگر اس کے حواریوں نے اسے کہا: دیکھو! یہ بندہ جادوگر ہے اور جادو کے زور پر آپ سے بادشاہت لینا چاہتا ہے، لہٰذا آپ اس بندے سے اپنے جادوگروں کا مقابلہ کروائیں۔ فرعون کو یہ بات سمجھ آگئی۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے، میں اپنے ملک کے جادوگروں کو بلاتا ہوں اور میں آپ سے ان کا مقابلہ کرواتا ہوں۔

فرعون نے ملک کے بڑے بڑے جادوگروں کو بلا لیا۔ بہت سارے جادوگر جمع ہوگئے اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ فرعون اس مقابلے کو خود دیکھ رہا تھا۔ پہلے جادوگروں نے اپنی رسیاں ڈالیں، ان کی رسیاں چھوٹے چھوٹے سانپوں کی شکل اختیار کر گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہیں اور ان کے چاروں طرف سانپ چل رہے ہیں......

اب آپ ذرا غور کریں کہ بندہ کھڑا ہو اور چاروں طرف سانپ چل رہے ہوں تو یہ کتنی پریشانی کی بات ہوتی ہے، کتنا خوف آتا ہے!! اس وقت...... حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سانپوں کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔

اس لمحے اگر وہ اپنی عقل سے سوچتے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے تو عقل کہتی: اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں عصا ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے سانپ آپ کے اردگرد ہیں، آپ عصا کو مضبوطی سے پکڑ کے رکھیں اور جو سانپ قریب آئے اس کے سر پر لاٹھی ماریں، تاکہ وہ سانپ مر جائے۔ اب آپ کے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے، اور کوئی صورت نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے، انہوں نے اللہ سے پوچھا: یا اللہ! مجھے کیا کرنا چاہیے؟

اللہ کا حکم آ گیا:

﴿أَلْقِ عَصَاكَ﴾ ''اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیجیے۔''

عقل چیختی ہے اور چلاّتے ہوئے کہتی ہے: اے اللہ کے بندے! ایک لاٹھی ہی تو تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر اسے بھی زمین پر پھینک دو گے تو اس کے بعد تمہارے بچنے کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ہے۔

مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ نہیں کیا جو عقل کہتی تھی، بلکہ وہ کام کیا، جو اللہ کا حکم تھا۔ اور پھر کیا ہوا؟ جونہی انہوں نے عصا ڈالا تو وہ اژدہا بن گیا، اس نے چھوٹے چھوٹے تمام سانپوں کو کھالیا اور اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب فرما دیا۔

بخیر و عافیت دریا پار کرنا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر دریائے نیل کے کنارے پہنچے۔ اب آگے دریا ہے، کشتی بھی نہیں ہے، کیسے دریا پار کریں؟ کھڑے ہیں، انتظار کر رہے ہیں، اتنے میں پیچھے سے فرعون اپنی فوج سمیت ان کا پیچھا کرتے ہوئے دکھائی دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی گھبرا گئے اور کہنے لگے: حضرت! ہم تو پھنس گئے، آگے پانی کا دریا ہے اور پیچھے انسانوں کا سمندر ہے، نہ آگے جا سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں، ہم تو بیچ میں سینڈ وِچ بن گئے۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝﴾ [الشعراء:۶۲]

''ہرگز نہیں، میرے ساتھ یقینی طور سے میرا پروردگار ہے، وہ مجھے راستہ بتائے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دیکھ رہے تھے کہ آگے پانی کا دریا ہے اور پیچھے انسانوں کا سمندر ہے، ہم نہ تو آگے جا سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں، نہ جائے ماندن نہ پائے

رفتن، پھنس گئے، کیا کریں؟ مگر ان کا یقین کامل تھا، وہ سمجھتے تھے کہ اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ ہماری رہنمائی فرما دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور عرض کی: اے اللہ! میں کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

﴿اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ﴾ [الشعراء: ٦٣]

''اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔''

دریا کے پانی پر آپ لاٹھی ماریں تو کیا ہوگا؟ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ عقل کہتی ہے: یہ کیا بے فائدہ قسم کا کام کر رہے ہو؟ بھئی! اگر تم نے لاٹھی مارنی ہی ہے تو اسے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑے رکھو، اور جب پیچھا کرنے والی فوج قریب آئے تو یہ لاٹھی فرعون کے سر پر مار دینا، پھر تو کچھ تمہارا کام بن سکتا ہے، اس سے پہلے کچھ نہیں ہوگا۔ یعنی عقل کہتی ہے کہ پانی پہ لاٹھی مارنے سے کچھ نہیں ہوتا، جبکہ خبر کہتی ہے: ''پانی پہ لاٹھی مار دو۔'' چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے، اس لیے انہوں نے خبر پہ یقین رکھتے ہوئے پانی پہ لاٹھی مار دی، اور پھر کیا ہوا؟ اللہ نے اسی دریا میں ان کے لیے بارہ راستے بنا دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بارہ قبیلے تھے، ہر قبیلے کے لیے اللہ نے ایک ایک راستہ بنا دیا اور وہ بخیر و عافیت دریا پار کر کے چلے گئے۔

جب فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت وہاں پہنچا اور اس نے دیکھا کہ دریا میں راستے بنے ہوئے ہیں تو اس نے سوچا کہ میں بھی چلتا ہوں۔ چنانچہ اس نے بھی فوج کو دریا میں داخل ہونے کا حکم دے دیا۔ جب پوری فوج دریا میں داخل ہوگئی تو دریا کا پانی مل گیا اور فرعون سمیت پوری کی پوری فوج پانی میں غرق ہوگئی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دلا دی۔

بارہ چشموں کا جاری ہونا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر وادیٔ تیہ میں پہنچے۔ یہ ایک کھلا میدان تھا۔ اس قوم کو اللہ نے کئی سال وہاں پر رکھنا تھا۔ اس وادی میں پانی نہیں تھا۔ چنانچہ قوم کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے اللہ کے نبی! یہاں تو پینے کو پانی نہیں، جینے کو پانی نہیں، ہم یہاں کیسے رہیں گے؟

اگر کسی آدمی سے کہا جائے کہ جی! یہاں پانی نہیں ہے تو وہ پہلے اپنی عقل سے سوچے گا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، ظاہری بات ہے کہ اگر وہ عقل سے پوچھتے تو وہ جواب دیتی کہ تمہارے ہاتھ میں لاٹھی ہے، اس لاٹھی سے گڑھا کھودو، مگر خیال رکھنا کہ لاٹھی ٹوٹنے نہ پائے۔ اگر لاٹھی ٹوٹ گئی تو پھر تم گڑھا بھی نہیں کھودسکو گے اور پانی بھی نہیں نکال سکو گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عقل پر اعتماد کرنے کی بجائے اللہ رب العزت سے پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ [الاعراف:۱۶۰]

''اپنی لاٹھی فلاں پتھر پر مارو۔''

یہاں پہنچ کر عقل چیختی ہے، چلاّتی ہے، شور مچاتی ہے کہ بھئی! تمہارے ہاتھ میں ایک ہی تو لاٹھی ہے، اگر اس کو بھی تم پتھر پر ماروگے تو یہ ٹوٹ جائے گی اور اُمید کا آخری سہارا بھی ختم ہو جائے گا۔ مگر اللہ کا حکم ہے کہ ''لاٹھی کو پتھر پہ مارو۔'' چونکہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے، اس لیے انہوں نے وہ کام کر دکھایا جو اللہ کا حکم تھا۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب

انہوں نے لاٹھی پتھر پہ ماری تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان سے بارہ چشمے جاری فرما دیئے۔ اور یوں پوری قوم کو پینے اور دیگر ضروریات کے لیے پانی مل گیا۔

اب بتایئے! کامیابی کس میں ہے؟ خبر پر عمل کرنے میں ہے۔ اگر نظر پر عمل کریں گے تو ہم دھوکا بھی اُٹھا سکتے ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ٹھیک بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی، اس لیے کہ یہ Differential Reason ہے۔ یہ احتمال ہے، ممکن ہے کہ یہ ہوجائے اور ممکن ہے کہ نہ ہو۔ لہٰذا اپنی زندگی کی بنیاد کبھی بھی مشاہدے پر نہ رکھیں، بلکہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر رکھیں۔ جو بندہ اللہ کے حکم پہ جما رہے گا وہ ہمیشہ کامیاب ہوگا، کیونکہ اس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ذلت کے نقشوں میں سے عزت کا راستہ نکال دیں گے۔ اور جو اپنی نظر پر یقین کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے عزت کے نقشوں میں سے ذلت کا پہلو نکال دیں گے۔ مومن وہی ہوتا ہے جو اللہ پر مضبوط ایمان رکھتا ہے اور اللہ کے وعدوں پر مکمل بھروسہ کرتا ہے، اور بالآخر ایسے بندے کو کامیابی نصیب ہوجاتی ہے۔

اُمِّ موسیٰ کا وعدۂ خداوندی پر یقین:

جس زمانے میں موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، ان دنوں فرعون کا یہ قانون تھا کہ بنی اسرائیل میں اگر کوئی لڑکا پیدا ہو تو اسے ذبح کر دیا جائے اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اسے زندہ رکھا جائے۔

آپ اندازہ لگائیں! فرعون، کتنا ظالم بادشاہ تھا۔ آج کے اس زمانے میں کسی کے بچے کو کوئی ہاتھ لگا کر تو دیکھے، اس کی بادشاہت چلی جائے گی اور حکومت کا تختہ اُلٹ جائے گا۔ لیکن فرعون نے اس زمانے میں ہزاروں بچوں کو ذبح کروا دیا اور پوری قوم میں سے کوئی بندہ آواز اُٹھانے والا اور اسے پوچھنے والا نہیں تھا کہ تم یہ ظلم کیوں کر رہے

ہو؟ معصوم بچوں کو کیوں ذبح کروا رہے ہو؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ گھبرانے لگیں کہ اگر پولیس کو پتہ چل گیا کہ میرے گھر میں لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے تو وہ بچے کو پکڑ کے لے جائے گی اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ اس وقت اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں الہام فرمایا۔ قرآنِ مجید کی آیت سُن لیجیے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم اس (بچے) کو دودھ پلاؤ۔''

﴿فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ﴾[القصص:۷]

''پھر جب تمہیں اس کے بارے میں کوئی خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا۔''

﴿فَلۡیُلۡقِہِ الۡیَمُّ بِالسَّاحِلِ﴾

''پھر دریا کو چھوڑ دو کہ وہ اسے ساحل کے پاس لا کر ڈال دے۔''

﴿یَاۡخُذۡہُ عَدُوٌّ لِّیۡ وَ عَدُوٌّ لَّہٗ﴾[طٰہٰ:۳۹]

''جس کے نتیجے میں ایک ایسا شخص اس (بچے) کو اُٹھا لے گا جو میرا بھی دشمن ہوگا، اور اس کا بھی دشمن۔''

مگر اللہ تعالیٰ نے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما دیا:

﴿وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَجَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۷﴾﴾[القصص:۷]

''اور ڈرنا نہیں، اور نہ صدمہ کرنا، یقین رکھو ہم اسے واپس تمہارے پاس پہنچا کر رہیں گے، اور اس کو پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر بنائیں گے۔''

دیکھیں! موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، عورت ذات ہے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ماں، اپنے بچے کے معاملے میں بڑی حساس ہوتی ہے۔ اس لیے غمزدہ بھی تھیں کہ میں بچے کو

دریا میں کیسے ڈالوں؟ یہاں عقل کہتی ہے کہ یا اللہ! اگر آپ بچے کو بچانا ہی چاہتے ہیں تو میں اسے چھت پر جا کر لٹا آتی ہوں، کوئی پولیس والا چھت پہ جائے گا ہی نہیں، اگر چھت پہ نہیں تو میں کسی غار میں لٹا آتی ہوں، پولیس والا غار میں جا ہی نہ سکے۔ مگر اللہ تعالیٰ بندے کے مشاہدے کو تڑوانا چاہتے ہیں کہ تم مشاہدے کو توڑو، تب میری مدد آئے گی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اس کو دریا میں ڈال دو۔

اب ذرا غور کریں! بکسے میں بچہ ہو تو بکسے کو واٹر پروف ہونا چاہیے، تاکہ پانی اس کے اندر نہ جا سکے، ورنہ بچہ ڈوب کے مر جائے گا۔ اور اگر اس کو واٹر پروف بنایا جائے تو وہ ائیر ٹائٹ بھی بن جائے گا۔ عقل کہتی ہے: اے ماں! تیرا بچہ ہرگز نہیں بچتا۔ اس لیے کہ اگر تُو بکسے کو واٹر پروف بنائے گی تو اس میں ہوا نہیں جائے گی جس کی وجہ سے تیرا بچہ سانس گھٹنے کے سبب مر جائے گا اور اگر ہوا کے لیے اس میں سوراخ رکھے گی تو دریا کا پانی اس میں چلا جائے گا اور تیرا بچہ ڈوب کے مر جائے گا۔ گویا کہ دونوں صورتوں میں تیرا بچہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو اللہ کے وعدے پر یقین تھا، اس لیے اس نے انہیں ایک بکسے میں رکھا اور بکسے کو دریا میں ڈال کر گھر واپس آگئیں۔ اب وہ بکسا پانی کے اوپر تیرتا ہوا جا رہا ہے۔

اللہ کی شان دیکھیں! شام کا وقت تھا، فرعون اپنی بیوی کے ساتھ دریا کے کنارے چہل قدمی کے لیے آیا ہوا تھا۔ تفاسیر میں لکھا ہوا ہے کہ آٹھ سو نوکر اس کے اردگرد پہرہ دے رہے تھے اور خدمت کے لیے موجود تھے...... آٹھ سو بندے بادشاہ سلامت کے اردگرد تھے، اس زمانے میں یہ اس کا پروٹوکول تھا...... ان خدّام نے اچانک دیکھا کہ

دریا میں ایک بکسا تیر رہا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک بندے نے وہ بکسا اُٹھایا اور اسے فرعون کے پاس لے آیا۔

اس وقت فرعون کی بیوی بھی فرعون کے پاس ہی موجود تھی۔ اس نے کہا: اس بکسے کو کھول کر دیکھو کہ اس میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي﴾[طٰہٰ:٣٩]

''اور میں نے اپنی طرف سے تم پر ایک محبوبیت نازل کر دی تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اتنی خوبصورتی عطا فرمائی تھی کہ جو اُن کے چہرے کو دیکھتا تھا، ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا تھا...... بچے تو ویسے ہی خوبصورت ہوتے ہیں، پیارے ہوتے ہیں، معصوم ہوتے ہیں، اور اگر اللہ ان پر خوبصورتی کی تجلی ڈال دے تو پھر نور علیٰ نور ہو جاتا ہے...... بکسے کو کھولا گیا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا بے بی ہے، Innocent ہے جو اس کے اندر لیٹا ہوا ہے۔ فرعون کی بیوی نے جب دیکھا کہ اتنا خوبصورت اور پیارا سا بچہ ہے تو فوراً کہہ اُٹھی:

﴿لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا﴾[القصص:٩]

''اسے قتل نہ کرو، کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔''

فرعون کا اپنا بیٹا نہیں تھا۔ جب بیوی نے کہہ دیا کہ ہم اس کو اپنا بیٹا بنائیں گے تو فرعون نے اپنی بیوی کی بات مان لی۔ دھوکا کھا گیا۔ اس نے سوچا کہ جب میں اس بچے کو اپنے گھر میں پالوں گا اور اپنا بیٹا بنا لوں گا تو یہ مجھ سے میرا تخت و تاج کیسے چھینے گا؟ یہ میرا دشمن کیوں بنے گا؟ چنانچہ اس نے کہہ دیا کہ اس بچے کو قتل نہ کیا جائے۔ سبحان اللہ! ہزاروں بچوں کو قتل کرنے والا بادشاہ ایک بچے کو آنکھوں سے دیکھتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اس کو قتل نہیں کرنا۔

یہاں سے ایک اور نکتہ بھی سمجھ لیجیے! آج کل کی عورتیں کہتی ہیں کہ جی! خاوند ہماری بات نہیں سنتے۔ میں کہتا ہوں: خدا کی بندیو! وقت کے بڑے بڑے فرعون اپنی بیویوں کی بات سنتے اور مانتے رہے، ہزاروں بچوں کو قتل کروانے والا فرعون اپنی بیوی کے کہنے پر بچے کو قتل کروانے سے رُک گیا۔ جی ہاں! یہ ''ہوم گورنمنٹ'' اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ جب یہ آرڈر ایشو کردیتی ہے تو وقت کے بڑے بڑے فرعون بھی اس پر لبیک کہہ بیٹھتے ہیں۔

لو جی! اس بچے کو فرعون نے اپنا بیٹا بنالیا۔ پھر فرعون اور اس کی بیوی اس بیٹے کو اپنے محل میں لے کر آئے۔ کافی وقت گزر چکا تھا، بچے کو بھوک لگی ہوئی تھی، بچہ رو رہا تھا، اسے دودھ چاہیے تھا...... اس زمانے میں فیڈر کی مائیں نہیں ہوتی تھیں، آج کل تو پلاسٹک کے فیڈر ہیں، آپ اس میں دودھ ڈالیں اور بچے کو پلائیں۔ اس زمانے میں یہ فیڈر نہیں ہوتے تھے، عورتیں خود بچے کو دودھ پلاتی تھیں...... جب بچہ رونے لگا تو فرعون نے حکم جاری کیا کہ کسی عورت کو بلایا جائے جو میرے بیٹے کو دودھ پلائے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ﴾ [القصص:۱۲]

''اور ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی سے یہ بندش لگادی تھی کہ وہ دودھ پلانے والیاں انہیں دودھ نہ پلاسکیں۔''

ادھر جو عورت بھی آتی ہے اور بچے کو دودھ پلانا چاہتی ہے تو بچہ اس کا دودھ نہیں پیتا۔ بس رو رہا ہے اور روتا ہی جا رہا ہے۔ عورتیں بھی پریشان ہیں کہ یہ کسی عورت کا دودھ بھی نہیں پی رہا، اور فرعون بھی پریشان کہ بچہ رو کیوں رہا ہے، دودھ پی لیتا تو چپ ہوجاتا

اور آسانی ہو جاتی۔ پوری رات فرعون مختلف عورتوں کو بلواتا رہا، مگر بچے نے کسی عورت کا دودھ بھی قبول نہ کیا۔ حتیٰ کہ صبح کا وقت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا﴾

''ادھر موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار تھا۔'' [اور صبح کو موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا۔]

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بھی آخر ماں تھی، وہ ساری رات پریشان رہی۔ اس نے دل میں سوچا کہ پتہ نہیں میرا بیٹا زندہ ہوگا یا پانی میں ڈوب چکا ہوگا، مجھے کیا معلوم کہ اس کا کیا حال ہے؟ اللہ فرماتے ہیں:

﴿اِنۡ کَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ بِہٖ لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِہَا﴾ [القصص:۱۰]

''قریب تھا کہ وہ یہ سارا راز کھول دیتیں، اگر ہم نے ان کے دل کو سنبھالا نہ ہوتا۔''

اگر ہم اس کے دل کو گرہ نہ دیتے تو وہ رو پڑتی اور لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ بچہ تو اس کا بیٹا ہے۔ چنانچہ وہ دل کو مضبوط کیے رہی اور روئی نہیں۔ جب صبح ہوئی تو اس کو اطلاع ملی کہ فرعون نے اس بچے کو پکڑ لیا ہے اور وہ اسے دودھ پلوانا چاہتا ہے، مگر بچہ کسی عورت کا دودھ قبول نہیں کر رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک بہن تھی...... کوئی چھ، سات سال کی بچی ہوگی...... ماں نے اسے کہا: بیٹی! تم فرعون کے محل میں جاؤ اور ذرا اپنے بھائی کی خبر لے کر آؤ کہ وہ کس حال میں ہے؟ وہ چھوٹی بچی بھاگتی ہوئی گئی۔ اس نے فرعون کے محل کے اندر عجیب منظر دیکھا کہ بچہ رو رہا ہے، عورتیں دودھ پلانا چاہتی ہیں، مگر بچہ دودھ نہیں پی رہا۔ فرعون پریشان ہے اور اس کی بیوی بھی۔ جب اس بچی نے یہ منظر دیکھا تو وہ فرعون سے کہنے لگی:

﴿هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰۤی اَهۡلِ بَیۡتٍ یَّکۡفُلُوۡنَهٗ لَکُمۡ وَهُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾﴾ [القصص:۱۲]

''کیا میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ تمہارے لیے اس بچے کی پرورش

کریں، اور اس کے خیر خواہ رہیں؟''

جب اس نے فرعون سے براہِ راست یہ بات کی تو فرعون کے دل میں کچھ کھٹکا پیدا ہوا کہ یہ بچی ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔ چنانچہ اس نے اس بچی کے بال پکڑ کے پوچھا: تم کیوں کہہ رہی ہو کہ وہ اس کے بڑے خیر خواہ ہوں گے؟ وہ بھی آخر موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھی، اس نے جواب دیا: جناب! ہم آپ کی رعایا ہیں، ہم اس بچے کی خیر خواہی نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟ فرعون نے کہا: اچھا! ٹھیک ہے، جاؤ تم جس عورت کو بلا کر لانا چاہتی ہو، بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ بچی بھاگتی ہوئی گھر پہنچی اور اپنی والدہ سے کہنے لگی: امی امی! بھائی کسی عورت کا دودھ نہیں پی رہا، آپ چلیں اور اس کو دودھ پلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محل میں آئی اور اس نے جیسے ہی بچے کو گود میں لیا اور اس کو دودھ پلانا شروع کیا تو بچے نے ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

فرعون کو اطلاع ملی کہ بچے نے ایک عورت کا دودھ پینا شروع کر دیا ہے۔ وہ پوری رات جاگنے کی وجہ سے تھکا ہوا تھا...... خدائی کا دعویٰ کرنے والے کا حال دیکھو! ایک رات جاگ کر حالت ہی خراب ہو گئی...... کہنے لگا: اچھا ہوا، بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ اب میں سو رہا ہوں، آرام کر رہا ہوں، جب دوپہر کو اُٹھوں گا تو پھر اس عورت سے بات کروں گا۔ میرے اُٹھنے تک اس عورت کو گھر سے جانے نہ دینا۔ یہ کہہ کر فرعون کمرے میں جا کر سو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کو گود میں لے کر دودھ پلانے لگی۔

دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ چاہتی تھی کہ میں اپنے گھر واپس جاؤں اور محل والے اس کو واپس جانے نہیں دے رہے تھے۔ اب وہ پھنس گئی تھی۔

جب فرعون نیند سے جاگا تو اس کو بتایا گیا کہ یہ عورت تو اب یہاں ٹکتی نہیں، کہتی ہے کہ میں نے گھر واپس جانا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کہا: میں تمہیں محل میں بہترین جگہ رہائش کے لیے دوں گا، کھانے پینے کی آسانی اور فراوانی ہوگی، نوکر چاکر ہوں گے اور تمہیں ہر سہولت میسر ہوگی، تم بس میرے بیٹے کو یہاں رہ کر دودھ پلاؤ، تمہارا صرف یہی کام ہے۔ اس نے جواب دیا: جناب! اپنا گھونسلا اپنا ہی ہوتا ہے، کچا ہو یا پکا، مجھے تو اپنا گھر ہی اچھا لگتا ہے، میں تو اپنے گھر واپس جا رہی ہوں، مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ بچے کو کوئی دودھ پلاتا ہے یا نہیں پلاتا۔

جب وہ جانے لگی تو فرعون نے عقل کے گھوڑے دوڑائے اور سوچنے لگا کہ اس بچے کو اس کے ساتھ اس کے گھر ہی بھیج دیتے ہیں، یہ وہیں پر اس کو دودھ پلایا کرے، بچے کی پرورش تو ہو جائے گی۔ چنانچہ فرعون نے کہا: اچھا! تم گھر جا رہی ہو تو میں تمہارا راستہ نہیں روکتا، تم بچے کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ، اس کو وہیں پہ دودھ پلاؤ اور میں تمہاری مہینے کی تنخواہ تمہارے گھر بھجوا دیا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾﴾ [القصص: ۱۳]

''اس طرح ہم نے موسیٰ کو ان کی ماں کے پاس لوٹا دیا، تاکہ ان کی آنکھ ٹھنڈی رہے، اور وہ غمگین نہ ہوں، اور تاکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

دیکھیے! اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پاس پہنچا کے دکھا دیا۔ وہ فرعون کے ہی ہاتھ لگے تھے اور اللہ نے محفوظ کر کے پھر والدہ کے پاس پہنچا دیا۔ اس سے پتہ چلا کہ اللہ کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے وعدوں پر

بھروسہ رکھے۔

نبی علیہ السلام کا وعدۂ خداوندی پر یقین:

اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہیں۔ مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے سردار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہیں، وہ مسلمانوں کو وہاں رہنے نہیں دیتے، غلاموں کو مارتے ہیں، انہیں گھسیٹتے ہیں، ان کے سینوں پر بھاری بھاری چٹانیں رکھ کر تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ وہ نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کا فیصلہ بھی کر چکے ہیں، ان حالات میں مکہ مکرمہ میں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے ارادہ فرمالیا کہ میں یہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر جاتا ہوں۔ نبی علیہ السلام ہجرت کی تیاری کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آیتیں اُتار رہے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ [القصص:۸۵]

”(اے پیغمبر!) جس ذات نے تم پر اس قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے، وہ تمہیں دوبارہ اس جگہ پر لا کر رہے گا جو (تمہارے لیے) انسیت کی جگہ ہے۔“

یہاں ذرا عقل سے سوچیں تو وہ کہتی ہے کہ جس شہر کے لوگ کسی بندے کو وہاں رہنے ہی نہیں دے رہے، حالانکہ وہاں اس کا اپنا گھر ہے، پھر بھی اسے نکالا جا رہا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میں واپسی کی کوئی صورت بن جائے۔

مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہاں! میں تمہیں تمہارے اس ٹھکانے کی طرف واپس لوٹاؤں گا۔ یہ اللہ کا وعدہ تھا، جس پر نبی علیہ السلام کو یقین تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یقیناً واپس لوٹائیں گے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور آٹھ سال کی قلیل مدت میں

حالات ایسے بدلے کہ نبی علیہ السلام مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کے سفر پر روانہ ہوئے، اللہ نے مکہ مکرمہ کو فتح کروا دیا اور نبی علیہ السلام فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

نبی علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اس وقت نبی علیہ السلام کی پیشانی جھکی ہوئی تھی، گویا کہ آپ اللہ کے سامنے سجدہ کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کی سیڑھی پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی اور اس کی ثناء بیان کی اور فرمایا:

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی صَدَقَ وَعْدَهُ، وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ هَزَمَ الأَحْزَابَ وَحْدَهُ.''
[سنن النسائی، رقم: ۴۷۹۹]

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور فوجوں کو تنہا خود ہی بھگا دیا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو وعدہ کرتے ہیں، وہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ لہٰذا جو قرآن میں آ گیا ہے یا حدیث میں آ گیا ہے، ہمیں اس کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے، یوں ہم ہمیشہ کامیاب ہوں گے۔ اگر ہم شریعت کی خلاف ورزی کریں گے اور گناہوں کا راستہ اختیار کریں گے تو اگر ظاہر میں کامیابی نظر بھی آ رہی ہوگی تو بھی ناکامی ہوگی، کیونکہ ہم اللہ کے حکم کے خلاف کر رہے ہوں گے۔

اسلامی تاریخ کا عجیب وغریب واقعہ: (۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں امیرِ لشکر تھے، یعنی فوج کے کمانڈر انچیف تھے۔ اللہ کی شان کہ وہ جس محاذ پر جاتے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی سے نوازتے تھے۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے نام ایک خط لکھا کہ خالد بن ولید! میں ایک بندے کو یہ خط دے کر بھیج رہا ہوں، جب یہ خط آپ کے ہاتھ میں پہنچے تو آپ سمجھ لینا کہ آپ کمانڈر انچیف کے عہدے سے معزول کر دیئے گئے۔ آپ کو میں نے اس عہدے سے ہٹا دیا ہے اور جس بندے کو میں نے بھیجا ہے، اسے میں نے کمانڈر انچیف بنا دیا ہے۔

جب وہ بندہ آپ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: جی! یہ امیر المومنین کی طرف سے آپ کے نام یہ خط ہے۔ انہوں نے خط کھولا تو اس میں آفس آرڈر تھا کہ آپ کو کمانڈر انچیف کے عہدے سے معزول کر دیا گیا ہے اور آنے والا بندہ آئندہ کمانڈر انچیف ہوگا۔ اب آپ کے لیے دو راستے ہیں: اگر آپ ایک عام سپاہی بن کر لڑنا چاہتے ہیں تو آپ وہیں پر رہیں اور جہاد میں حصہ لیتے رہیں، اور اگر آپ واپس آنا چاہتے ہیں تو میرے پاس مدینہ منورہ میں آجائیں اور یہاں آکر اپنی زندگی گزاریں۔

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ خط پڑھا تو انہوں نے اپنے پورے اختیارات آنے والے بندے کو دے دیئے اور اسے فوج کا کمانڈر انچیف بنا دیا اور اپنے بارے میں فیصلہ کیا کہ میں ایک عام سپاہی بن کر یہیں رہوں گا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہوں گا۔

یہ اسلامی تاریخ کا بڑا عجیب وغریب واقعہ ہے۔

کسی نے بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ پوری فوج کے کمانڈر انچیف تھے، بغیر کسی غلطی کے امیر المومنین نے آپ کو معزول کر دیا، مگر آپ نے ایک عام سپاہی بن کر لڑنے کو ترجیح دی، واپس مدینہ کیوں نہیں چلے گئے؟ انہوں نے جواب دیا: اس لیے کہ میں کمانڈر انچیف بن کر جس اللہ کو راضی کرنے کے لیے لڑ رہا تھا، جب

میں عام سپاہی بن کر لڑا، تب بھی اسی اللہ کو راضی کرنے کے لیے لڑ رہا تھا۔ میرے مقصد میں ذرّہ برابر فرق نہیں آیا، اس لیے میں واپس مدینہ نہیں گیا اور ایک عام سپاہی بن کر لڑنا پسند کیا۔

کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: امیر المومنین! آپ نے فوج کو اتنے بڑے کمانڈر انچیف سے محروم کردیا، آپ نے اس میں اُمت کا فائدہ نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے یہ فیصلہ کر کے اُمت کا فائدہ کیا ہے، نقصان نہیں کیا۔ پوچھا: حضرت! وہ کیسے؟ خالد بن ولید اتنا زیرک کمانڈر انچیف تھا، جہاں جاتا تھا فتح ہوتی تھی، اس میں تدبر تھا، بہادری تھی، بڑے حوصلے والا تھا، وقت کے مطابق بہت ہی مناسب اور اچھے فیصلے کرتا تھا، آپ نے اس کو کیوں معزول کردیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اصل وجہ یہ تھی کہ خالد بن ولید جہاں جاتے تھے، اللہ ان کو فتح عطا فرماتے تھے اور لوگوں کے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ خالد جہاں قدم اُٹھائے گا ہمیشہ فتح پائے گا، اس طرح لوگوں کی نظر اللہ رب العزت کی ذات سے ہٹ کر خالد بن ولید پر جارہی تھی، میرے دل میں ڈر پیدا ہوا، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کا ایمان کمزور ہوجائے اور اللہ سے نظر ہٹ کر بندے پر چلی جائے۔ میں نے ایک طرف اُمت کو بہترین اور زیرک کمانڈر انچیف سے تو محروم کردیا، مگر دوسری طرف اُمت کے ایمان کو محفوظ کرلیا۔ [تاریخ ابن کثیر: ۷/ ۸۵] ...... اب جو نیا کمانڈر انچیف بنا ہے اس کے ساتھ اللہ کی مدد ہوگی، وہ بھی جہاں جائے گا اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائیں گے اور اب لوگوں کی نظر ایک بندے پر نہیں، بلکہ اللہ کی ذات پر ہوگی۔

آج کل دینی مدارس میں علماء یقین بناتے ہیں، خانقاہوں میں مشائخ یقین بناتے

ہیں اور اس یقین کی وجہ سے انسان کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔

ہمارا کمزور یقین:

آج اگر ہم مدرسہ بناتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہوتی ہے کہ اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں: اے اللہ! مدرسے کے چلنے کے لیے مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ ہو جائے، تاکہ یہ ہر وقت کی ٹینشن ختم ہو جائے، ہم اساتذہ کی تنخواہیں وقت پر دے سکیں اور بچوں کے لیے کھانے کا انتظام کر سکیں۔ پھر ہم اپنی کھیتی باڑی کرتے ہیں، محنت مزدوری کرتے ہیں اور اپنے مدرسے کو اپنی مدد آپ کے تحت چلاتے ہیں یا بعض جگہوں پر لوگ چندہ کر کے مدارس چلاتے ہیں۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ پر یقین:

انڈیا میں ''دیوبند'' نامی ایک بستی تھی۔ وہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ایک مدرسہ بنایا اور مدرسہ کے کچھ اُصول اور ضابطے مقرر کیے۔ یہ آٹھ اُصول ہیں، جنہیں ''اُصولِ ہشت گانہ'' کہتے ہیں۔ انہوں نے طے کر لیا کہ ان آٹھ اُصولوں کے تحت ہمارا مدرسہ چلے گا۔

انہی اصولوں میں ایک اُصول یہ بنایا کہ اگر کوئی بندہ دار العلوم کے لیے مستقل آمدنی کا ذریعہ دے گا تو ہم اسے کبھی قبول نہیں کریں گے...... بعض اوقات لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جی! میں ایک مربع زمین مدرسے کے لیے دیتا ہوں، یا کوئی بندہ کہہ دیتا ہے کہ میں فلاں پلازہ وقف کرتا ہوں، اس کا کرایہ مدرسے کے اخراجات میں کام آئے گا...... مگر انہوں نے یہ اُصول ہی بنا دیا کہ اگر کوئی بندہ مستقل آمدنی کا ذریعہ مدرسہ کے لیے وقف کرے گا تو اس کو قبول ہی نہیں کیا جائے گا۔

لوگوں نے پوچھا: حضرت! آپ نے یہ اُصول کیوں بنایا؟ فرمایا: اس لیے کہ اگر ہم اس ذریعے کو قبول کرلیں گے تو ہماری نگاہیں اس ذریعے پر چلی جائیں گی اور اللہ کی مدد ختم ہو جائے گی، میں نہیں چاہتا کہ مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ ہو۔ ہماری توجہ ہر وقت اللہ کی طرف رہے، تاکہ اللہ ہماری ضرورتوں کو خود پورا کرتے رہیں۔ دیکھیں! ہمارے اکابر کا اللہ کی ذات پر کیسا یقین تھا!!

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا اللہ پر یقین:

''بصرہ'' میں رہنے والی اللہ کی ایک نیک بندی تھی، اس کا نام ''رابعہ'' تھا۔ اس نے اپنے مشائخ سے ایمان اور یقین سیکھا تھا۔ بڑی نیک عورت تھی، لوگ اس کے پاس دعا کروانے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک دن اس کے ہاں آٹھ دس علماء دعا کروانے کے لیے آئے۔

مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ مہمان ابھی وہیں بیٹھے تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رابعہ بصریہ نے اپنی خادمہ سے کہا: ذرا جا کے دیکھو، دروازہ کس نے کھٹکھٹایا ہے؟ خادمہ نے واپس آکر بتایا کہ کوئی بندہ کھانا لایا ہے۔ رابعہ نے کہا: اچھا! گنو کتنی روٹیاں ہیں؟ خادمہ نے گننے کے بعد بتایا کہ نو (۹) روٹیاں ہیں۔ رابعہ بصریہ نے کہا: یہ میری نہیں ہیں، اس بندے سے کہو کہ کھانا کسی اور کو جاکے دے دے، یہ میرے لیے نہیں ہے۔ وہ بندہ واپس چلا گیا...... ایک طرف گھر میں کچھ تھا نہیں کہ مہمانوں کو پکا کر کھلائیں، اس لیے خادمہ پریشان تھی، دوسری طرف کھانا لانے والے کو بھی رابعہ بصریہ نے واپس بھیج دیا تھا...... ایک گھنٹہ بعد دوبارہ ایک بندے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رابعہ نے خادمہ کو بھیجا اور کہا: جاؤ! دیکھو کون ہے؟ اس نے بتایا کہ کوئی بندہ تحفے میں کھانا لے

کر آیا ہے۔ کہا: اچھا! روٹیاں گنو کتنی ہیں؟ خادمہ کہنے لگی: نو روٹیاں ہیں۔ کہا: اس سے کہو کہ یہ کھانا میرا نہیں، واپس چلا جائے۔

اب خادمہ بڑی پریشان کہ عشاء کا وقت ہو گیا ہے، مہمانوں کو کھانا کھلانا ہے، کھانا ہم قبول کر کے مہمانوں کو کھلا دیتے تو اچھا تھا، لیکن رابعہ بھی عجیب ہے، کہتی ہے کہ واپس بھیج دو، یہ میرا کھانا نہیں ہے۔ خیر! اس نے کھانا لانے والے دوسرے بندے کو بھی واپس بھیج دیا۔

کافی دیر ہو چکی تھی اور مہمانوں کے سونے کا وقت بھی قریب ہو رہا تھا۔ کافی دیر بعد پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رابعہ نے خادمہ کو بھیجا اور کہا: جاؤ! دیکھو کون ہے؟ اس نے کہا: ایک بندہ کھانا لے کر آیا ہے۔ کہنے لگی: روٹیاں گنو کتنی ہیں؟ جواب دیا: نو روٹیاں ہیں۔ رابعہ نے کہا: یہ کھانا میرا نہیں ہے، کسی اور کا ہے، اس کو کہہ دو کہ یہ لے کر واپس چلا جائے۔

اس وقت خادمہ نے رابعہ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور کہا: رابعہ! آپ کھانا بار بار واپس بھیج رہی ہیں، مہمان گھر میں بیٹھے ہیں، ان کو کھانا کیسے کھلائیں گے؟ اب تو سونے کا وقت ہونے کو ہے۔ رابعہ نے کہا: میں نے تمہیں کہا ہے کہ یہ میرا کھانا نہیں ہے، یہ کسی اور کا کھانا ہے۔ خادمہ نے پوچھا: آپ کیسے یہ فیصلہ کر رہی ہیں کہ یہ کسی اور کا کھانا ہے، ہمارا نہیں؟ رابعہ نے جواب دیا: صبح میرے پاس ایک روٹی موجود تھی، ایک سائل آیا تھا، اس نے اللہ کے نام پر مانگا تھا، میں نے وہ پوری روٹی اُٹھا کر اس سائل کو دے دی تھی، اور اللہ کا وعدہ ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾[الانعام:۱۶۰]

''جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ہے۔''

میں نے ایک روٹی دی تھی، اب میرے پاس دس روٹیاں آنی چاہئیں، ایک روٹی کم کیوں ہے؟ یہ کسی اور کی ہیں، میری نہیں ہیں۔

جب رابعہ نے یہ کہا تو خادمہ نے پاؤں پکڑ لیے اور کہنے لگی: روٹیاں دس ہی تھیں، ایک روٹی میں نے اپنے لیے رکھ لی تھی اور آپ کو نو روٹیاں بتائی تھیں، ورنہ یہ دس روٹیاں ہی لے کر آیا ہے۔ رابعہ نے کہا: اگر دس روٹیاں ہیں تو قبول کرلو، یہ میرا رزق ہے جو اللہ نے میرے لیے بھیجا ہے۔

اگر ہمیں بھی اللہ کے وعدوں پر پکا یقین ہو جائے تو ہماری زندگی کامیاب ہو جائے، پریشانیوں سے ہماری جان چھوٹ جائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں عزت اور سکون کی زندگی عطا فرما دے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی:

ہم نے اعتکاف کے دوران سورۂ کہف کا ترجمہ اور تفسیر پڑھی ہے، اس کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں ذہن میں یہ بات بٹھانی ہوگی کہ ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزارنی ہے، ہم نے اگر کبھی بھروسہ کرنا ہے تو کس پر کرنا ہے؟ اللہ پہ بھروسہ کرنا ہے۔ اللہ سے بہتر بھروسہ ہم کسی پر نہیں کر سکتے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی ، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

جب بندہ پریشان ہوتا ہے تو اسے دنیا میں کہیں سکون نہیں ملتا۔ اگر ملتا ہے تو اللہ کے در پر ملتا ہے۔ پریشانی کے عالم میں آپ حضرات لوگوں کے گھروں میں مت جائیں، لوگوں

کے دفتروں میں مت جائیں، ان سے جا کر فریاد اور منت مت کریں، جب کوئی پریشانی ہو، بیاری ہو یا مصیبت ہو تو وضو کر کے مصلے پر آجائیں، یہ اللہ کا در ہے، دو رکعت نفل پڑھ کے دامن اُٹھا کے اللہ سے دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ پریشانی ختم کردیں گے، آپ کی مدد فرمائیں گے، قرضوں سے نجات عطا فرمادیں گے، ذلت کے نقشوں میں سے عزت کا راستہ نکال دیں گے اور ناکامی کے نقشے میں سے کامیابی کا پہلو نکال دیں گے۔

ہم نے اصحابِ کہف کے قصے سے یہ سبق سیکھنا ہے کہ ہمارا یقین اللہ تعالیٰ کی ذات پر جتنا پختہ ہوگا اتنی ہی ہماری زندگی کامیاب ہوگی۔ آج سے ہم اپنے دلوں میں مضبوط ایمان پیدا کریں گے اور اسی پر اپنی پوری زندگی گزارنے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ!

یقین کامل پر مدد کا وعدہ:

آپ دیکھیں! پاکستانی افواج کے مختلف اُصولوں میں ''یقین کامل'' بھی مستقل طور پر ایک اُصول ہے۔ یاد رکھیے! آپس میں اتحاد ہو اور اللہ کی ذات پر یقین کامل ہو تو اس سے اللہ کی مدد اُترتی ہے۔ اگر ایسا یقین ہمارے دلوں میں پیدا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں میں برکتیں نازل فرمادیں گے، ہمارے ملک کی حفاظت فرمائیں گے اور ہمیں کامیابی عطا فرمادیں گے۔

حفاظتِ خداوندی کے پانچ ذرائع

﴿وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾﴾

اور (وہ غار ایسا تھا کہ) تم سورج کو نکلتے وقت دیکھتے تو وہ ان کے غار سے دائیں طرف ہٹ کر نکل جاتا، اور جب غروب ہوتا تو ان سے بائیں طرف کترا کر چلا جاتا، اور وہ اس غار کے ایک کشادہ حصے میں (سوئے ہوئے) تھے۔ یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جسے اللہ ہدایت دیدے، وہی ہدایت پاتا ہے، اور جسے وہ گمراہ کردے اس کا تمہیں ہرگز کوئی مددگار نہیں مل سکتا جو اسے راستے پر لائے۔

①......دھوپ سے بچاؤ:

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ

اور تُو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے ان کی کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو اور وہ میدان میں ہیں اس کے

جب سورج طلوع ہوتا تھا تو بھی اس کی ڈائریکٹ دھوپ اس کہف میں نہیں پڑتی تھی۔ کیونکہ ڈائریکٹ دھوپ پڑنے سے چیزوں کے اوپر اثر ہوتا ہے۔ اگر ان کے بدن پر ڈائریکٹ دھوپ پڑتی تو تین سو سال کی مدت میں ان کے بدن گل سڑ جاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بدنوں کو سلامت رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا معاملہ بنا دیا کہ جب سورج طلوع یا غروب ہوتا تھا تو پہاڑ اس کی دھوپ کو روک لیتا تھا اور ان لوگوں کے جسموں تک وہ دھوپ جاتی ہی نہیں تھی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھائی کہ دیکھو! میں نے ان لوگوں کے جسموں کو اتنے سو سال تک صحیح سلامت رکھا۔

فوائد السلوک:

۞......اس کی حکمت یہ ہے کہ غار میں روشنی زیادہ نہ ہو کہ اس سے جمعیت قلب میں

خلل پڑتا ہے کیونکہ ظلمت سے فکر اور جمعیتِ حواس میں مدد ملتی ہے، اسی لیے اہل خلوت کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنی خلوت کے لیے ایسا مکان تجویز کرتے ہیں جس میں روشنی کم ہو اور باوجود اس کے بھی مراقبہ کے وقت آنکھوں کو بند کر لیتے ہیں، سر پہ رومال ڈال لیتے ہیں، حالانکہ یہ چیزیں شرائطِ مراقبہ میں سے نہیں ہیں لیکن معاون ضرور ہیں۔

قدرت کا عجیب کرشمہ:

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

یہ ہے اللہ کی قدرتوں سے

یعنی ان لوگوں کا اس غار میں پناہ لینا، اتنے لمبے عرصے تک سوتے رہنا اور دھوپ سے محفوظ رہنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانی تھی۔

ہدایتِ خداوندی کا بیان:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

جس کو راہ دیوے اللہ وہی آئے راہ پر

یعنی ظاہری و باطنی راہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھو جب دنیا کفر و شرک میں مبتلا تھی تو کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی طرف رہنمائی کی۔

اللہ کی صفتِ اِضلال کا بیان:

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰

اور جس کو وہ بچلائے، پھر تو نہ پائے اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا

یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ اس طرح کے نشانوں کو دیکھ کر سب ہی توحید کے قائل ہوجاتے، لیکن ہدایت وہی پاتا ہے جس کے شامل حال توفیقِ الٰہی ہوتی ہے اور جسے وہ ان کے پاداشِ عمل میں اپنے قانونِ تکوینی کے ماتحت گمراہ ہی رکھنا چاہتا ہے تو ان کی ہدایت یابی کی بھی کوئی صورت نہیں۔

اولیاء اللہ سے محبت کا انعام:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ عِبَادًا، مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ))

''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ہوں گے جو نہ انبیاء ہوں گے اور نہ ہی شہداء، مگر انبیاء اور شہداء بھی اللہ کی طرف سے ان کو ملنے والے مرتبے پر رشک کر رہے ہوں گے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ!

((مَنْ هُمْ وَ مَا أَعْمَالُهُمْ أَخْبِرْنَا مَنْ هُمْ؟))

''وہ کون لوگ ہوں گے؟ اور ان کے اعمال کیا ہوں گے؟ ہمیں ان کے بارے میں بتائیے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرَوْحِ اللهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ ثُمَّ قَرَأَ: أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.))

[شعب الایمان، رقم: ۸۹۹۸]

''یہ وہ لوگ ہوں گے جو محض اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے، ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کا آپس میں کوئی مالی لین دین ہوگا۔ بخدا! ان کے چہروں سے نور کے تارے بٹ رہے ہوں گے اور وہ نور کے (منبروں) پر ہوں گے، جب لوگ نہایت خوف زدہ ہوں گے تو انہیں کسی قسم کا خوف دامن گیر نہیں ہوگا، جب لوگ حزن و ملال میں ہوں گے تو یہ لوگ بے خوف ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ تلاوت فرمائی۔''

شریعت کی پاسداری، انتہائی ضروری:

بعض مشائخ صوفیاء فرماتے ہیں:

''إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَطِيْرُ وَفَوْقَ مَاءِ الْبَحْرِ قَدْ يَسِيْرُ وَلَمْ يَقِفْ عِنْدَ حُدُوْدِ الشَّرْعِ فَإِنَّهُ مُسْتَدْرِجٌ أَوْ بِدْعِيٌّ.'' [اضواء البیان: ۴/۸۹]

''جب آپ کسی شخص کو ہوا میں اُڑتا ہوا اور سمندر کے پانی پر چلتا ہوا دیکھیں، اور وہ شریعت کی حدود کی پاسداری نہ کر رہا ہو تو سمجھ لینا کہ یہ شخص دھوکے باز، شعبدہ باز ہے یا بدعتی ہے۔''

مرشد کامل کی علامات:

1...... حدیث پاک میں آتا ہے:

((خِيَارُ أُمَّتِي الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ.)) [کنز العمال، رقم: ۱۷۸۵]

''میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں کہ ان کو دیکھو تو اللہ یاد آجائے۔''

2...... دوسری حدیث میں آتا ہے:

((خِيَارُكُمْ مَنْ ذَكَّرَكُمْ بِاللهِ رُؤْيَتُهٗ وَزَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهٗ وَرَغَّبَكُمْ فِي الْآخِرَةِ عَمَلُهٗ.)) [کنز العمال، رقم:۱۷۸۷]

''تم میں سے بہترین انسان وہ ہے کہ محض اس کا دیکھنا ہی تم کو خدا کی یاد تازہ کردے اور اس کا بولنا تمہارے علم میں اضافے کا باعث ہو اور اس کا عمل تم کو آخرت کی رغبت دلائے۔''

③......ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِنَّ مِنَ النَّاسِ مَفَاتِيْحَ لِذِكْرِ اللهِ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللهُ.)) [کنز العمال، رقم:۱۷۸۹]

''کچھ لوگ یادِ الٰہی کی چابیاں ہیں کہ ان کو دیکھو تو از خود اللہ یاد آجاتا ہے۔''

فوائد السلوک: ①

......اللہ تعالیٰ جس شخص کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے اور اس سے توفیق چھین لی جاتی ہے جو اضلال کی تجلی کا اثر ہوتا ہے تو ایسے شخص کی رہبری بہت دشوار، بلکہ عادۃً ناممکن ہے۔ کیونکہ اس کے اندر استعداد ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ اس کو شیخِ کامل کی صحبت میسر آئے یا نہ آئے، یہ راہِ راست پر نہیں آسکتا۔ قریش مکہ میں کتنے ایسے افراد تھے جو خاندانِ نبوت سے تھے، صبح شام صحبتِ نبوی میں حاضر ہونے والے تھے، لیکن چونکہ استعداد نہیں تھی تو محروم ہو گئے اور ایسے محروم ہو گئے کہ جانی دشمن بن گئے، جبکہ دوسری طرف دور دراز سے آنے والے راہِ حق کے دیوانے مستانے بن گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشہ سے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روم سے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارس سے آئے اور صحبتِ نبوی کی برکت سے ان کی استعداد رنگ لے آئی اور وہ مقامات پا گئے کہ لاکھوں اولیاء جن کی خاکِ پا کو نہیں پہنچ سکتے۔

﴿وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾﴾

تم انہیں (دیکھ کر) یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے، اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے، اور ان کا کتا دلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔ اگر تم انہیں جھانک کر دیکھتے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے، اور تمہارے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔

۲......بحالتِ نیند آنکھوں کا کھلا ہونا:

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ

اور تُو سمجھے وہ جاگتے ہیں اور وہ سو رہے ہیں

کہتے ہیں کہ نیند کی حالت میں ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر ان کے بدن پر ظاہر نہیں ہوا۔ اب اگر کوئی انہیں دیکھے گا تو سمجھے گا کہ جاگ رہے تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف پر شانِ ہیبت و جلال اُتار دیا اور غار کو دہشت ناک بنا دیا تھا، تاکہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنائیں اور ان کے آرام میں خلل نہ ہو۔

فوائد السلوک:

۞......محققین عارفین نے کہا ہے کہ اسی طرح ذاکر بیدار دل حالت خواب میں بھی بالکل بے خبر نہیں ہو جاتا، گو سوتے ہوئے کی طرح بے حس نظر آئے۔ حضرت

تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ مثال ان لوگوں کی ہے جن کے جسم خلق کے ساتھ مشغول ہیں اور قلب حق تعالیٰ کے ساتھ''۔ اسی کو ہمارے مشائخ نقشبند قدس سرہم ''خلوت در انجمن'' کہتے ہیں۔ نیز اس میں مثال ہے ان لوگوں کی تسلیم (وفناء) کی طرف کہ جیسے مردہ ہوتا ہے غسال کے ہاتھ میں۔

۞...... صوفیاءِ کرام کے نزدیک ''یَقْظَہ'' (بیداری) ایک بڑی بابرکت کیفیت ہے جو ایک سالک کو حاصل ہونی چاہیے۔ اس کیفیت کی برکت سے دل میں ایک نور آتا ہے جس سے دل بینا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اس دل کی آنکھ سے وعدو وعید، جنت وجہنم کے مناظر، احوالِ قیامت، میزان، پُل صراط، حوضِ کوثر، نامہٴ اعمال وغیرہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اور اس کا دل خود بخود دنیا سے اعراض کرتا ہے اور آخرت کی طرف کھنچ کھنچ کر جاتا ہے۔

③...... کروٹیں بدلنا:

وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ

اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو داہنے اور بائیں

یہاں اس بات کا بھی ذکر کرتے چلیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی کروٹیں بدلنے کا بھی ذکر کیا ہے اور اس طرح انسان کو یہ بات سمجھائی کہ اگر کوئی فرد خدانخواستہ معذور ومفلوج ہو جائے اور صرف بستر پر ہی پڑا رہ جائے تو اس کو ایک ہی رخ پر نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اس کی کروٹ بدلنے کا انتظام کرنا چاہیے، تاکہ ایک ہی کروٹ پر رہنے سے اس کا جسم گل نہ جائے اور اس میں کیڑے نہ پڑ جائیں۔ یہی کچھ آج کی میڈیکل سائنس کہتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ساڑھے چودہ سو سال قبل

ہی مسلمانوں کو سمجھا دی تھی۔

④..... کتے کا پہرہ دینا:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ

اور کتا ان کا پسار رہا ہے اپنی باہیں چوکھٹ پر

یعنی ان کا کتا غار کے دہانے پر اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ گویا کتا اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اگر دیکھنے والا دیکھتا تو وہ یوں محسوس کرتا کہ کچھ لوگ غار کے اندر لیٹے ہوئے ہیں، جاگ رہے ہیں اور یہ کتا ان کی حفاظت کے لیے بیٹھا ہے۔ اس طرح دیکھنے والا یقیناً مرعوب ہو جاتا اور وہ دوڑ کر واپس چلا جاتا۔

حضرت جمال موصلی رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت جمال موصلی رحمۃ اللہ علیہ ایک صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کے برابر قبرستان میں اپنی قبر کے لیے بڑی تگ و دو کی اور اس کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ پھر آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر کے کتبے پہ یہ آیت لکھ دی جائے: ﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾.

[تذکرۃ الاولیاء (عربی) صفحہ ۲۶]

ابوعبداللہ محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت بھری کہانی:

حضرت ابوعبداللہ محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ، ''طوس'' کے تمام مشائخ میں سب سے زیادہ ذی مرتبت اور عاشقانِ خدا میں سے تھے اور بہت سے مشائخ سے ملاقات کے علاوہ حضرت ابوعثمان طبری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یاب بھی ہوئے۔

آپ کے ابتدائی حالات کے متعلق آتا ہے کہ ایک مرتبہ ''طوس'' میں بہت بڑا قحط آ گیا، حتیٰ کہ لوگ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے، آپ اپنے گھر کے اندر چلے گئے، وہاں ان کو دو رطل کے برابر گندم مل گئی، اس کی وجہ سے ان کا دل بڑا مغموم ہو گیا۔ اور ان کے دل میں یہ بات آئی کہ مسلمان تو تنگی کی حالت میں مردار کھانے پر مجبور ہیں اور تیرے گھر میں اتنی مقدار میں گندم ذخیرہ ہوئی پڑی ہے، اسی وقت گھر سے نکلے، سرگرداں ہو کر صحراء کی طرف چل دیے اور عبادت کی پابندی اور نفسانی خواہشات سے گریز کے ذریعے تہذیب اخلاق اور تربیتِ نفس میں مشغول ہو گئے۔

ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ اپنے گھر میں دوست احباب کے ساتھ کھانے میں مشغول تھے کہ ان کے پاس کشمیر کا ایک مہمان آ گیا، اس کے پاس ایک کالے رنگ کا کتا تھا، اس نے اس کے گلے میں رسی ڈالی ہوئی تھی اور اس کے ذریعے اسے گھسیٹ رہا تھا، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اس کے استقبال کا حکم دیا تو وہ اس کے استقبال کے لیے دروازے پر پہنچ گئے۔

جب وہ شخص اندر داخل ہوا تو اس (مہمان) کے اکرام میں شیخ ابوعبداللہ کھڑے ہو گئے، اس کو اپنی نشست گاہ پر بٹھا کر خود بیٹھ گئے اور کتے کو اس کے پہلو میں بٹھایا، خود بھی کھانا کھایا اور کتے کو بھی کھلایا، پھر وہاں سے کھڑے ہوئے اور باہر نکل گئے، شیخ کے ساتھی مجبوراً اعتراض نہ کر سکے۔

جب وہ بندہ مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا تو انہوں نے اپنا اعتراض کر دیا، کہنے لگے: اے شیخ! جب آپ نے ہمیں اس کے استقبال کا حکم دیا اور آپ اس کے اکرام میں کھڑے بھی ہوئے، اس کی اتنی تعظیم کی کہ اس کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور اس کے کتے کو بھی اس کے

ساتھ بٹھایا، اس کی کیا وجہ ہے؟

شیخ نے فرمایا: آپ نے بہت اچھا اشکال کیا ہے، لیکن ہمارے اور اس کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، وہ اس طور پر کہ وہ کتے کو لے کر جا رہا تھا اور کتا اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، لیکن ہم میں سے ہر ایک کا ایک کتا (نفس) ہے اور (ہمارا حال یہ ہے کہ) ہم اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ ایک شخص کا کتا اس کے پیچھے چلتا ہے اور دوسرا شخص خود اپنے کتے کے پیچھے چلتا ہے، بھلا تم ان دونوں کے بارے میں کیا فیصلہ کرو گے؟ جی ہاں! جس کا کتا اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اس کے لیے اس سے بچنا ممکن ہے بخلاف ہمارے کتے کے کہ یہ تو نظروں سے بھی پوشیدہ ہے اور اس سے بچنا بھی ممکن نہیں ہے۔

مزید فرمایا:

۞......اگر اس شخص کا کتا کسی چیز کو منہ لگا کر ناپاک کردے تو پانی کے ذریعے اسے پاک کیا جاسکتا ہے، مگر ہمارا کتا (نفس) ایسا ہے کہ اگر یہ کسی چیز کو ناپاک کردے تو پاک پانی استعمال کر کے بھی اسے پاک نہیں کیا جاسکتا۔

۞......اس کا کتا دشمن کے پیچھے بھاگتا ہے اور اسے تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا ہے جبکہ ہمارا کتا (نفس) فقط اپنے دوست (ہمارے اپنے جسم) کو ہی تکلیف پہنچانے کے درپے ہوتا ہے۔

۞......اس کا کتا تھوڑی اور حقیر سے چیز پر بھی قناعت کر لیتا ہے اور اس کو اپنی غذا سمجھ کر کھا لیتا ہے اور ہمارا کتا (نفس) عمدہ کھانوں کے علاوہ کسی چیز پر راضی بھی نہیں ہوتا۔

۞......اس کے کتے کی یہ صفت ہے کہ جب آپ اس کو ڈانٹیں گے (کسی کام سے روکیں گے) تو وہ رک جائے گا اور ہمارا کتا (نفس) فقط ڈانٹ ڈپٹ سے کسی کام سے

باز نہیں آتا، بلکہ جب کبھی آپ اس کو روکنے کی کوشش کریں گے تو یہ فساد پھیلانے میں یہ اور زیادہ حریص ہوتا چلا جائے گا۔

✪......اس کے کتے کی یہ صفت ہے کہ جب وہ اس کو صلح پر آمادہ کرنا چاہے تو وہ اس کے ساتھ صلح کر لیتا ہے اور شر کو چھوڑ دیتا ہے اور ہمارا کتا (نفس) جب ہمارے ساتھ صلح کرتا ہے تو اس کی شرارت اور سرکشی پہلے سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

✪......اس کا کتا اس کی ذات سے باہر ہے (ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے) اور ہمارا کتا (نفس) ہماری ذات کے اندر داخل ہوا ہوا ہے۔

✪......اس کا کتا شیطان کی پیروی نہیں کرتا جبکہ ہمارا کتا (نفس) تو ہے ہی شیطان کا پیروکار۔

✪......اس کا کتا جب سیر ہو جاتا ہے تو اطمینان سے بیٹھ جاتا ہے اور ہمارا کتا (نفس) جب سیر ہو جاتا ہے تو اس کی بے چینی اور اضطراب مزید بڑھ جاتا ہے، بلکہ اس کا تو حال یہ ہے کہ سیر ہونے کے بعد اس کی بھوک میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

✪......اس کا کتا جب کسی شخص کے ساتھ کافی عرصے تک رہ لیتا ہے تو اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور ہمارا کتا (نفس) عمر بھر کبھی بھی ہم سے مانوس نہیں ہوتا۔

✪......فرمایا کہ ہر بندے کو اسی کی وسعت کے مطابق معرفت عطا کی گئی ہے اور اسی کے مطابق معرفت کی مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہے، تاکہ وہ مصیبت معرفت میں اس کی اعانت کرتی رہے۔

✪......فرمایا کہ جو شخص عہد شباب میں عبادت سے گریزاں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبر سنی میں ذلیل و رُسوا کرتا ہے۔

✪......فرمایا کہ جو شخص صدق دلی کے ساتھ مردِ حق کی ایک دن خدمت کرتا ہے وہ تاحیات اس دن کی برکت سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس سے اس شخص کے مراتب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو تمام عمر صوفیاء کی خدمت گزاری میں صرف کر دیتا ہے۔

✪......آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک جدائی کی وحشت کا استحضار ہو، اس وقت تک دوستوں کی آپس میں انس اور محبت کا کوئی مزہ نہیں ہے۔

✪......آپ فرمایا کرتے تھے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس کے پاس ''اللہ'' تک پہنچنے کے لیے اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی وسیلہ نہ ہو، یعنی اللہ تعالیٰ خود ہی اس کو اپنی ذات سے واصل کردے۔

✪......فرمایا کہ جو شخص اس نیت سے دنیا کو ترک کرتا ہے کہ لوگ اس کو نگاہِ عزت سے دیکھیں تو وہ بہت بڑا دنیادار اور حریص ہے۔

فوائد السلوک:

✪......محققین نے کہا ہے کہ صحبت عجب اثر رکھتی ہے اور شیرانِ خدا کی برکتیں سگِ دنیا کو بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اور صالحین سے برکت کا حصول ممکن ہو جاتا ہے چاہے خلافِ جنس ہوں۔ جیسے کتے کی جنس اور ہے انسانوں کی اور۔

✪......ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صالحین کی مجالست ومجاورت غنیمت ہے اگرچہ مجانست بھی نہ ہو، مگر مجالست ضرور ہونی چاہیے۔ دیکھیے! حق تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے ساتھ ان کے کتے کا کس طرح ذکر فرمایا ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے ساتھ تھا۔ اسی تاثیر فیض صحبت پر بلبل شیراز بول اُٹھے:

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت مردم شد

؎ پسر نوح بابداں نشست
خاندان نبوتش گم شد

''اصحابِ کہف کے کتے نے چند روز نیک اور صالح لوگوں کی صحبت اختیار کی تو اس کے نام کا بھی نیک مردوں کے ساتھ تذکرہ ہوا۔ لیکن نوح علیہ السلام کا بیٹا بُرے لوگوں کے ساتھ بیٹھا تو وہ خاندانِ نبوت سے نکال دیا گیا۔''

یعنی بیٹا ڈوبنے لگا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سفارش کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! چونکہ اس کا عمل غیر صالح ہے اس لیے یہ تمہارے اہل میں شامل نہیں۔

حدیث پاک میں ہے: ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ'' [صحیح بخاری، رقم:٦١٦٩] (آدمی روزِ حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے)۔

نیست ہرگز نفس کش جز ظل پیر
دامن آں نفس کش محکم بگیر

''پیر کے سائے کے بغیر نفس کشی مشکل ہے، اس لیے اس نفس کش (پیر کامل) کا دامن مضبوطی سے پکڑ۔''

؎ لَنْ تَرْجِعَ الْأَنْفُسُ عَنْ غَيِّهَا
مَا لَمْ يَكُنْ مِنْهَا لَهَا زَاجِرٌ

''نفس اپنی گمراہی سے باز نہیں آتا جب تک اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا موجود نہ ہو۔''

بیعت کی اصل ہی رفاقت اور شیخ و مرشد کی صحبت و رابطہ ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہ تک رسائی کا زینہ بھی اہل اللہ کی صحبت ہی ہے۔

کتے کی وفاداری کا تجربہ:

کتے کی وفاداری کا تجربہ اس عاجز کو بھی چھوٹی عمر میں ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً

چار سال کے قریب تھی۔ کتے کا ایک چھوٹا سا بچہ کہیں سے ہماری گلی میں آ گیا۔ میں بھاگ کر اپنی امی کے پاس گیا اور کہا: امی! روٹی کا ایک ٹکڑا دیں، باہر کتے کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے، اس کو کھلانا ہے۔ انہوں نے مجھے روٹی کا ٹکڑا دے دیا۔ میں نے باہر جا کر ڈالا تو اس نے کھا لیا۔ اس کے بعد اس نے وہیں رہنا شروع کر دیا......والد صاحب نے مجھے شروع سے ہی سمجھا دیا کہ کتے کو گھر میں نہیں آنے دینا، اس لیے کہ اس کی موجودگی میں رحمت کا فرشتہ گھر میں نہیں آتا۔ اس لیے ہم اس کو گھر میں نہیں آنے دیتے تھے......
وہ ہمارا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہیں جاتا تھا۔ وہ میرے باہر نکلنے کا انتظار کرتا تھا۔ جب اسکول جانے کا وقت ہوتا یا آنے کا وقت ہوتا تو وہ مجھے دیکھ کر قریب آتا۔ پھر میں اپنی امی کے پاس جا کر کہتا: امی! تھوڑی سی روٹی دیں، میں اس کو ڈال دوں۔ مجھے روٹی ڈالنے میں مزہ آتا اور اس کو کھانے میں مزہ آتا۔

وہ پلتے پلتے بڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی پوری زندگی ہمارے دروازے پر گزار دی۔ وہ ساری ساری رات جاگتا تھا۔ رات کو عشاء کے بعد ہماری گلی سے کسی عام بندے کا گزرنا مشکل ہوتا تھا۔ وہ کسی کو ہمارے گھر کے قریب نہیں آنے دیتا تھا۔ میری بڑی بھابھی اسکول میں پڑھاتی تھیں۔ جب وہ صبح اسکول جاتی تھیں تو وہ کتا بھی ساتھ جاتا تھا اور جب چھٹی کا وقت ہوتا تھا تو سکول سے ان کو لے کر آتا تھا۔ میں روزانہ یہ دیکھتا تھا۔

ایک دن میری حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ میں اسکول سے پیدل آ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہماری بھینس کھلی ہوئی تھی اور وہ دوسری گلی میں جا رہی تھی۔ اب وہی کتا اس کے آگے کھڑا ہے اور اس کو آگے جانے نہیں دے رہا۔ تو میں بھاگا ہوا آیا اور اپنی امی کو بتایا کہ ہماری بھینس کھل گئی ہے۔

کتے کی وفا دیکھو! جس سے اس نے ایک ٹکڑا کھایا اس کے ساتھ اس کی اتنی وفا ہے تو پھر انسان کی اپنے محسن کے ساتھ وفا کتنی ہونی چاہیے۔ اور پھر وہ مالک الملک جس نے اتنی نعمتوں سے نوازا، ہم اس کے حکموں پر عمل کر کے کیسے وفا دکھا سکتے ہیں۔

بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام: (۱)

اس معاملے میں تو جانور ہم سے زیادہ اچھے ہیں۔ مثال کے طور پر کتے کو کتنی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر کسی کو گالی دینی ہو تو لوگ ''کتے'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس جانور کے اندر وفا بہت زیادہ ہے۔ جس آدمی کے گھر سے یہ ایک مرتبہ ٹکڑا کھا لیتا ہے، یہ اس بندے کا در چھوڑ کر نہیں جاتا۔ اسی کے گھر کا پہرہ دیتا ہے اور اسی کے در پہ بیٹھا رہتا ہے۔ اپنی زندگی بھی وہیں گزار دیتا ہے۔ اسی لیے حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب کلام فرمایا:

راتیں جاگیں تے شیخ سڈاویں، راتیں جاگن کتے، تیتھوں اُتے

رُکھا سکھا ٹکڑا کھا کے دنیں جا رکھاں وچ ستے، تیتھوں اُتے

وہ رُوکھا سوکھا ٹکڑا کھاتے ہیں اور ساری رات جاگنے کے بعد صبح ان کے لیے بستر نہیں ہوتا کہ وہ بستر میں، رضائی میں، یا ائیر کنڈیشنڈ کمرے میں سوئیں۔ نہیں، بلکہ وہ کسی درخت کے ساتھ یا کسی دیوار کے ساتھ زمین پر ہی لیٹ جاتے ہیں اور ان کے لیے تکیہ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جب ہم کبھی رات کو ڈیوٹی کر کے آئیں تو ہمارا کیا حال ہوتا ہے؟ گھر میں کرفیو لگا ہوتا ہے کہ کوئی بچہ آواز مت نکالے، بیوی بیچاری بچوں کی منتیں کرتی پھر رہی ہوتی ہے، شور مت مچاؤ، اگر تمہارے ابو کی آنکھ کھل گئی تو مجھ پر مصیبت آ جائے گی۔ بھئی! ہم ڈیوٹی کر کے آئیں تو نرم بستروں کے اندر، لحاف کے اندر

مزے کی نیند سوئیں اور پھر کھانا بھی کھائیں تو کیا لطف اور مزے کا!...... دوسری طرف جانور کو دیکھیں کہ اس نے ساری رات جاگ کر گزاری اور صبح کو اس کے لیے بستر اور پلنگ نہیں ہوتے، بلکہ اس کے لیے زمین ہوتی ہے جس پر وہ بیٹھ جاتا ہے اور وہیں بیٹھے بیٹھے اپنی نیند پوری کر لیتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

در مالک دا مول نہ چھوڑن بھانویں مارے سو سو جتے، ہیتھوں اُتے
اُٹھ بلھیا! تو یار منا لے نئیں تے بازی لے گئے کتے، ہیتھوں اُتے

اللہ اکبر کبیرًا! وہ ایک ٹکڑا کھاتا ہے اور پھر ساری رات جاگتا ہے، ہم نعمتیں کھا کھا کے رات کے آخری پہر دو نفل پڑھنے کے لیے جاگ نہیں پاتے۔
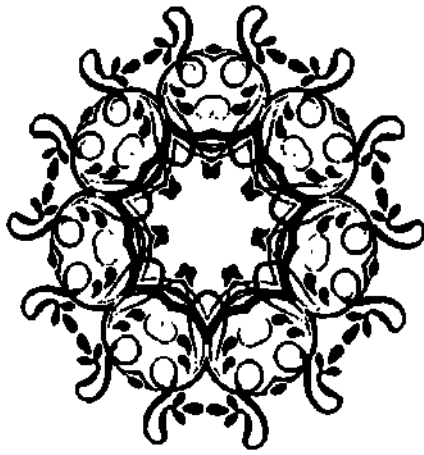
تیسرے رکوع کا خلاصہ

اس رکوع کا خلاصہ دوسرے رکوع کے خلاصے کے ساتھ گزر گیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

⑤ ......رعب درویشانہ:

لَوِاطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ﴿۱۸﴾

اگر تُو جھانک کر دیکھے ان کو تو پیٹھ دے کر بھاگے ان سے اور بھر جائے تجھ میں ان کی دہشت

یعنی غار کے اندر ایسا رعب والا ماحول تھا کہ دیکھنے والا ڈر جاتا تھا۔ کوئی جرأت کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمتِ الٰہی چاہتی ہے باآرام سوتے رہیں۔ جو انہیں دیکھتا ہے مارے رعب کے کلیجہ تھرتھرا جاتا ہے۔ اسی وقت اُلٹے پاؤں واپس لوٹتا ہے، انہیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کے لیے محال ہے۔

نبی علیہ السلام کے رعب کا عالَم:

[۱]...... بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا::

((نُصِرۡتُ بِالرُّعۡبِ مَسِيۡرَةَ شَهۡرٍ.)) [صحیح بخاری، رقم:۴۳۸]

''ایک ماہ کے فاصلہ سے ہی طاری ہونے والے رعب کے ذریعہ مدد کی گئی ہے۔''

2 ترمذی شریف روایت میں ہے:

((مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ)) [جامع ترمذی، رقم: ۳۶۳۸]

رسول اللہ ﷺ کے رعب اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی اجنبی اور ناواقف شخص جونہی آپ ﷺ کو دیکھتا تو لرزہ براندام ہو کر رہ جاتا تھا۔

3 ...... بخاری شریف کی ایک اور روایت ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نجد کی جنگ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جب دوپہر کا وقت آیا تو آپ ﷺ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کرنے لگے اور تلوار کو لٹکا دیا۔ ہم لوگ بھی اِدھر اُدھر درختوں کے نیچے سایہ کے لیے متفرق ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ نے ہم کو بلایا، ہم گئے اور دیکھا کہ ایک اعرابی پاس بیٹھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا، فَقَالَ لِي))

اس اعرابی نے میرے سوتے ہی آکر تلوار میرے اوپر کھینچ لی، میں جاگ اُٹھا۔ یہ میرے سامنے تلوار تانے ہوئے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا:

((مَن يَمْنَعُكَ مِنِّي؟)) بتاؤ! تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟

میں نے جواب دیا:

((اَللّٰهُ!))

((فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ.))

پھر تلوار کو نیام میں رکھ کر بیٹھ گیا۔ دیکھ! یہ بیٹھا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

حضور ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

[صحیح بخاری، رقم:۴۱۳۵]

۴|......ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اس کافر کا نام ''غَورَث بن حارث'' تھا۔ جب اس نے کہا:

((مَن يَمْنَعُكَ مِنِّي؟))

آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُ))

تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ نبی علیہ السلام نے تلوار اُٹھائی اور فرمایا:

((مَن يَمْنَعُكَ مِنِّي؟))

اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟

اس نے کہا:

((كُنْ خَيْرَ آخِذٍ))

آپ بہترین اُٹھانے والے بن جایئے (مطلب یہ ہے کہ مجھے معاف کر دیجیے)۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَشْهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟))

کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟

اس نے کہا:

((لَا، وَلٰكِنِّي أُعَاهِدُكَ أَنْ لَّا أُقَاتِلَكَ، وَلَا أَكُونَ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُونَكَ))

نہیں! لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی نہیں لڑوں گا اور نہ اس قوم

کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑائی کر رہی ہوگی۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا تو وہ کافر صحابہ ؓ کرام کے پاس آیا اور کہنے لگا:

((جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ.)) [مسند ابی یعلی، رقم:۱۷۷۸]

میں سب سے بہتر انسان کے پاس سے ہو کے آیا ہوں۔

امام مالک ؒ کا رعب:

❀......امام شمس الدین ذہبی ؒ فرماتے ہیں: ''كَانَ رَجُلًا مُهِيبًا'' (بڑے بارعب بندے تھے)۔

❀......فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امام مالک ؒ شاہِ وقت ابوجعفر کے ہاں گئے تو ایک بچہ آتا اور امام مالک کو دیکھ چلا جاتا...... بادشاہ نے کہا: ''أَتَدْرِيْ مَنْ هٰذَا؟'' (آپ جانتے ہیں یہ کون ہے؟) امام مالک نے فرمایا: نہیں......شاہ نے کہا: ''اِبْنِيْ وَإِنَّمَا يَفْزَعُ مِنْ هَيْبَتِكَ'' (یہ میرا بیٹا اور آپ کے رعب سے ڈر جاتا ہے)۔

[تذکرۃ الحفاظ:۱/۱۵۶،۱۵۷]

❀......ہارون الرشید کا قول ہے: ''مَا رَأَيْتُ فِي الْعُلَمَاءِ أَهْيَبَ مِنْ مَّالِكٍ'' (میں نے علماء میں امام مالک سے زیادہ رعب والا شخص نہیں دیکھا)۔

[موقف الائمہ، صفحہ ۹۶]

جذبِ قلندرانہ:

ساتویں صدی ہجری میں مسلمانوں میں غفلت کی عجیب کیفیت تھی۔ تاتاری آندھی کی طرح اُٹھے اور انہوں نے مسلمانوں سے تخت و تاج چھین لیا۔ بغداد میں ایک دن

میں اڑھائی لاکھ مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔ مسلمانوں پر ان کا اتنا رعب تھا کہ ایک مقولہ بن گیا کہ اگر تمہیں کوئی کہے:

''إِنَّ التَّتَارَ قَدِ انْهَزَمُوْا، فَلَا تُصَدِّقُوْا.''

''فلاں محاذ پر تاتاریوں نے شکست کھائی تو اسے تسلیم نہ کرنا۔''

''دربند'' ایک شہر تھا۔ تاتاریوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہاں کے سب مسلمان شہر سے بھاگ نکلے، مگر شیخ جمال الدین دربندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ایک خادم خاص مسجد میں بیٹھے رہے۔ جب تاتاری شہزادہ شہر میں داخل ہوا تو مسلمانوں کے دولت اور مال سے بھرے ہوئے عالیشان گھروں کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ دیکھو! دشمن اتنا ڈرپوک ہے کہ اپنی ناز و نعمتوں سے بھری جگہوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اس نے فوجیوں سے کہا کہ پورے شہر میں دیکھو کہ کوئی آدمی موجود تو نہیں؟ اس کو اطلاع ملی کہ دو بندے موجود ہیں۔ اس نے کہا کہ ان کو گرفتار کر کے پیش کرو۔ چنانچہ فوجی آئے اور انہوں نے ان دونوں کو زنجیروں سے باندھ دیا۔

وہ ان کو لے کر شہزادے کے سامنے پیش ہوئے۔ شہزادے نے دیکھ کر کہا کہ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ اس شہر میں ہم داخل ہو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہمیں معلوم تھا۔ وہ کہنے لگا: ''پھر تم شہر چھوڑ کر کیوں نہیں نکلے؟'' فرمایا: ''ہم تو اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔'' اس نے کہا: ''تم کہتے ہو کہ ہم اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے، تمہیں پتہ نہیں کہ ہمارے پاس تلواریں بھی ہیں؟ تمہیں پتہ نہیں کہ ہم نے تمہیں زنجیروں سے باندھا ہوا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''یہ زنجیریں کیا ہیں؟ کہنے لگا: ''کیوں؟'' فرمایا: ''یہ زنجیریں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔'' وہ حیران ہوا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ یہ زنجیریں کچھ نہیں کر سکتیں؟ کہنے لگا: ''تمہیں ان زنجیروں سے ہمارے سوا کوئی نہیں چھڑا سکتا۔'' فرمایا:

''کیا کوئی نہیں چھڑا سکتا؟'' حضرت شیخ جمال الدین دربندی رحمۃ اللہ علیہ کو جلال آیا اور وہیں کھڑے کھڑے شہزادے کے سامنے کہا: ''اللہ''...... اللہ کے لفظ سے زنجیریں ایسے ٹوٹیں جیسا کچا دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس سے شہزادے کے دل پر رعب بیٹھ گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ ان کو اسی شہر میں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ شہزادے کو ان سے عقیدت ہوگئی، لہٰذا وہ کبھی کبھی ان بزرگوں کے پاس آتا جاتا۔ حضرت دربندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سینے پر نگاہیں گاڑ کر اس کے دل کی دنیا کو بدلا، حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی وجہ سے دوسرے شہزادے بھی مسلمان ہوگئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے پوری سلطنت پھر مسلمانوں کے حوالے فرما دی۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

جو کام پوری قوم نہ کر سکی اللہ کے ایک بندے نے وہ کام کر دیا۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

فوائد السلوک: (1)

...... اصحابِ کہف کو گویا لباسِ مجاز میں رعب خداوندی عطا کیا گیا۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت کا رعب ہوتا ہے جو آئینۂ دنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ رعب اللہ والوں کو بطورِ گفٹ عطا ہوتا ہے۔

نہ تخت و تاج میں ہے، نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

اللہ والوں کے چہروں، آنکھوں اور مجلسوں کا ایسا رعب ہوتا ہے کہ بڑے بڑے جبابرہ اور فراعنہ ان کے سامنے مرعوب رہتے ہیں۔ اور مرعوب کیوں نہیں ہوں گے کہ اللہ والوں کے دل میں صرف خدا کی عظمت ہوتی ہے، مخلوق کی جاہ وحشم اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، وہ شاہانِ عالم کے سامنے پاؤں پھیلانا تو جانتے ہیں، مگر ہاتھ پھیلانا نہیں۔

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ نگہ کی تیغ بازی ، وہ سپہ کی تیغ بازی

﴿وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾﴾

اور (جیسے ہم نے انہیں سلایا تھا) اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھا دیا، تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم اس حالت میں کتنی دیر رہے ہو گے؟ کچھ لوگوں نے کہا: ہم ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم (نیند میں) رہے ہوں گے۔ دوسروں نے کہا: تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی دیر اس حالت میں رہے ہو۔ اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو، وہ جا کر دیکھ بھال کرے کہ اس کے کون سے علاقے میں زیادہ پاکیزہ کھانا (مل سکتا) ہے۔ پھر تمہارے پاس وہاں سے کچھ کھانے کو لے آئے، اور اسے چاہیے کہ ہوشیاری سے کام کرے، اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔

اصحابِ کہف کی جاگ مع حکمت:

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ

اور اسی طرح ان کو جگا دیا ہم نے کہ آپس میں پوچھنے لگے

ہم نے ان کو ایک طویل نیند کے بعد بیدار کیا۔ اس نیند میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بحرِ معرفت میں غوطہ زن کر دیا تھا اور دریائے وحدانیت سے جام پہ جام پلائے اور نورِ وصال سے بہرہ ور کر دیا۔ چنانچہ وہ آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم یہاں کتنا عرصہ رہے؟

قرآن مجید میں ''سوال'' کا 20 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''سوال'' 20 طرح استعمال ہوا ہے:

- ......سوالِ تعجب۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا﴾ [المؤمنون:۸۲]
- ......سوال برائے رہنمائی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾ [الانبیاء:۷]
- ......سوالِ اقتباس (ایک چیز سے دوسری چیز اخذ کرنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ﴾ [الفرقان:۷۷]
- ......سوالِ انبساط (دل لگی کے طور پر سوال کرنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾﴾ [طٰہٰ:۱۷]
- ......سوالِ ہبہ (کسی سے کوئی چیز مانگنے کے لیے سوال کرنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ﴾ [آل عمران:۳۸]
- ......سوال برائے مدد اور نصرت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ:۲۱۴]

7 ...... سوال برائے فریاد رسی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ﴾ [الانفال:۹]

8 ...... سوال برائے شفا اور نجات۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾﴾ [الانبیاء:۸۳]

9 ...... سوال استعانت (امداد طلبی)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا﴾ [الانبیاء:۸۹]

10 ...... سوال برائے حصول قربت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ [التحریم:۱۱]

11 ...... سوال برائے طلب عذاب و ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾﴾ [نوح:۲۶]

12 ...... سوال برائے مغفرت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي﴾ [ابراہیم:۴۱]

13 ...... سوال استماع (غور سے سننا، دھیان دینا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾﴾ [الضحیٰ:۱۰]

14 ...... سوال عدم معاودہ (پوچھی ہوئی بات دوبارہ نہ پوچھنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ [المائدۃ:۱۰۱]

15 ...... سوال برائے طلب حاجات۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [الرحمٰن:۲۹]

16 ...... سوال محاسبہ و مناقشہ (حساب کتاب کے لیے سوال کرنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾﴾ [الحجر:۹۲]

17...... سوالِ مخاصمہ (بطور جھگڑا ایک دوسرے سے سوال کرنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ [الصافات:۲۷]

18...... سوالِ اجابت و استجابت (قبولیت اور منظوری کے لیے سوال کرنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ﴾ [البقرۃ:۱۸۶]

19...... سوالِ تَعَنُّت (شرارت کے لیے سوال کرنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ﴾ [الاسراء:۸۵]

20...... سوالِ استفتاء (مسئلہ پوچھنے کے لیے سوال کرنا)۔ اس بیسویں قسم (سوالِ استفتاء) کی قرآن مجید میں تقریباً 12 صورتیں بیان کی گئی ہیں:

1...... حیض کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ [البقرۃ:۲۲۲]

2...... مال خرچ کرنے کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ [البقرۃ:۲۱۵]

3...... چاند کے حکم کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ﴾ [البقرۃ:۱۸۹]

4...... قیامت اور اس کی ہولناکیوں کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ﴾ [الاعراف:۱۸۷]

5...... پہاڑوں کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ [طٰہٰ:۱۰۵]

6...... جنگ اور قتال کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ﴾ [البقرۃ:۲۱۷]

■ ......حلال اور حرام کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ [البقرة:۲۱۹]

■ ......یتیم اور اس کے مال وغیرہ کے مصرف کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى﴾ [البقرة:۲۲۰]

■ ......غنیمت کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ﴾ [الانفال:۱]

■ ......عذاب اور عبرتناک سزا کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ①﴾ [المعارج:۱]

■ ......لڑائی جھگڑے میں مبالغہ کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾ [الاعراف:۱۸۷]

■ ......اللہ رب العزت کی شانِ کریمی کے متعلق۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ [البقرة:۱۸۶]

[بصائر ذوی التمیز: ۳/۱۶۵ تا ۱۶۸]

حیات بعد الموت کا عملی ثبوت:

اس قصے کے ذریعے حیات بعد الموت کا عملی ثبوت فراہم کیا گیا ہے۔ جس دور میں یہ سورت نازل ہوئی اور جس دور میں اصحابِ کہف دوبارہ نیند سے بیدار ہوئے، دونوں میں ایک حیرت انگیز مماثلت یہ ہے کہ اصحابِ کہف کی بیداری کے وقت ان کی بستی میں اور اس سورت کے نزول کے وقت مکہ میں مشرکین کے درمیان یہ بات موضوع بحث ہوتی تھی کہ "یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک انسان مرنے کے بعد خاک میں مل جائے، اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں، حتیٰ کہ وہ ہڈیاں بھی گل جائیں اور اس کے بعد انسان

دوبارہ پیدا کیا جائے اور اس سے اس کے اعمال کی باز پُرس کی جائے؟'' اصحابِ کہف کی ہی طرح کے ایک واقعے کا اجمالی ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰي قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

[البقرۃ:۲۵۹]

''یا (تم نے) اس جیسے شخص (کے واقعے) پر (غور کیا) جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گزر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی؟ اس نے کہا کہ اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک کے لیے موت دی، اور اس کے بعد زندہ کر دیا۔ (اور پھر) پوچھا کہ تم کتنے عرصے تک (اس حالت میں) رہے ہو؟ اس نے کہا: ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ۔ اللہ نے کہا: نہیں، بلکہ تم سو سال اسی طرح رہے ہو۔ اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ ذرا نہیں سڑیں۔ اور (دوسری طرف) اپنے گدھے کو دیکھو (کہ گل سڑ کر اس کا کیا حال ہو گیا ہے) اور یہ ہم نے اس لیے کیا، تا کہ ہم تمھیں لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنا دیں، اور (اب اپنے گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انھیں اُٹھاتے ہیں، پھر ان کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں۔ چنانچہ جب حقیقت کھل کر اس کے سامنے آ گئی تو وہ بول اُٹھا: مجھے یقین ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

اس بات کو سورۂ انعام میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

يُؤْمِنُوْنَ ⑫﴾ [الانعام:۱۲]

''البتہ تم کو اکٹھا کر دے گا قیامت کے دن تک کہ اس میں کچھ شک نہیں جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو، وہی ایمان نہیں لاتے۔''

اصحابِ کہف کے واقعہ کے ذریعے مشرکین اور منکرین آخرت کی باتوں کا جواب دیا گیا ہے۔

عقیدۂ آخرت سے عملاً انکار:

کیا عقیدۂ آخرت اور حیات بعد الموت کا انکار صرف زبان سے ہی کیا جاتا ہے؟ اگر غور کریں تو آج کے دور میں شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جو کہ زبان سے اس کا انکار کرتا ہو لیکن اپنے عمل کے ذریعے وہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ مر کر اللہ کے آگے پیش ہونے اور آخرت کی جوابدہی کا یقین نہیں رکھتا ہے۔ چور بازاری کرنے والے، رشوت ستانی کرنے والے، معاشرے میں بُرائی اور بے حیائی پھیلانے والے، دوسروں کا حق کھانے والے، ذخیرہ اندوزی کرنے والے، عوام کا حق غصب کرنے والے بے ایمان حکمران، اللہ سے زیادہ امریکہ سے ڈرنے والے حکمران، اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھانے والے، بے گناہ اور پاکباز لوگوں پر جھوٹی تہمتیں لگانے والے، شعائر اسلام کے خلاف عمل کرنے والے الغرض ایسے تمام ہی لوگ زبان سے تو اللہ کی وحدانیت، اسلام کی تعلیمات اور آخرت کی جوابدہی کا کہتے ہیں لیکن دراصل ان کے اعمال، ان کے اقوال کی نفی کرتے ہیں۔ اس سورت میں ایسے ہی لوگوں کے لیے حیات بعد الموت کا عملی ثبوت فراہم کیا گیا ہے۔

تبادلۂ خیالات دَر مدتِ نیند:

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

ایک بولا ان میں کتنی دیر ٹھہرے تم؟ بولے: ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے کم

جب وہ نوجوان نیند کے بعد جاگے تو انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا: بھئی! ہم کتنی دیر سوئے ہیں؟ وہ سمجھ رہے تھے کہ چند گھنٹے سوئے ہوں گے یا ایک دن سوئے ہوں گے۔

مسئلہ:

فقہاء نے ان کے اس قول سے جس پر قرآن نے کوئی گرفت نہیں کی، یہ نکالا ہے کہ ظنِ غالب کی بنا پر اگر اپنے اجتہاد سے کوئی بات کہہ دی جائے تو اگرچہ واقعہ کے خلاف ہو، لیکن اس پر کذب کا اطلاق نہ ہوگا۔ [تفسیر ماجدی، صفحہ ۱۳۶]

مقامِ تسلیم درعلمِ خداوندی:

قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ

بولے: تمہارا رب ہی خوب جانے جتنی دیر تم رہے ہو

بعض نے کہا کہ اللہ کو معلوم ہے کہ ہم کتنا سوئے ہیں۔ چنانچہ قدم قدم پہ ان کو اللہ یاد آتا تھا۔ چنانچہ اصحابِ کہف کہنے لگے کہ اللہ خوب جانتا ہے کتنا عرصہ تم یہاں رہے۔ وہ ایک دن ہے، ایک سال یا ایک صدی ہے۔

اپنی رائے پہ نازاں بندے کے لیے لمحہ فکریہ:

حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعِ الْعَوَامَّ.)) [جامع ترمذی، رقم:۳۰۵۸]

''جب تم ایسا بخیل دیکھو جس کی اطاعت کی جائے، خواہشات کی پیروی کی جانے لگے، دنیا کو ترجیح دی جانے لگے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پہ نازاں ہو تو ایسے حالات میں بس تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو۔''

فوائد السلوک:

- ......سالک کو چاہیے کہ اپنی رائے پہ نازاں نہ ہو، بلکہ کسی مسئلے پہ گفتگو کرنے کا موقع ملے تو اللہ کے لیے بولے۔ اپنی بات پر نہ ڈٹے، نہ لڑے، نہ اَڑے، بلکہ اپنی تحقیق پیش کرنے کے بعد واللہ اعلم وغیرہ کہنا چاہیے۔ یعنی قطعی علم اللہ کی طرف منسوب کرے۔
- ......بعض اوقات تو ''لَا أَدْرِي'' (مجھے معلوم نہیں) کہنا پڑتا ہے۔ جب مسئلہ کے بارے میں صحیح طور پر علم نہ ہو۔ یہ ہمارے اکابر کا طرزِ گفتگو رہا ہے کہ جب بھی وہ کسی مسئلے کے بارے میں مطمئن نہ ہوتے تو ''لَا أَدْرِي'' کہہ دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ''لَا أَدْرِي'' نصف علم ہے۔

نبی کریم ﷺ اور جبریل علیہ السلام کا طرزِ احتیاط:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ!

''أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟'' زمین کا بہترین ٹکڑا کون سا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَا أَدْرِي'' میں نہیں جانتا۔

اس نے پوچھا:

''أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟'' زمین کا بدترین ٹکڑا کون سا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَا أَدْرِي'' میں نہیں جانتا۔

اتنے میں جبریل علیہ السلام آ گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: اے جبریل!

''أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟'' زمین کا بہترین ٹکڑا کون سا ہے؟

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:

''لَا أَدْرِي'' میں نہیں جانتا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟'' زمین کا بدترین ٹکڑا کون سا ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

''لَا أَدْرِي'' میں نہیں جانتا۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''سَلْ رَبَّكَ'' آپ اللہ تعالیٰ سے پوچھیں۔

''فَانْتَفَضَ جِبْرِيلُ انْتِفَاضَةً كَادَ يُصْعَقُ مِنْهَا مُحَمَّدٌ ﷺ''

جبریل علیہ السلام لرز اُٹھے، قریب تھا کہ نبی علیہ السلام کی جان نکل جاتی۔

اور پھر جبریل علیہ السلام کہنے لگے:

''مَا أَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ''

میں اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا:

''سَأَلَكَ مُحَمَّدٌ أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟ فَقُلْتَ لَا أَدْرِي، وَسَأَلَكَ أَيُّ الْبِقَاعِ شَرٌّ؟ فَقُلْتَ: لَا أَدْرِي. فَأَخْبِرْهُ أَنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَأَنَّ شَرَّ الْبِقَاعِ الأَسْوَاقُ.'' [السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم: ۵۱۸۳]

آپ سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زمین کے بہترین اور بدترین ٹکڑوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں ''لَا أَدْرِيْ'' کہا۔ اب ان کو بتادو کہ زمین کے بہترین ٹکڑے مساجد اور بدترین ٹکڑے بازار ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ احتیاط:

......عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''أَدْرَكْتُ عِشْرِيْنَ وَ مِائَةً مِنَ الأَنْصَارِ مِن أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْئَلُ أَحَدُهُمْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ فَيَرُدُّهَا هٰذَا إِلَى هٰذَا، وَهٰذَا إِلَى هٰذَا، حَتّٰى تَرْجِعَ إِلَى الأَوَّلِ.''

''میں نے 120 انصاری صحابہ کرام کو پایا ہے کہ جب ان میں سے کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو وہ ایک دوسرے کے حوالے کر دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ پھرتے پھراتے پہلے شخص کے پاس آجاتا تھا۔''

......حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ''مَنْ أَفْتٰى عَنْ كُلِّ مَا يُسْئَلُ فَهُوَ مَجْنُوْنٌ'' (جو شخص ہر مسئلے کا جواب دیتا ہے، وہ پاگل ہے)۔

......امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيُفْتِي فِي الْمَسْئَلَةِ وَلَوْ وَرَدَتْ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ

عَنْهُ لَجَمَعَ لَهَا أَهْلَ الْبَدْرِ.''

''تم تو ہر مسئلے میں فتویٰ دیتے رہتے ہو۔ اگر یہی مسئلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا تو وہ اس کا جواب دینے کے لیے بدری صحابہ کو جمع کر لیتے۔''

۞...... عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا، جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ جواب دیتے، ''وَ هُوَ يَرْعَدُ'' (اس حال میں کہ وہ لرز رہے ہوتے تھے)۔

ائمہ مجتہدین کا طرزِ احتیاط:

۞...... حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''أَجْسَرُ النَّاسِ عَلَى الْفُتْيَا أَقَلُّهُمْ عِلْمًا'' (لوگوں میں فتویٰ دینے پر سب سے زیادہ جری انسان وہ ہوتا ہے جس کے پاس تھوڑا علم ہوتا ہے)۔

۞...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں، أَنَّ الفَضْلَ فِي السُّكُوْتِ أَوْ فِي الجَوَابِ (کمال خاموشی میں ہے یا جواب دینے میں ہے)۔

۞...... شیخ اثرم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو اکثر لَا أَدْرِيْ کہتے ہوئے سنا۔

۞...... شیخ ہیثم بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''شَهِدْتُ مَالِكًا سُئِلَ عَنْ ثَمَانٍ وَ أَرْبَعِيْنَ مَسْئَلَةً فَقَالَ فِي ثِنْتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ مِنْهَا: لَا أَدْرِيْ'' (میں امام مالک کے ہاں حاضر تھا کہ آپ سے 48 مسائل پوچھے گئے۔ ان میں سے 32 کے بارے میں لَا أَدْرِيْ فرمایا)۔

۞...... بسا اوقات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے 50 مسائل پوچھے جاتے تو ایک کا بھی جواب نہ دیتے

تھے۔ اور فرماتے: ''مَنْ أَجَابَ فِي مَسْئَلَةٍ فَيَنْبَغِي قَبْلَ الجَوَابِ أَن يَّعْرِضَ نَفْسَهُ عَلَى الجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَكَيْفَ خَلَاصُهُ ثُمَّ يُجِيْبُ'' (جب کوئی شخص کسی مسئلے کا جواب دینا چاہے تو اس کو چاہیے کہ پہلے اپنے آپ کو جنت اور جہنم پر پیش کرے اور یہ سوچ کہ (اگر میں نے مسئلہ غلط بتایا تو) مجھے اس سے کیسے چھٹکارا ملے گا، پھر جواب دے)۔

⬥ ایک دفعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ''لَا أَدْرِيْ'' (میں نہیں جانتا) تو آپ کو کہا گیا: ''هِيَ مَسْئَلَةٌ خَفِيْفَةٌ سَهِلَةٌ'' (یہ تو بہت ہلکا سا، آسان سا مسئلہ ہے) ''فَغَضِبَ'' (تو آپ غصہ ہو گئے) اور فرمایا: ''لَيْسَ فِي العِلْمِ شَيْءٌ خَفِيْفٌ'' (علم میں کوئی چیز ہلکی نہیں ہے)۔

⬥ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لَوْلَا الْفَرَقُ مِنَ اللهِ تَعَالَى أَن يَّضِيْعَ العِلْمَ مَا أَفْتَيْتُ، يَكُوْنُ لَهُمُ الْمَهْنَأُ وَعَلَيَّ الْوِزْرُ'' (اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا کہ یہ علم ضائع ہو جائے گا تو میں فتویٰ نہ دیتا، فتویٰ لوگوں کے لیے تو خوشی کی چیز ہے لیکن میرے لیے بوجھ ہے)۔

[آداب الفتویٰ للامام النووی، ص ۱۴، ۱۵]

توکیل در شراءِ طعام:

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں

بھئی! اب تو بھوک لگی ہے، لہٰذا ایک بندے کو بھیجو جو شہر سے جا کر روٹی لے آئے اور ہم کھانا کھائیں۔ کیا تم بحث میں پڑ گئے ہو کہ کتنا سوئے ہیں، بس جتنا اللہ نے چاہا، سلا لیا۔ وہ اس بات پر بحث کرنے سے بھی گریز کر رہے تھے۔ جیسے ہماری زبان میں

کہتے ہیں:

''پیٹ نہ پیاں روٹیاں تے ساری گلاں کھوٹیاں''

جب پیٹ میں روٹی نہیں ہوتی تو ہر بات کھوٹی نظر آتی ہے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ کس بحث میں پڑ گئے ہو، تم بھیجو ایک بندے کو، وہ شہر سے کھانا لے کر آئے۔

طلبہ کے لیے دو علمی نکتے:

1..... آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ''أَحَدَكُمْ'' فرمایا ہے، اس لیے کہ انہوں نے کسی ایک کو متعین کر کے نہیں فرمایا، بلکہ ان میں سے کسی ایک کو بھیجنے کا کہا۔ اگر ''وَاحِدَكُمْ'' کہتے تو اشارہ ہوتا کہ اپنے رئیس اور بڑے کو بھیجو۔ اس لیے کہ اہل عرب کسی قوم میں سے کسی فرد کو دیکھ کر کہتے ہیں: ''رَأَيْتُ أَحَدَ الْقَوْمِ'' (میں نے قوم کا ایک فرد دیکھا) قوم کے رئیس یا کسی بڑے معظم رومی کو دیکھ کر کہتے ہیں: ''رَأَيْتُ وَاحِدَ الْقَوْمِ''.
[مسائل الرازی، صفحہ ۲۳۸]

2..... ''مدینہ منورہ'' کے ساتھ یائے نسبتی لگانے سے لفظ ''مَدَنِيٌّ'' استعمال ہوتا ہے۔ اگر کسی اور شہر کا نام مدینہ ہو تو اس کی طرف نسبت ''مَدِينِي'' لفظ سے کی جائے گی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ انسان کی نسبت چاہے مدینہ منورہ کی طرف کی جائے یا کسی اور مدینہ نامی شہر کی طرف تو البتہ ''مَدَنِيٌّ'' کہلائے گا۔ اور پرندے وغیرہ چیزوں کو ''مَدِينِي'' کہیں گے۔ [بصائر ذوی التمییز: ۴/ ۴۹۰]

فوائد السلوک:

☆..... سالک کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ سفر کے دوران زادِ راہ لے جانا توکل کے خلاف نہیں۔ وَهٰذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ السَّعْيَ فِيْ إِمْسَاكِ الزَّادِ أَمْرٌ مُهِمٌّ مَشْرُوْعٌ

وَأَنَّهُ لَا يُبْطِلُ التَّوَكُّلَ. [تفسیر کبیر:۱۰/ ۱۸۴]۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حراء میں زادِ راہ لے جاتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

''أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لاَ يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الخَلاَءُ، وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ - وَهُوَ التَّعَبُّدُ - اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ العَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ، وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا، حَتَّى جَاءَهُ الحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ.'' [صحیح بخاری، رقم:۳]

سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا، پھر تنہائی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت ہونے لگی اور غارِ حرا میں تنہا رہنے لگے اور قبل اس کے کہ گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو وہاں تَحَنُّث کیا کرتے، (تَحَنُّث سے مراد کئی راتیں عبادت کرنا ہے) اور اس کے لیے توشہ ساتھ لے جاتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور اسی طرح توشہ لے جاتے، یہاں تک کہ جب وہ غارِ حرا میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حق آیا۔

۞...... آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سالک سکر (مدہوشی اور مستیٔ عشق) سے صحو (بیداریٔ عشق) کی طرف، روحانیت سے مادیت کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر وہ معیشت اور ضروریاتِ طبعیہ کا خواہشمند ہوتا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ اصحابِ کہف صدیوں سکر کی کیفیت میں رہے تو کھانے پینے سے بے نیاز رہے، لیکن جب صحو کی کیفیت طاری ہوگئی تو کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

۞...... آیت مبارکہ ﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ﴾ (اب بھیجو اپنے

میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں)...... میں اشارہ ہے کہ سالکینِ طریقت کی شان کے لائق یہ ہے کہ مخلوق سے سوال کرنا ترک کر دیں اور ہمت عالی رکھیں جیسا کہ اصحابِ کہف نے داموں سے کھانا خریدنا تجویز کیا، یہ نہیں کیا کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کریں۔ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''لَا تَسْأَلَنَّ أَحَدًا شَيْئًا وَإِنْ سَقَطَ سَوْطُكَ'' [مسند احمد، رقم: ۲۱۵۷۳] (ہرگز کسی سے کچھ نہ مانگنا، اگرچہ آپ کا کوڑا ہاتھ سے گر جائے تو اُٹھانے کے لیے کسی سے نہ کہنا)۔

اگر کوئی زرہ محفوظ رکھتی ہے تو استغناء:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے سات باتوں کا حکم فرمایا ہے:

''أَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ''

ایک حکم تو یہ دیا کہ میں فقراء و مساکین سے محبت کروں اور ان سے قربت رکھوں۔

''وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ دُونِي وَلَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي''

دوسرا حکم یہ کہ میں اس شخص کی طرف دیکھوں جو دنیاوی اعتبار سے مجھ سے کمتر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھوں جو جاہ و مال اور منصب میں مجھ سے بالاتر ہے۔

''وَأَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ وَإِنْ أَدْبَرَتْ''

تیسرا حکم یہ دیا کہ میں کسی قرابتدار سے ناطے داری کو قائم رکھوں اگرچہ کوئی (قرابت دار) ناطے داری کو منقطع کرے۔

''وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا''

چوتھا حکم یہ دیا کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں۔

''وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ بِالْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا''

پانچواں حکم یہ دیا کہ میں (ہر حالت میں) حق بات کہوں اگر چہ وہ سننے والے کو تلخ اور غیر خوش آئندہ معلوم ہو۔

''وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَخَافَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ''

چھٹا حکم یہ دیا کہ میں اللہ کے دین کے معاملہ میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں ملامت کرنے والے کی کسی ملامت سے نہ ڈروں۔

''وَأَمَرَنِي أَنْ أُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَإِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ.'' [مسند احمد، رقم:۲۱۴۱۵]

اور ساتواں حکم یہ دیا کہ میں کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا وِرد کروں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پس یہ ساتوں باتیں اور عادتیں اس خزانہ کی ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے اور جس سے فیوض و برکات نازل ہوتے ہیں۔

؎ خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
اگر کوئی زرہ محفوظ رکھتی ہے تو استغناء

مسئلہ: (۱)

فقہاء نے اس آیت سے اس صورت کا جواز نکالا ہے کہ کئی انسان (مثلاً سفر میں) اپنے مشترک سرمایہ سے خریدیں اور سب اس میں سے کھائیں خواہ ایک کے کھانے کی مقدار دوسرے سے زیادہ ہو۔ [تفسیر ماجدی، صفحہ ۶۳۱]

رزقِ حلال کا اہتمام:

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ

پھر دیکھے کونسا کھانا ستھرا ہے، سولائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا

یعنی کھانا لانے والا اس بات کو ذہن میں رکھے کہ وہ پاکیزہ کھانا لے کر آئے۔ اس لیے کہ ولایت میں دو چیزیں بہت اہم ہوتی ہیں: ایک رزقِ حلال اور دوسرا صدقِ مقال۔ انسان بات کرے تو سچی بات کرے اور کھانا کھائے تو پاکیزہ کھانا کھائے۔ کھانا جتنا پاکیزہ ہوگا اتنا ہی دل جلدی منور ہوگا۔ اور جو بندہ کھانے پینے کی احتیاط نہ کرے، وہ اپنی کی ہوئی محنت کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔

✧......فرمانِ باری تعالیٰ ﴿أَزْكٰى طَعَامًا﴾ کی تفسیر کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"أَحَلَّ ذَبِيْحَةً وَكَانُوْا يَذْبَحُوْنَ لِلطَّوَاغِيْتِ." [الدرالمنثور:۵/۳۲۹]

"اس سے مراد ہے کہ ایسے شخص سے کھانا لے آئے جس کا ذبیحہ حلال ہو، کیونکہ وہ لوگ بتوں (کے نام) پر ذبح کرتے تھے۔"

✧......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری تفسیر مروی ہے:

"أَزْكٰى طَعَامًا يَعْنِيْ أَطْهَرَ لِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَ الْخَنَازِيْرَ." [الدرالمنثور:۵/۳۲۹]

"یعنی "اَزْكٰى طَعَامًا" سے مراد ہے پاکیزہ کھانا، کیونکہ وہ لوگ خنزیر ذبح کرتے تھے۔"

رزق کی تعریف:

رزق کہتے ہیں: "مَا يُنْتَفَعُ بِهٖ" ہر وہ چیز جس سے نفع اُٹھایا جا سکے۔

رازق اور رزّاق میں فرق:

''رازق'' کا معنی ہے: رزق کا پیدا کرنے والا، رزق دینے والا، اس کے لیے سبب بننے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی بول سکتے ہیں اور اس انسان کے لیے بھی جو رزق کا سبب بنا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ﴾ [الحجر:۲۰] (اور وہ چیزیں جن کو تم روزی نہیں دیتے)۔ جبکہ ''رزّاق'' صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جا سکتا ہے۔

[بصائر ذوی التمیز: ۳/۶۷]

مشتبہ لقمے کا وبال:

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے حضرت خواجہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے کسی جگہ کھانا کھا لیا اور وہ کھانا مشتبہ تھا۔ حرام نہیں تھا، بس شبہ تھا اس میں۔ اس کی وجہ سے میری ساری کیفیات زائل ہو گئیں۔ میں نے آ کر اپنے شیخ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ حضرت! میں نے ایک جگہ سے مشتبہ لقمہ کھا لیا ہے اور میری کیفیت چلی گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا: تم استغفار کرو اور روزانہ میرے پاس آؤ تا کہ میں تمہارے اوپر توجہ ڈالوں۔ جب میرے شیخ مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس دن تک میرے دل پر توجہ ڈالی تب جا کر میری کیفیتیں واپس آئیں۔

اس لیے کھانے پینے میں احتیاط بہت ضروری ہے۔

حلال اور حرام کی پہچان:

کھانے کے فرائض میں سے یہ ہے کہ کھانے والا دیکھے کہ یہ حلال ہے یا نہیں۔ حلال اور حرام دیکھنا تو نسبتاً آسان ہوتا ہے، البتہ جو مشتبہ ہوتا ہے اس کی پہچان مشکل

ہوتی ہے۔

تمہارے گھر میں یہ سؤر کیسے داخل ہوا؟

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ سنانے لگے کہ ایک مرتبہ مرشد عالم بیرونِ ملک کے سفر پر گئے ہوئے تھے۔ ان دنوں حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اسلام آباد تشریف لائے ہوئے تھے اور واپسی پر وہ چکوال تشریف لے آئے۔ وہ کہنے لگے: چونکہ میں گھر میں تھا اس لیے سارا انتظام مجھے ہی کرنا تھا۔ میں نے حضرت کو بیٹھک میں بٹھایا اور اماں جی کو بتایا: امی! حضرت تشریف لائے ہیں، آپ کھانا بنا لیجیے۔

جب کھانے کا وقت آیا اور میں نے کھانا دسترخوان پر لگا دیا۔ پھر حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: حضرت! آپ کھانا کھائیے۔ حضرت دسترخوان پر تو بیٹھے رہے، مگر کھانا نہ کھایا۔ جب میں نے دوسری تیسری مرتبہ کہا کہ حضرت! کھانا کھائیں تو حضرت نے میری طرف دیکھ کر کہا: تمہارے گھر میں یہ سؤر کیسے داخل ہوا؟

کہنے لگے: میرے تو چھکے چھوٹ گئے۔ پسینہ آ گیا کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں کہ تمہارے گھر میں یہ سؤر کیسے داخل ہوا؟

میں نے گھر آ کر اماں جی سے کہا: اماں جی! حضرت کھانا نہیں کھا رہے اور فرما رہے ہیں کہ تمہارے گھر میں یہ سؤر کیسے داخل ہوا؟ یہ سن کر اماں جی نے سر پکڑ لیا اور کہنے لگیں: اوہو! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں ہمیشہ حضرت کا کھانا اپنے گھر سے بنایا کرتی تھی، یہ میری جو پڑوسن عورت ہے، یہ مدتوں سے مجھے کہہ رہی تھی کہ جب تمہارے شیخ آئیں گے تو ان کا ایک وقت کا کھانا میں بناؤں گی، تو پڑوس کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے اسے کہہ دیا تھا کہ حضرت آئے ہیں، آپ کھانا بنا دیں۔ یہ کھانا ہمارے گھر کا پکا ہوا نہیں ہے،

یہ پڑوسن کے گھر کا پکا ہوا ہے۔

صاحبزادہ صاحب کہنے لگے: میں نے سوچا کہ اس کے خاوند تو اسکول ماسٹر ہیں، ان کا حرام کا مال کیسے ہو گیا، وہ تو ڈیوٹی دیتے ہیں اور تنخواہ کا پیسہ لیتے ہیں، حرام کے پیسے تو نہیں لیتے۔ لیکن جب انہوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ اپنی تنخواہ بینک میں رکھتے تھے اور بینک میں رکھنے کی وجہ سے اس میں سود کے کچھ پیسے شامل ہو جاتے تھے۔ وہ جو حلال مال کے اندر سود کے تھوڑے سے پیسے شامل ہو جاتے تھے ان کی وجہ سے پورا مال ہی حرام بن گیا تھا اور حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف کی نظر سے پہچان لیا اور فرمایا: بتاؤ! تمہارے گھر میں یہ سؤر کیسے داخل ہوا؟

پھر اماں جی نے اپنے گھر سے آٹا لیا، کھانا بنایا اور پھر حضرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا تناول فرمایا۔

حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو بندہ حرام کھانا کھاتا ہے اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ [جامع الاحادیث، حدیث: ۳۵۹۵۵]

حدیث مبارکہ میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک بندہ لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پریشان بال، جسم گردآلود اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے:

((يَا رَبِّ يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟)) [صحیح مسلم، حدیث: ۲۳۹۳]

''اے رب اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام اور اس کی غذا حرام تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟''

ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی بنیادی وجہ مال کا پوری طرح حلال نہ ہونا ہے۔ اس بات کا بہت دھیان رکھنا چاہیے اور جو چیز منہ میں ڈالیں اس سے پہلے سو دفعہ سوچنا چاہیے کہ یہ حلال ہے یا نہیں۔

اس حد تک احتیاط!!!

''احوال الصادقین'' میں علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ سات ہاتھ تک دیکھتے تھے کہ اس چیز کی بیع ٹھیک ہوئی ہے یا نہیں۔ یعنی انہوں نے جس بندے سے خریدی، اس بندے کے پاس ٹھیک چیز آئی تھی یا نہیں آئی تھی، پھر اس نے جس سے خریدی تھی، وہ ٹھیک خریدی تھی یا نہیں خریدی تھی، پھر اس نے جس سے خریدی وہ بیع ٹھیک تھی یا نہیں تھی۔ اس طرح وہ سات ہاتھ تک دیکھتے تھے۔ ہم تو ایک ہاتھ بھی نہیں دیکھتے۔ بازار سے چیز لے کر آ جاتے ہیں۔ ہمیں کیا پتہ کہ لانے والا کیسی چیز لے کے آیا تھا، ہم تو اس سے لے لیتے ہیں۔

ہم یہ احتیاط تو کر لیں:

ہم یہ کہتے ہیں کہ چلو، زیادہ تحقیق نہیں کر سکتے تو نہ کرو، لیکن اتنا تو کرو کہ جہاں سے لے رہے ہیں، کم از کم وہ دینے والا بندہ بھی تو ٹھیک بندہ ہو۔ اب حلال مال سے حرام ریسٹورنٹ سے چیز خرید لینا، کیسے جائز ہے؟ یہ جو غیر ملکی چیزیں ملتی ہیں، میکڈونلڈ وغیرہ، اللہ جانے یہ کیا چیز ہے، ہمیں اس کے بارے میں پتہ نہیں ہے۔ ہم ان کے حلال ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان ایسی جگہوں سے کھانے پینے کی چیزیں خرید کر کھانا بند کر دے۔ اگر بند نہیں کرے گا تو اپنی مہینوں کی محنت کو منٹوں سیکنڈوں کے اندر ضائع کر بیٹھے گا۔ ایک لقمہ اندر گیا اور دل کی ساری روحانیت

باہر نکل گئی۔

انگوروں سے مُردوں کی بُو:

مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بندہ انگور لے کر آیا۔ اس نے کہا: حضرت! انگور کھا لیجیے۔ حضرت نے کھانے سے انکار فرما دیا۔ اس نے پھر کہا: حضرت! انگور کھا لیجیے۔ حضرت نے خاموشی اختیار کی۔ اس نے پھر تیسری مرتبہ کہا: حضرت! انگور کھا لیجیے۔ میں آپ کے لیے لے کر آیا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: میں یہ انگور کیسے کھاؤں، مجھے ان میں سے مُردوں کی بُو آ رہی ہے۔ وہ بندہ بڑا حیران ہوا کہ ان میں سے مُردوں کی بُو کیسے آ سکتی ہے؟ جبکہ میں تو حلال مال سے یہ انگور لے کر آیا ہوں۔

چنانچہ وہ اس دکاندار کے پاس گیا جس سے اس نے انگور خریدے تھے۔ اس نے اس کو کہا: بھئی! میں آپ کے پاس سے انگور خرید کر گیا تھا، ایک اللہ والے کو پیش کیے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کیسے کھا سکتا ہوں، مجھے تو ان میں سے مُردوں کی بُو آتی ہے۔ اس نے کہا: بھئی! ایک بندہ میرے پاس یہ انگور لایا تھا اور میں نے اس سے خرید لیے تھے، وہ مجھے کہہ کر گیا تھا کہ میرے پاس اور بھی انگور لگے ہوئے ہیں، میں آئندہ بھی لا کر آپ کے پاس بیچا کروں گا۔ اب جب وہ آئے گا تو میں اس سے پوچھوں گا۔

چنانچہ اگلے دن جب وہ انگور بیچنے والا آیا تو دکاندار نے اس سے پوچھا: تم یہ انگور لائے کہاں سے؟ اس بندے نے بتایا کہ قبرستان کی ایک جگہ تھی، جس کو اس نے اپنی زمین بنا لیا تھا، یعنی قبروں کے نشان مٹ گئے تھے اور اس نے اس جگہ کو اپنی ذاتی زمین کی طرح استعمال کرنا شروع کر دیا، اس زمین میں اس نے انگور کی بیلیں لگائی ہوئی تھیں

اور وہاں پہ یہ انگور لگے ہوئے تھے۔ اس جگہ کے انگوروں کو دیکھ کر مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے پہچان لیا کہ مجھے ان میں سے مُردوں کی بُو آ رہی ہے۔

فوائد السلوک: (۱)

○...... سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ کھانے پینے میں حلال و حرام کا خیال رکھے، مشتبہات سے پرہیز کرے اور کھانا پینا اپنے لیے قیمۃً خرید لے، کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرے۔

؎ اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

○...... بعض نے اس کی تفسیر لذیذ و نفیس کھانے سے بھی کی ہے۔ ''قِيلَ: أَيُّهَا أَطْيَبُ وَأَلَذُّ'' [تفسیر کبیر: ۱/۲۸۹۹] چنانچہ بعض صوفیاء مشائخ فرماتے ہیں کہ اچھا کھاؤ اور اچھا کام کرو۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا: اشرف علی! پانی ٹھنڈا پیا کرو، اس سے خود بخود دل سے الحمد للہ نکلے گا۔

○...... اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سالکینِ طریقت کو رزقِ حلال کا عمل اختیار کرنا چاہیے، حرام سے ایسے بچے جیسے لوگ سانپ اور بچھو سے بچتے ہیں۔ جیسا کہ اصحابِ کہف نے ''أَزْكَىٰ''، بمعنی حلال کو طلب کیا۔ چنانچہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف وہ شخص ہے جس کا نورِ معرفت اس کے نورِ ورع کو نہ بجھا دے۔ مطلب یہ ہے کہ نورِ معرفت سے تو وہ سب چیزوں کی نسبت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کرتا ہے تو اس میں ناقص کو یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ جب خدا کے سامنے کوئی مالک نہیں تو پھر ہر

حرام مال جائز ہے کیونکہ اس میں بندے کا حق ہے ہی نہیں۔ اور کامل اسی نسبت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ آخر کسی درجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس مال کی نسبت بندے کی طرف بھی کی ہے اور اسی نسبت کے کچھ حقوق و احکام بھی ہیں۔

۞ ...... بعض نے ''أَزْكىٰ'' کی تفسیر ''أَطْيَب'' بمعنی لذیذ سے کی ہے، اس کا حاصل یہ ہوگا کہ طعام لذیذ بھی ہو اور لطیف بھی ہو۔ جس میں یہ مصلحت تھی کہ انہوں نے مدت سے نہ کھایا تھا تو طعام غیر لطیف ان کے لیے نقصان دِہ ہوتا۔ اسی طرح بعض مصالح دینیہ سے بھی بعض بزرگوں نے جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے طعام لطیف ولباس لطیف کو استعمال فرمایا ہے۔

معاملات میں خوش تدبیری کا بیان:

وَلْيَتَلَطَّفْ

اور نرمی سے جائے

یہ قرآن مجید کا درمیانی لفظ ہے۔ یعنی اگر کوئی بندہ قرآن مجید کے درمیانی مقصد (مرکزی خیال) کو معلوم کرنا چاہے تو وہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ نرم خوئی استعمال کرے۔

جو سخت گیر (سخت مزاج والے) لوگ ہوتے ہیں وہ شریعت کی نظر میں اچھے لوگ نہیں ہوتے۔ اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نرم خوئی عطا فرماتے ہیں۔ جو دل اور طبیعت کے نرم ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

فوائد السلوک:

۞ ...... سالک کو چاہیے کہ معاملات میں ہر ایک کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، خاص طور

پر خرید وفروخت میں۔ چنانچہ اس آیتِ مبارکہ میں سالک کے لیے حسنِ معاملہ اور حسنِ اخلاق کی تعلیم موجود ہے۔

افشاءِ راز سے بچنے کی تلقین:

وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿١٩﴾

اور جتانہ دے تمہاری خبر کسی کو

جو کھانا لینے کے لیے جائے وہ خواہ مخواہ بحث ومباحثہ نہ کرے، سوال نہ پوچھے، تاکہ لوگوں کو پتہ ہی نہ چلے کہ یہ کون لوگ ہیں جو شہر میں آگئے ہیں، لہٰذا جانے والا سمجھداری سے بات کرے۔

فوائد السلوک:

✿...... اگر اللہ تعالیٰ کسی سالک کو اسرارِ باطنی سے فیضیاب کرے تو ان لوگوں کے سامنے اس کو بیان نہ کرے جو اس میدان کے شہسوار نہیں، ورنہ اس قسم کے غافل لوگ انکار کے پتھروں سے سنگسار کرنا شروع کردیں گے۔ چنانچہ اس بارے میں بیدار رہنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بعض مشائخِ طریقت کے اسرارِ باطنی ظاہر بینوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان اللہ والوں کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں، کفر کے فتوے لگائے۔ عالمِ اسلام کے ایک عظیم روحانی پیشوا حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''احیاء العلوم'' کو جلایا گیا اور آپ پر بڑے سخت قسم کے فتوے لگائے گئے۔

﴿إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾﴾

کیونکہ اگر ان (شہر کے) لوگوں کو تمہاری خبر مل گئی تو یہ تمہیں پتھراؤ کر کے ہلاک کر ڈالیں گے، یا تمہیں اپنے دین میں واپس آنے کے لیے مجبور کریں گے، اور ایسا ہوا تو تمہیں کبھی فلاح نہیں مل سکے گی۔

افشاء راز کا دنیاوی نقصان:

اِنۡ یَّظۡهَرُوۡا عَلَیۡكُمۡ یَرۡجُمُوۡكُمۡ

وہ لوگ اگر خبر پالیں تمہاری پتھروں سے مار ڈالیں تم کو

شروع زمانے سے ہی یہ بات چلی آرہی ہے کہ جو پتھر مارا جاتا ہے، یعنی رجم کیا جاتا ہے، یہ شیاطین کی سزا ہوتی ہے، لہٰذا اس زمانے میں بھی پتھر مارے جاتے تھے۔ آج بھی ہم جب حج پہ جاتے ہیں تو شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ تو شیطان کو کنکریاں مارنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے شیاطین کا عذاب رجم ہی رکھا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے زنا کی سزا بھی رجم ہی رکھی ہے۔

قرآن مجید میں ''رجم'' کا 5 طرح استعمال:

قرآن مجید میں لفظ ''رجم'' 5 معانی میں استعمال ہوا ہے:

۱۔۔۔۔۔۔قتل کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ﴾ [یٰس:۱۸]

۲۔۔۔۔۔۔گالی گلوچ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ﴾ [مریم:۴۶]

۳۔۔۔۔۔۔پتھر پھینکنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلۡنٰهَا رُجُوۡمًا

لِّلشَّيٰطِيْنِ﴾ [الملک:۵]

4 ...... گمان کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾ [الکہف:۲۲]

5 ...... مردود قرار دینے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾﴾ [الحجر:۱۷]

[بصائر ذوی التمییز: ۳/ ۴۴، ۴۵]

دنیاوی فتنوں اور اُخروی پریشانیوں سے بچنے کی دعا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مندرجہ ذیل دس کلمات فجر کے وقت (پہلے یا بعد میں) کہے تو وہ شخص ان کلمات کو پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ کو اس کے حق میں کفایت شعاری کرنے والا اور جزا دینے والا پائے گا۔ پہلے پانچ کلمات دنیا سے متعلق ہیں اور دوسرے پانچ آخرت سے متعلق ہیں۔

دنیا کے متعلق پانچ کلمات یہ ہیں:

''حَسْبِيَ اللّٰهُ لِدِيْنِيْ''
''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ میرے دین کے لیے۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَا أَهَمَّنِيْ''
''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ اس کام کے لیے جس کا میں ارادہ کروں۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ بَغٰى عَلَيَّ''
''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جو مجھ پر زیادتی کرے۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنِيْ''

''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جو میرے ساتھ حسد کرے۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ كَادَنِيْ بِسُوْءٍ''

''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جو مجھے بُرائی کے ساتھ دھوکا اور فریب دے۔''

آخرت کے متعلق پانچ کلمات یہ ہیں:

''حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ''

''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ موت کے وقت۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ''

''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ سوال کرنے کے وقت قبر میں۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمِيْزَانِ''

''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ میزان کے پاس (اس ترازو کے پاس جس میں نامۂ اعمال کا وزن ہوگا)۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ''

''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ پُل صراط کے پاس۔''

''حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ.''

''کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

[الدر المنثور، تحت سورۃ آل عمران، آیت:۱۷۳]

افشاءِ راز کا دینی نقصان:

اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٢٠﴾

یا لوٹا لیں تم کو اپنے دین میں اور تب تو بھلا نہ ہوگا تمہارا کبھی

چنانچہ یملیخا دراہم لے کر شہر کی طرف چل پڑا، جبکہ زمانے گزر گئے تھے، پے در پے بادشاہ بدل گئے تھے، طغیان واوثان کا دور فنا ہو چکا تھا، علم وایمان کا بول بالا تھا، ہر طرف تاریک چہروں کی بجائے نورانی چہرے نظر آرہے تھے، دیار ومکان بدل گئے تھے، بازار ومیدان بدلے بدلے نظر آرہے تھے، وہ انگشت بدندان قلبِ حیران کے ساتھ سودائی بن چکا تھا، اس کے حِس نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا:

أَمَّا الدِّيَارُ فَإِنَّهَا كَدِيَارِهِمْ
وَ أَرَى رِجَالَ الْحَيِّ غَيْرَ رِجَالِهِمْ

''وطن تو ہمارا ہی ہے لیکن لوگ بدلے بدلے نظر آرہے ہیں۔''

مِلّت کسے کہتے ہیں؟

امام مجدالدین فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَلْمِلَّةُ، هِيَ مَا شَرَعَ اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ عَلٰى لِسَانِ الْمُرْسَلِيْنَ لِيَتَوَصَّلُوْا بِهٖ إِلٰى جِوَارِ اللّٰهِ.'' [بصائر ذوی التمییز: ۴/۵۱۷]

''ملت، ان احکام وقوانین کے مجموعہ کا نام ہے جو اللہ نے اپنے انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں کو عطا کیے ہیں، تا کہ وہ ان پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔''

ملت اور دین میں فرق:

ملت اور دین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ملت کی نسبت ہمیشہ کسی صاحبِ شریعت نبی کی طرف ہی ہوگی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ﴿فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ﴾ میں ہے۔ اس (ملت) کی اضافت اللہ کی طرف اور اُمت کے کسی ایک فرد کی طرف نہیں کی جاسکتی، اس کے برخلاف دین کی نسبت اللہ کی طرف اور کسی بھی شخص کی طرف کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ مِلَّةُ اللهِ، مِلَّتِيْ اور مِلَّةُ زَيْدٍ نہیں کہہ سکتے، جبکہ دِيْنُ اللهِ، دِيْنِيْ اور دِيْنُ زَيْدٍ کہہ سکتے ہیں۔ شریعت کے جملہ احکام کو تو ملت کہہ سکتے ہیں، جبکہ کسی ایک حکم پر ملت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ [بصائر ذوی التمیز: ۴/ ۵۱۷، ۵۱۸]

کامیابی کی دو قسمیں:

فلاح کا لغوی معنی ہے: کامیابی حاصل کرنا اور مراد کو پالینا۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

1. فلاحِ دنیاوی۔ 2. فلاحِ اُخروی۔

دنیوی کامیابی یہ ہے کہ بندے کو وہ تمام سعادتیں/نعمتیں حاصل ہوجائیں جن کے ساتھ اس کی دنیا کی زندگی اچھی گزر سکے۔ مثلاً صحیح سالم وجود، مال و دولت اور معاشرے میں عزت وغیرہ۔

اُخروی کامیابی سے مراد چار چیزیں ہیں:

1. ...... ایسی بقا، جس کے بعد فنا نہ ہو۔
2. ...... ایسی مالداری جس کے بعد غربت نہ ہو۔
3. ...... ایسی عزت جس کے بعد ذلت کا خدشہ نہ ہو۔
4. ...... ایسا علم جس کے بعد جہالت کا امکان نہ ہو۔

یہی تو وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ'' (اے اللہ! اصل عیش تو آخرت کا عیش ہوگا)۔

[بصائر ذوی التمییز: ۴/ ۲۱۳]

قرآن مجید میں ''فلاح'' کی 18 صورتیں:

قرآن مجید میں 18 قسم کے لوگوں کے لیے کامیابی کا اعلان کیا گیا ہے:

1...... متقی لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۱۸۹] (اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو)۔

2...... بھلائی کی طرف بلانے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: ۱۰۴] (اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جس کے افراد لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں)۔

3...... خاتم المرسلین ﷺ کے متبعین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الاعراف: ۱۵۷] (اور اس کے ساتھ جو نور اُتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے)۔

4...... مجاہدین کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [التوبۃ: ۸۸] (لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، انہوں نے اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے۔ انہی کے لیے ساری بھلائیاں

ہیں اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں)۔

5 ..... اصلاحی اعمال اپنانے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾﴾ [المؤمنون:۱، ۲] (ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے۔ جو اپنی نماز میں دل سے جھکنے والے ہیں)۔

6 ..... کثرت سے نیک اعمال کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾﴾ [المؤمنون:۱۰۲] (اس وقت جن کے پلڑے بھاری نکلے تو وہی ہوں گے جو فلاح پائیں گے)۔

7 ..... فرمانبرداروں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَخۡشَ اللّٰہَ وَیَتَّقۡہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۵۲﴾﴾ [النور:۵۲] (اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں تو وہی لوگ کامیاب ہیں)۔

8 ..... اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّمَا کَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَہُمۡ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵۱﴾﴾ [النور:۵۱] (مومنوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سن لیا، اور مان لیا۔ اور ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں)۔

9 ..... اِنفاق اور اخلاص والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّہٗ وَالۡمِسۡکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ ۫ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۸﴾﴾ [الروم:۳۸] (لہٰذا تم رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور

مسافر کو بھی جو لوگ اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کے لیے یہ بہتر ہے، اور وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں)۔

10...... اہلِ احسان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [لقمان:۵] (جو نیک لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت بن کر آئی ہے۔ وہ نیک لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں۔ وہی ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے سیدھے راستے پر ہیں اور وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں)۔

11...... اللہ کے لشکر اور اس کی اطاعت کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [المجادلۃ:۲۲] (یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے)۔

12...... سخی اور فیاض لوگوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [الحشر:۹] (اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں)۔

13...... باطنی پلیدگی سے پاکی حاصل کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝﴾ [الاعلیٰ:۱۴] (فلاح اس نے پائی ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی)۔

14...... اہل توبہ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [النور:۳۱] (اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ

کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو)۔

۱۵ ...... اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[الانفال:۴۵] (اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو)۔

۱۶ ...... اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[الاعراف:۶۹] (لہٰذا اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو)۔

۱۷ ...... شیطانی عمل سے اجتناب کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [المائدۃ:۹۰] (اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور بت اور تقسیم کے تیر گندگی ہے اور شیطان کے کام سے ہے۔ پس بچو اس سے، تاکہ تم فلاح پا جاؤ)۔

۱۸ ...... صبر کرنے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنِّىْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾[المومنون:۱۱۱] (انہوں نے جس طرح صبر سے کام لیا تھا، آج میں نے انہیں اس کا یہ بدلہ دیا ہے کہ انہوں نے اپنی مراد پالی ہے)۔

[ایضا بزیادۃ]

ناکام کون؟ قرآن عظیم الشان کا اعلان: (۱)

قرآن عظیم الشان میں پانچ قسم کے لوگوں کو ناکام قرار دیا گیا ہے:

۱ ...... جادوگر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾[یونس:۷۷] (حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پایا کرتے)۔

[2]...... ظالم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ [الانعام:۲۱]
(یقین رکھو کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پا سکتے)۔

[3]...... اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قُلۡ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ﴾ [یونس:۶۹] (کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے)۔

[4]...... کافر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الۡکٰفِرُوۡنَ﴾ [المومنون:۱۱۷]
(یقین جانو کہ کافر لوگ فلاح نہیں پا سکتے)۔

[5]...... مجرم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ﴾ [یونس:۱۷]
(یقین رکھو کہ مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے)۔

غارِ اصحابِ کہف کی پُراسراریت:

شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ میرا ایک ساتھی تھا جو بڑا سخت جان تھا، وہ اس غار کے پاس سے گزرا اور اس نے کہا: میں اس غار کو اندر سے دیکھ کر ہی جاؤں گا۔ اس سے کہا گیا: ایسا نہ کر، کیا تو نے یہ ارشاد نہیں پڑھا ﴿لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَیۡہِمۡ لَوَلَّیۡتَ مِنۡہُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡہُمۡ رُعۡبًا﴾ (اگر تم انہیں جھانک کر دیکھتے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے اور تمہارے اندر ان کی دہشت سما جاتی)۔ اس نے انکار کیا کہ میں دیکھوں گا اور ان پر پہنچا تو اس کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی، اس کے بالوں کی رنگت بدل گئی اور وہ لوگوں کو یہ خبر دیتا تھا کہ ان کی تعداد سات ہے۔

[الدر المنثور:۵/۳۲۸]

مسئلہ:

حالتِ اکراہ (کسی کو Gun Point گن پوائنٹ پہ کسی کام پہ مجبور کرنا) میں کلمہ

کفر کہنا ''رخصت'' ہے، مگر نہ کہنا اور ایمان پر جمے رہنا ''عزیمت'' ہے۔ اسی لیے انہوں نے بازار کی طرف بھیجے جانے والے ساتھی سے کہا تھا کہ ہمارے بارے میں کسی کو خبر نہ دینا، ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کریں۔ اگرچہ یہ رخصت ہے، لیکن حالتِ رخصت میں خطرات بہت ہیں، چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر کبیر'' میں فرماتے ہیں کہ حالتِ رخصت میں کفر پر مداومت سے دل، کفر کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور بندہ حقیقتاً کافر بن جاتا ہے۔ [تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر کبیر تحت آیۃ سورۃ الکھف: ۲۰]

فوائد السلوک:

⊙ ...... سالک کو چاہیے کہ حالتِ اکراہ میں (جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے) عزیمت کو حتی الوسع ہاتھ سے جانے نہ دے، چاہے جان چلی جائے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں آتا ہے: ''لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَ إِنْ قُطِعْتَ وَحُرِّقْتَ'' [مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۵۸۰] (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چاہے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور جلا دیا جائے)۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ:

اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کفر پر مجبور شخص کامیاب نہ ہو گا، مگر ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر پر مجبور آدمی کامیاب ہے، بشرطیکہ دل میں ایمان ہو۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾ [النحل: ۱۰۶] (وہ نہیں جسے زبردستی کفر کا کلمہ کہنے پر مجبور کر دیا گیا ہو، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، بلکہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لیے کھول دیا ہو)۔ دل جب ایمان پر مطمئن ہو تو مجبوری کی حالت میں کفر، نقصان دِہ نہیں اور اگر ایمان کی جگہ کفر نے لے لی تو نقصان ہو گا، جبکہ کفر حقیقتاً دل کے اندر داخل ہو جائے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی مجبور علی الکفر آدمی کے سامنے شیطان، کفر کو مزین کر کے اور اچھا دکھلا

کر اس کو کفر پر قائم کر دیتا ہے۔ [روح المعانی تحت ہذہ الآیۃ من سورۃ الکہف]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ سوال اُٹھایا ہے کہ آدمی کفر پر مجبور ہو کر اس کا اظہار کرے تو مضر نہیں، پھر ﴿لَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا﴾ کا کیا مطلب؟ اور پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کفر میں مجبور ہو کر اگر کچھ عرصہ اس قائم رہے تو ممکن ہے کہ ان کے دل کفر کی طرف میلان کر کے حقیقتاً کافر بن جائیں۔ [تفسیر کبیر تحت ہذہ الآیۃ من سورۃ الکہف] اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کامیابی نہیں مل سکتی۔

[تطبیق الآیات، صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰]

﴿وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾﴾

اور یوں ہم نے ان کی خبر لوگوں تک پہنچا دی، تا کہ وہ یقین سے جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، نیز یہ کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ (پھر وہ وقت بھی آیا) جب لوگ ان کے بارے میں میں آپس میں جھگڑ رہے تھے، چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو۔ ان کا رب ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔ (آخرکار) جن لوگوں کو ان کے معاملات پر غلبہ حاصل تھا انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے اوپر ایک مسجد ضرور بنائیں گے۔

اطلاعِ خداوندی: ۱

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ

اور اسی طرح خبر ظاہر کر دی ہم نے ان کی

چنانچہ جو لوگ اس بات کے منکر تھے کہ بوسیدہ ہونے کے بعد روزِ قیامت دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، انہیں گوشت پہنایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا تو ایسے لوگوں پر ہم نے اصحابِ کہف کے احوال واضح کر دیے کہ جس طرح یہ صدیوں تک سوتے رہے اور پھر ان کو جگایا، اسی طرح ان منکرین کو بھی روزِ محشر قبروں سے زندہ اُٹھایا جائے گا۔

چٹان کے اندر کیا ہوا عمل:

حدیث پاک میں آتا ہے:

((لَوْ أَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِيْ صَخْرَةٍ لَا بَابَ لَهَا وَ لَا كُوَّةَ، لَخَرَجَ عَمَلُهُ إِلَى النَّاسِ كَائِنًا مَا كَانَ.)) [مستدرک للحاکم، رقم:۷۸۷۷]

''اگر کوئی شخص کسی ایسی بڑی چٹان کے اندر بھی کوئی کام کرے کہ جس میں نہ تو کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی روشن دان، تو اس کا وہ عمل لوگوں میں مشہور ہو جائے گا خواہ وہ عمل کسی طرح کا ہو۔''

نیکی اور بدی چھپائے نہیں چھپتی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے پوچھا:

''مَنِ الْمُؤْمِنُ؟''

مؤمن کون ہوتا ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

''اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ''

اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَلْمُؤْمِنُ، اَلَّذِيْ لَا يَمُوتُ حَتّٰى يَمْلَاءَ اللّٰهُ مَسَامِعَهٗ مِمَّا يُحِبُّ وَ لَوْ أَنَّ عَبْدًا اِتَّقَى اللّٰهَ فِيْ جَوْفِ بَيْتٍ إِلَى سَبْعِينَ بَيْتًا عَلٰى كُلِّ بَيْتٍ بَابٌ مِّنْ حَدِيْدٍ لَأَلْبَسَهُ اللّٰهُ رِدَاءَ عَمَلِهٖ حَتّٰى يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ وَيَزِيْدُونَ''

مؤمن وہ ہے جو نہیں مرتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے کانوں کو ان آوازوں سے بھر دیتا ہے، جنہیں وہ پسند کرتا ہے اور ایک بندہ ایک ایسے کمرے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے جو ستر کمروں کے اندر ہے اور ہر کمرے کے اندر لوہے کا ایک دروازہ ہو تو اللہ تعالیٰ (پھر بھی) اس کو عمل کی (ایسی) چادر پہنائے گا، یہاں تک کہ لوگ اس کا تذکرہ کریں گے اور اس کے عمل سے زیادہ اس کی تعریف کریں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''وَ كَيْفَ يَزِيْدُونَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟''

کیسے اس کے عمل سے زیادہ اس کی تعریف ہو گی یا رسول اللہ!؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لِأَنَّ التَّقِيَّ لَوْ يَسْتَطِيْعُ أَن يَّزِيْدَ فِي بِرِّهٖ لَزَادَ''

اس لیے کہ متقی شخص اگر اس سے زیادہ عمل کی طاقت رکھتا تو وہ زیادہ بھی کرتا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

''مَنِ الْكَافِرُ؟''

کافر کون ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ''

اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَلْكَافِرُ، اَلَّذِيْ لَا يَمُوْتُ حَتّٰى يَمْلَاءَ اللّٰهُ مَسَامِعَهٗ مِمَّا يَكْرَهُ وَلَوْ أَنَّ فَاجِرًا فَجَرَ فِي جَوْفِ بَيْتٍ إِلٰى سَبْعِيْنَ بَيْتًا عَلٰى كُلِّ بَيْتٍ بَابٌ مِّنْ حَدِيْدٍ لَأَلْبَسَهُ اللّٰهُ رِدَاءَ عَمَلِهِ حَتّٰى يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ وَ يَزِيْدُوْنَ''

کافر وہ ہے جو نہیں مرتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے کانوں کو ان آوازوں سے بھر دیتا ہے، جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے۔ اور اگر فاجر آدمی کسی ایسے کمرہ کے اندرونی حصہ میں بُرائی کرے جو ستر کمروں کے اندر ہو جس کا ہر دروازہ لوہے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے عمل کی چادر پہنائیں گے، یہاں تک کہ لوگ (اس کی بُرائی میں) باتیں کریں گے اور زیادتی بھی کریں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''وَ كَيْفَ يَزِيْدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟''

یارسول اللہ! وہ کس لیے زیادہ کریں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لِأَنَّ الْفَاجِرَ لَوْ يَسْتَطِيْعُ أَن يَّزِيْدَ فِي فُجُوْرِهٖ لَزَادَ.'' [الدر المنثور تحت سورۃ البقرۃ، آیت ۶۲]

اس لیے کہ فاجر شخص، اگر مزید بُرائی کر سکتا تو وہ کر گزرتا۔

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

اطلاعِ خداوندی کی حکمت: (۱)

لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا

تا کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکہ نہیں

مفسرین نے اس بارے میں دو قول ذکر کیے ہیں:

پہلا قول: انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کو اصحابِ کہف کا واقعہ سناتے تھے اور فرماتے تھے کہ اتنے سال ہو گئے، وہ سو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو پھر بیدار کریں گے، اس پر ان کی قومیں اصحابِ کہف کے واقعہ کی تکذیب کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا﴾ (اور یوں ہم نے ان کی خبر لوگوں تک پہنچا دی، تا کہ وہ یقین سے جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، نیز یہ کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں)۔

دوسرا قول: لوگ قیامت اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام ان کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے تھے تو اللہ نے ان لوگوں کو اصحابِ کہف کے بارے میں مطلع کر دیا، تا کہ ان کو پتہ چلا جائے کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا حق ہے، جیسے اصحابِ کہف کی کہانی بڑی حکمت رکھتی ہے کہ کیسے لوگ صدیوں تک بغیر کھائے پیے سوئے رہے ہوں اور زندہ ہوں۔ جس طرح یہ ایک عجوبہ ہے، لیکن اللہ نے کر کے دکھا دیا تو اسی طرح قیامت کے دن بوسیدہ جسموں کو اللہ تعالیٰ زندہ فرمائیں گے۔ اگر چہ یہ بھی ایک عجوبہ ہے، لیکن ﴿ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾﴾ [ق:۴۴] (اس طرح سب کو جمع کر لینا ہمارے لیے بہت آسان ہے)۔

[تفصیل کے لیے دیکھیے تاویلات اہل السنۃ: ۳/۲۲۰]

قوم کا آپس میں تنازع:

إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ

جب جھگڑ رہے تھے آپس میں اپنی بات پر

ان لوگوں کا جھگڑا کس چیز میں تھا؟ اس بارے میں مفسرین کے کچھ اقوال ہیں:

(پہلا قول: اختلاف یہ ہوا کہ ان پر کوئی مسجد بنا دی جائے یا کوئی یادگار عمارت بنائی جائے۔ چنانچہ مسلمان کہہ رہے تھے کہ ہم مسجد بنائیں گے اور مشرک کہہ رہے تھے کہ ہم یادگار عمارت بنائیں گے۔

(دوسرا قول: بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے) کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے کہا کہ قیامت کے دن جسم اور روح دونوں کو اُٹھایا جائے گا، جبکہ بعض لوگوں نے کہا کہ صرف روح کو اُٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مؤقف کو اصحابِ کہف کے واقعہ سے تقویت دی۔

(تیسرا قول: لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ وہ غار میں کتنا عرصہ رہے۔

(چوتھا قول: لوگوں نے اصحابِ کہف کی تعداد میں اختلاف کیا۔

[تفصیل کے لیے دیکھیے زاد المسیر: ۳/ ۷۴]

اہل شہر عوام کا مؤقف:

فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا

پھر کہنے لگے: بناؤ ان پر ایک عمارت

جب شہر کے عوام ان کے عجیب و غریب حالات سے باخبر ہو گئے تو فرط عقیدت سے

چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان بطورِ یادگار تعمیر کر دیں، جس سے زائرین کو سہولت ہو۔ تاہم جو بارُسوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے، ان کی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے۔

فوائد السلوک:

۞ ...... اہل شہر عوام کی مراد کسی گنبد وغیرہ کی تعمیر تھی، کیونکہ عوام کالانعام ہوتے ہیں، ان کی غیر شرعی باتوں پہ توجہ نہیں دینی چاہیے، بلکہ علماء ربانیین کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چنانچہ مشائخ کی قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر گنبد وغیرہ بنانا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے عوام کے لیے شرک و بدعت کا راستہ کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی لیے تو حکومتِ وقت نے اصحابِ کہف پر کوئی گنبد وغیرہ نہ بنایا، بلکہ مسجد بنا دی، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

اصحابِ کہف کے بارے میں اختلاف کی تردید:

رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ

ان کا رب خوب جانتا ہے ان کا حال

آیت کے اس حصے کا مقصد دونوں فریقوں کے قول کی تردید کرنا ہے۔ ہر فریق نے اصحابِ کہف کو اپنے ساتھ ملایا تھا، حالانکہ اصحابِ کہف مشرکوں سے اور ان کے شرک سے جس طرح علیحدہ تھے، اسی طرح عام مسلمانوں کے گروہ میں بھی ان کا شمار نہیں تھا۔ ان کا درجہ بہت اونچا تھا۔ یاد رکھیں! صوفی سب کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور سب سے الگ بھی۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کسے در ظن خود شد یارِ مَن

وز درونِ من نجست اسرارِ مَن

یا یہ انہی اختلاف کرنے والوں کا قول ہے جن کا اختلاف مدتِ قیام کے متعلق بھی تھا، نسب کے متعلق بھی اور اصحابِ کہف کے دوسرے احوال کے متعلق بھی، لیکن جب کوئی اتحادی رائے قائم نہ ہو سکی تو بولے: اللہ ہی کو ان کا صحیح علم ہے (کہ وہ کون تھے، ان کے حالات کیا تھے اور کتنی مدت سوتے رہے؟)

[تفسیر مظہری: ۷/ ۱۲۲، ۱۲۳]

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں دو رائیں آ رہی تھیں کہ اصحابِ کہف کون لوگ تھے؟ کن خاندانوں سے تھے؟ یہ کن احوال سے گزرے اور کتنے دن غار میں رہے؟ پھر جب ان چیزوں کا صحیح علم نہ ہو سکا اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ بھی نہ ملا تو کہنے لگے کہ اسے اللہ کے سپرد کرو، وہ علّام الغیوب ہے، سب کو جانتا ہے، ان کا حال بھی اسی کو صحیح معلوم ہے۔

[روح المعانی، تحت آیہ سورۃ الکہف، ۲۱]

اہل شہر خواص کا مؤقف: (۱)

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

بولے وہ لوگ جن کا کام غالب تھا ہم بنائیں گے ان کی جگہ پر عبادت خانہ

بہر حال جب عوام و خواص میں جھگڑا طول پکڑتا گیا تو ان میں سے جو خواص تھے، پکے موحد اور مسلمان تھے، وہ کہنے لگے کہ ہم تو یہاں مسجد بنائیں گے، اس میں ہم عبادت کریں گے اور ان سے تبرک حاصل کریں گے، تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کو بھی پتہ چل جائے کہ اصحابِ کہف پکے موحد تھے، شرک بیزار تھے اور یہاں پر یہ مسجد اس بات پر دلیل ہوگی۔

فوائد السلوک: (۱)

۞ حکومتِ وقت نے اصحابِ کہف کے غار کے قریب مسجد بنادی، تا کہ ان کے عابد ہونے کی علامت ہو اور ان کو معبود نہ بنایا جائے۔ گنبد کے بنائے جانے میں عوام کا شرک و بدعت میں مبتلا ہونے کا احتمال ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر گزر گیا۔ اس لیے حکومت نے عوام کی بات نہیں مانی۔ اس مسجد کی نسبت اس کہف کی طرف ایسی کی جیسے مسجدِ نبوی کی نسبت مرقدِ مبارک کی طرف (مثلاً یوں کہا جائے کہ روضہ شریف کی مسجد)۔ پس اس میں قبر پرستوں کے لیے کوئی حجت نہیں۔ کیونکہ مسجد بنانے سے مقصد نماز پڑھنا تھا، نہ کہ وہ مقصد جو جہلاء کے قبروں کے پاس مسجد بنانے سے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُورُ، وَ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا، وَ أَنْ يُبْنَى عَلَيْهَا، وَ أَنْ تُوطَأَ'' [جامع ترمذی، رقم:۱۰۵۲] (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے، ان پر لکھنے، ان پر تعمیر کرنے اور ان پر چلنے سے منع فرمایا ہے)۔ اور عَلَیْہِمْ کے معنی عِنْدَھُمْ کے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے غار کے قریب انہوں نے مسجد بنائی تھی۔

﴿سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڨ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾﴾

کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین آدمی تھے، اور چوتھا ان کا کتا تھا، اور کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے، اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب انکل کے تیر چلانے کی باتیں ہیں۔ اور کچھ کہیں گے کہ وہ سات تھے، اور آٹھواں ان کا کتا تھا، کہہ دو کہ میرا رب ہی ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے۔ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کسی کو ان کا پورا علم نہیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں سرسری گفتگو سے آگے بڑھ کر کوئی بحث نہ کرو، اور نہ ان کے بارے میں کسی سے پوچھ گچھ کرو۔

تعدادِ اصحابِ کہف میں یہود کا موقف:

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ

اب یہی کہیں گے کہ وہ تین ہیں، چوتھا ان کا کتا اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں، چھٹا ان کا کتا

مقصد یہ تھا کہ بھئی! اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں بحث کرنا فضول سی بات ہے، یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں جس کے متعلق کسی سے پوچھ گچھ کی جائے یا اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ وہ سات تھے، پانچ تھے، آٹھ تھے یا دو تھے۔ اللہ ان کی تعداد کو بہتر جانتا ہے۔

یہودیوں کے موقف کی تردید:

رَجْمًا بِالْغَيْبِ

بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا

یہودی اصحابِ کہف کی تعداد کی تعین کے بارے میں بڑی شد و مد سے کام لے رہے تھے اور یقین کے درجے میں کہتے تھے کہ وہ اتنے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی کہ یہ سب ان کی گھڑی ہوئی تحقیقات ہیں۔ حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ

نہیں ہے۔

غیب کی تعریف:

امام مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ غیب کے بارے میں کئی اقوال نقل فرماتے ہیں:
پہلا قول: ''اَلغَیبُ: مَا غَابَ عَنْكَ'' یعنی غیب، ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو تم سے غائب ہو (جو تمہیں دکھائی نہ دے)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ [البقرۃ:۳] (جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں)۔
دوسرا قول: ''اَلغَیبُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِأَنَّهُ لَا یُرٰی فِی دَارِ الدُّنیَا، وَإِنَّمَا تُرٰی آیَاتُهُ الدَّالَّةُ عَلَیهِ'' غیب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے کہ وہ خود تو اس دنیا میں دکھائی نہیں دیتی، البتہ اس پر دلالت کرنے والی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں۔
تیسرا قول: ''اَلغَیبُ: مَا غَابَ عَنِ النَّاسِ مِمَّا أَخبَرَهُم بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ مِنَ المَلَائِكَةِ وَالجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالحِسَابِ'' غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں اپنی اُمت کو خبر دی ہے، جیسا کہ فرشتے، جنت، جہنم اور حساب و کتاب وغیرہ۔
[بصائر ذوی التمییز: ۴/۱۵۲]

فوائد السلوک:

☆......سالک کو چاہیے کہ اندھیرے کا تیر نہ مارے، بلکہ یقینی باتیں کیا کرے۔ بے تکی باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ:

اس مضمون میں ''یَقُوْلُوْنَ'' تین دفعہ استعمال ہوا ہے، مگر شروع ﴿سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ﴾

میں سین استقبال کے ساتھ اور باقی دو میں بغیر سین کے۔ وجہ یہ ہے کہ آخر کے دو فعلوں کو بمقتضاءِ عطف پہلے کے حکم میں مانا گیا ہے، اختصار کے لیے پہلے فعل کے سین پر اکتفاء کیا گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''زَیْدٌ قَدْ یَخْرُجُ وَ یَرْکَبُ''۔

[مسائل الرازی، صفحہ ۲۳۸]

اصحابِ کہف کی تعداد میں دوسرا موقف:

وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ

اور یہ بھی کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اصحابِ کہف کی تعداد میں اختلاف کرنے والے مختلف آراء پیش کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ تین تھے، بعض کہتے ہیں کہ پانچ تھے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ سات تھے۔ یہ آخری قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنالیا ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

جواب دینے کا طریقۂ کار:

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ

تُو کہہ! میرا رب خوب جانتا ہے ان کی گنتی

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ اگر اس قسم کی بات کو کہ جس کی تعیین میں شریعت نے خاموشی اختیار کی ہو تو سمجھیں کہ اس میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر ہے، خواہ مخواہ اٹکل پچو سے کام نہ لیا جائے۔ اور ایسی باتیں تو خاص طور پر اللہ کے سپرد کرنی چاہئیں۔

مطلب یہ ہے کہ اس بحث میں نہ پڑا جائے کہ وہ کتنے عرصے تک سوتے رہے، تین سو سال، سوا تین سو سال یا اس سے زائد؟ ان کی تعداد کتنی تھی، تین، پانچ، یا سات؟ ان کے کتے کا نام کیا تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں غیر ضروری ہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس قصے میں جو سبق دیا جا رہا ہے اس پر غور کرنا چاہیے، جو نصیحت اور پیغام اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں دیا ہے، اس کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فی زمانہ جو سیکولر اور لادین عناصر ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ منکرین حدیث کا جو گروہ ہے، بالخصوص وہ ایسی ہی بے بنیاد باتوں پر لوگوں کو اُلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

......مثلاً سورۂ بقرہ میں جب آیت الکرسی کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اصل بات کی بجائے اس بحث میں لوگوں کو اُلجھاتے ہیں کہ اللہ کی کرسی کیسی ہے؟ اللہ اس کرسی پر کیسے بیٹھتے ہیں؟ اللہ کی کرسی کتنی بڑی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

...... یا پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آئے تو ساری سورت کو چھوڑ کر ان کا سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا کیا نام تھا؟ ان کے دور میں جو فرعون تھا، وہ کون تھا اور اس کا کیا نام تھا؟

......پھر یہ سوالات کہ فلاں نبی کی عمر کتنی تھی؟ فلاں نبی کہاں مدفون ہیں؟ اور اس طرح کی غیر ضروری اور اُلٹی سیدھی باتوں میں لوگوں کو اُلجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہاں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اصل بات کو چھوڑ کر غیر ضروری باتوں کی جانب دھیان نہیں دینا چاہیے۔ صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے مخاطب ہو کر انہیں کس بات کی تعلیم دینا چاہ رہے ہیں۔

اصحابِ کہف کی معرفت رکھنے والوں کا بیان:

مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ

ان کی خبر نہیں رکھتے، مگر تھوڑے لوگ

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم اوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اصحابِ کہف کے نام یہ ہیں: ''مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، سنونس، ساریونس، ذونواس اور کعسططیونس'' اور یہ آخری چرواہا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے، چنانچہ وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

[دیکھیے تفسیر مظہری تحت آیۃ سورۃ الکہف، ۲۲]

امام ابو منصور ماتریدی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اصحابِ کہف کی تعداد اور ان کے ناموں کے جاننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر اس کی کوئی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ آسمانی کتابوں میں بتا دیتے۔

[تاویلات اہل السنۃ تحت آیۃ سورۃ الکہف، ۲۲]

جھگڑے سے بچنے کا حکم:

فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا

سو مت جھگڑ ان کی بات میں، مگر سرسری جھگڑا

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرما رہے ہیں کہ حق بولتے وقت جھگڑے کی صورت اختیار نہ کریں، خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ سے مخالفین مزید بھڑک اُٹھیں گے۔ اگر کبھی اس قسم کی صورتحال درپیش ہو تو خیر سلامتی کی بات کہیں، جیسا

کہ ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ [الفرقان: ٦٣] (اور جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں)۔

فوائد السلوک:

..... اس آیتِ مبارکہ میں سالک کے لیے زبردست تعلیم ہے کہ وہ کسی سے اُلجھے نہیں۔ اگر کوئی اس سے اُلجھنا چاہے بھی تو شرافت سے معاملے کو نمٹا دینا چاہیے۔

جھگڑا چھوڑنے کی فضیلت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ الكَذِبَ وَ هُوَ بَاطِلٌ))

جس نے ایسا جھوٹ چھوڑ دیا، جو باطل تھا۔

((بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الجَنَّةِ))

تو اس کے لیے جنت کے کنارے پر ایک مکان بنایا جائے گا۔

((وَ مَنْ تَرَكَ المِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ))

اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کر دے۔

((بُنِيَ لَهُ فِي وَسَطِهَا))

اس کے لیے جنت کے درمیان مکان بنایا جائے گا۔

((وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ))

اور جو شخص خوش اخلاق ہوگا۔

((بُنِيَ لَهُ فِي أَعْلَاهَا.)) [جامع ترمذی، رقم: ۱۹۹۳]

اس کے لیے جنت کے اوپر والے حصے میں مکان بنایا جائے گا۔

اہل کتاب سے پوچھنے کی ممانعت:

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿۲۲﴾

اور مت تحقیق کر ان کا حال ان میں کسی سے

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اصحابِ کہف کی تعداد کے متعلق یہودیوں سے پوچھ گچھ کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ امام فراء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس یہودیوں کے دو فرقے (نسطوریہ اور یعقوبیہ) آئے تو آپ ﷺ نے ان سے اصحابِ کہف کی تعداد کے بارے میں پوچھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منع فرما دیا۔ [زاد المسیر تحت آیۃ سورۃ الکہف، ۲۲]

شریعتِ محمدی ہی پر کاربند رہو:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے پاس تورات کا ایک نسخہ لائے اور عرض کیا: یارسول اللہ!

''هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ''

''یہ تورات کا نسخہ ہے۔''

رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تورات کو پڑھنا شروع کر دیا۔

''وَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَتَغَيَّرُ''

''اُدھر غصہ سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا۔''

یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم؟''
''عمر! گم کرنے والیاں تمہیں گم کریں۔کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کے تغیر کو نہیں دیکھتے؟''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ منور کی طرف نظر ڈالی اور غصہ کے آثار دیکھ کر کہا:

''أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ غَضَبِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا''
''میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔''
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي.''
[مشکوۃ المصابیح، رقم: ۱۹۴]
''قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے درمیان ظاہر ہوتے تو تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے (جس کے نتیجہ میں) تم سیدھے راستہ سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے۔اور (حالانکہ) اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرا زمانۂ نبوت پاتے تو وہ بھی یقیناً میری ہی پیروی کرتے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم کے حریص اور شوقین تھے، حکمت و معرفت کے قدردان تھے، ان کا گھر شہر مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر تھا، یہود کے ہاں کبھی کبھی آتے جاتے تھے۔ پہلے کچھ نیک باتوں کو سننے کی اجازت مانگی تھی، اب کچھ اچھی باتیں اس خیال سے سنانے

لگے کہ شاید یہ غیر محرَّف اور ''مُنَزَّل مِنَ اللہ'' تورات کا حصہ ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ خیال نہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ ہو رہے ہیں، اس لیے بے خیالی میں پڑھتے رہے۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے توجہ دلائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً توبہ کی، غضب الٰہی اور غضب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعوذ کرتے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اطاعت کے سوا چارۂ کار نہ ہوتا، کیونکہ یہ دین اسلام کا دور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار اس لیے فرمایا کہ اس سے کوئی شخص یہ خیال کرسکتا ہے کہ جس طرح دوسرے ادیان کے لوگ اپنے دین کو غیر مکمل سمجھتے ہیں، اسی طرح مسلمان اپنے دین کو ناقص سمجھ رہے ہیں، تب ہی تو دوسروں کے دین سے باتیں لیتے ہیں۔ حالانکہ میرا دین مکمل ہے، اس میں ہر قسم کا حکم موجود ہے، دوسرے ادیان سے لے کر اس میں اضافہ کی ضرورت نہیں۔

تفسیر
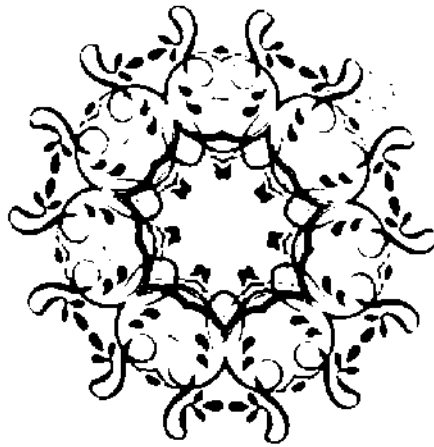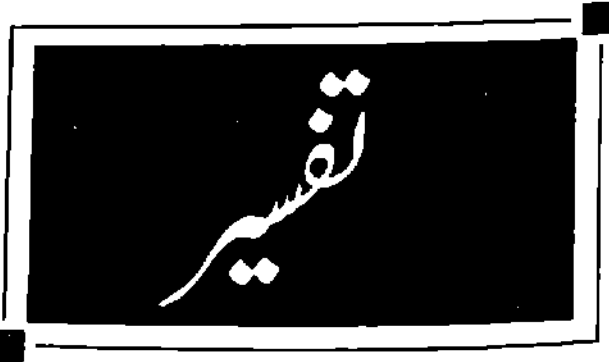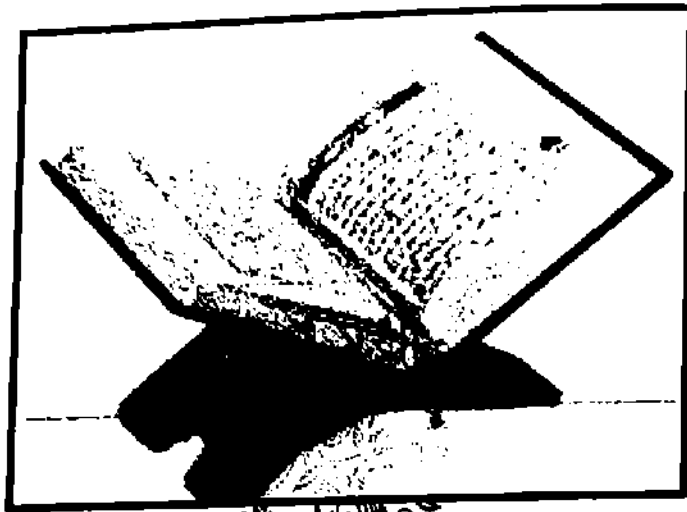
رکوع کا خلاصہ

اس رکوع کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- ...... نبی علیہ السلام کے لیے محبوبانہ تنبیہ۔ [آیت:۲۳]
- ......بغیر ان شاء اللہ کے کام اُدھورے رہتے ہیں۔ [آیت:۲۴]
- ...... یادِ الٰہی کا حکم دیا گیا ہے۔ [آیت:۲۴]
- ......اصحابِ کہف کی اقامت کی مدت 309 قمری سال بیان کی گئی ہے۔ [آیت:۲۵]
- ......''اَللّٰہُ أَعْلَمُ'' کی عادت اپنانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ [آیت:۲۶]
- ......قصۂ اصحاب کہف میں چار دعوے کیے گئے ہیں:
  - ......اللہ عالم الغیب ہے۔ [آیت:۲۶]
  - ......اللہ سمیع وبصیر ہے۔ [آیت:۲۶]
  - ......اللہ ہی مختار کل ہے۔ [آیت:۲۶]
  - ......اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ [آیت:۲۶]

◆ ......خاتم الانبیاء ﷺ کے پانچ فرائض بیان کیے گئے ہیں۔[۲۷تا۲۹]

(1)......تبلیغ قرآن۔[آیت:۲۷]

(2)......صحبتِ صالحین۔[آیت:۲۸]

(3)......ترکِ صحبتِ صالحین کی ممانعت۔[آیت:۲۸]

(4)......اطاعتِ طالح سے اجتناب۔[آیت:۲۸]

(5)......حق گوئی۔[آیت:۲۹]

◆ ......نبی علیہ السلام سے نصرت کے دو وعدے کیے گئے ہیں:

(1)......اس قرآن مجید میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کرسکتا۔[آیت:۲۷]

(2)......اللہ تعالیٰ ہی پناہ دینے والا ہے۔[آیت:۲۷]

◆ ......صالحین کے دو وصف بیان کیے گئے ہیں:

(1)......دوامِ عبادت۔[آیت:۲۸]

(2)......اخلاص۔[آیت:۲۸]

◆ ......نبی علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ ایسے بندوں کی اطاعت نہ کرنا، جن کے اندر تین خرابیاں پائی جائیں:

(1)......غفلت۔[آیت:۲۸]

(2)......خواہش پرستی۔[آیت:۲۸]

(3)......حد سے تجاوز۔[آیت:۲۸]

◆ ......انسانوں کو ایمان یا کفر اختیار کرنے کا آپشن دے دیا گیا ہے۔[آیت:۲۹]

◆ ......لیکن کفر کا انجام ''دوزخ'' بھی بتا دیا گیا ہے۔[آیت:۲۹]

◆ ......جبکہ ایمان والوں کے انعام ''جنت'' کا تذکرہ کیا گیا ہے۔[آیت:۳۰،۳۱]

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا (۲۳) اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا (۲۴)

اور (اے پیغمبر!) کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کرلوں گا۔ ہاں (یہ کہو کہ) اللہ چاہے گا تو (کرلوں گا)۔ اور جب کبھی بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرلو، اور کہو: مجھے اُمید ہے کہ میرا رب کسی ایسی بات کی طرف رہنمائی کردے جو ہدایت میں اس سے بھی زیادہ قریب ہو۔

نبی علیہ السلام کے لیے محبوبانہ تنبیہ:

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا (۲۳) اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

اور نہ کہنا کسی کام کو کہ میں یہ کروں گا کل کو، مگر یہ کہ اللہ چاہے

یہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھاتے ہیں کہ اے میرے پیارے پیغمبر! آپ کسی چیز کے بارے میں اس طرح ہرگز نہ کہیں کہ میں اسے کل کروں گا، بلکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر بھی کریں کہ اگر اللہ چاہے گا تو میں کل کروں گا۔ کیونکہ کرنے والا تو اللہ ہے۔ اصل اختیار تو اللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ معاملہ تو میرے ہاتھ میں ہے، جو میں چاہوں گا وہی کروں گا، لہٰذا اگر آپ کوئی بات کریں تو یوں کہیں: اگر اللہ چاہے گا تو میں کل کروں گا۔

بغیر ان شاء اللہ کے کام اُدھورے رہتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

''لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى تِسْعِينَ امْرَأَةً، كُلٌّ تَلِدُ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ''

میں ایک رات میں نوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک بیوی سے ایک بچہ

پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔

چنانچہ سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا گیا:

''قُلْ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ''

آپ ان شاء اللہ کہیں۔

لیکن وہ بھول گئے اور اپنی تمام بیویوں کے پاس گئے، ان میں سے کسی عورت سے بچہ پیدا نہ ہوا بجز ایک عورت کے جس نے ایک ناتمام بچہ جنا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمْ يَحْنَثْ، وَكَانَ دَرَكًا لَهُ فِي حَاجَتِهِ'' [صحیح بخاری، رقم:۶۳۴۱] (اگر وہ قسم میں ان شاء اللہ کہہ دیتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور اپنا مقصد بھی پا لیتے)۔

قرآن کریم میں ''ان شاء اللہ'' کی تعلیم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے وہ مقولے نقل فرمائے ہیں جن میں انسانوں کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں ان شاء اللہ کہنے کی عادت اپنائیں۔

- ...... بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝﴾ [البقرۃ:۷۰]
- ...... حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں سے مصر میں داخل ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝﴾ [یوسف:۹۹]
- ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ صَابِرًا﴾ [الکہف:۶۹]

...... حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّٰلِحِينَ﴾ [القصص:۲۷]

...... حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تھا: ﴿سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللَّهُ مِنَ الصَّٰبِرِينَ﴾ [الصافات:۱۰۲]

...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید میں خطاب ہو رہا ہے کہ آپ لوگ ان شاء اللہ! مسجد حرام میں داخل ہوں گے: ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَآءَ اللَّهُ ءَامِنِينَ﴾ [الفتح:۲۷]

حدیث شریف میں ''ان شاء اللہ'' کی تعلیم: (۱)

...... ایک صحابی نے نبی علیہ السلام کو دعوت دی کہ آپ ہمارے گھر میں آ کر نماز پڑھیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ'' [صحیح البخاری، رقم:۴۲۵]

...... نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر پیغمبر کی ایک دعا قبول ہوئی ہے اور فرمایا کہ ان شاء اللہ! میں اپنی دعا قیامت کے دن کے لیے ذخیرہ کر رہا ہوں، جس سے میں اپنی امت کی سفارش کروں گا: ''وَإِنِّي أُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أُؤَخِّرَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' [صحیح مسلم، رقم:۱۹۹]

...... حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ کوئی اذان کے کلمات کہہ رہا ہے۔ جاگنے پر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب بیان کیا تو نبی علیہ السلام نے اس خواب کی سچائی کے بارے میں فرمایا: ''إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ'' [سنن ابی داود، رقم:۴۹۹]

...... نبی علیہ السلام جب قبرستان میں تشریف لے جاتے تو فرماتے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ'' [سنن النسائی، رقم:۱۴۳]

طلبہ کے لیے علمی نکتہ:

عام طور پر لوگ ''انشاءاللہ'' لکھتے ہیں، جس میں ''ان اور شاء'' کو ملا لیتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، بلکہ یوں لکھنا چاہیے ''ان شاء اللہ''۔ جیسا کہ اوپر آیات اور احادیث میں یہی رسم الخط استعمال کیا گیا ہے۔

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے:

اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے ہوتا ہے، وہ جو بھی چاہتا ہے کرسکتا ہے، فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ قرآن مجید میں بار بار ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہر کام میری مشیت پر موقوف ہوتا ہے:

۞......جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے:
﴿اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾[فاطر:۸]

۞......جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے:﴿وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَآءُ﴾ [التوبہ:۱۵]

۞......جس کو چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے، پیدا فرماتا ہے:﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾[آل عمران:٦]

۞......جس کو چاہتا ہے، بیٹیاں عطا فرماتا ہے:﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا﴾[الشوریٰ:۴۹]

۞......جس کو چاہتا ہے، بیٹے عطا فرماتا ہے:﴿وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾ [الشوریٰ:۴۹]

۞......جس کو چاہتا ہے، بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے:﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا﴾[الشوریٰ:۵۰]

جس کو چاہتا ہے، اولاد سے محروم کر دیتا ہے: ﴿وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا﴾ [الشوریٰ:۵۰]

جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمتِ خاصہ کی ٹھنڈی چھاؤں عطا فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [البقرۃ:۱۰۵]

جس کو چاہتا ہے، عذاب دیتا ہے: ﴿اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ﴾ [الاسراء:۵۴]

جس کو چاہتا ہے، بلاحساب رزق عطا فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [البقرۃ:۲۱۲]

جس کو چاہتا ہے، بخش دیتا ہے: ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [البقرۃ:۲۸۴]

جس کو چاہتا ہے، زمین میں دھنسا دیتا ہے، جس پر چاہتا ہے، آسمان کا ٹکڑا گرا سکتا ہے: ﴿اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ [سبا:۹]

جس کو چاہے، غرق کر سکتا ہے: ﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ﴾ [یٰس:۴۳]

جس پر چاہتا ہے، فضل فرماتا ہے: ﴿اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ [البقرۃ:۹۰]

جس کو چاہتا ہے، مشکل میں ڈال دیتا ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ﴾ [البقرۃ:۲۲۰]

جس کے لیے چاہتا ہے، ثواب کئی گنا زیادہ عطا فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [البقرۃ:۲۶۱]

جس کو چاہتا ہے، حکمت عطا فرماتا ہے: ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [البقرۃ:۲۶۹]

جس کو چاہتا ہے، بادشاہت عطا فرماتا ہے: ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ [آل عمران:۲۶]

٭......جس سے چاہتا ہے، بادشاہت چھین لیتا ہے: ﴿وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ [آل عمران:۲۶]

٭......جس کو چاہتا ہے، عزت عطا فرماتا ہے: ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ﴾ [آل عمران:۲۶]

٭......جس کو چاہتا ہے، ذلیل کر دیتا ہے: ﴿وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ﴾ [آل عمران:۲۶]

٭......جس پر چاہتا ہے، اولے برساتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے: ﴿وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ﴾ [النور:۴۳]

٭......جس سے چاہے، ہوا روک سکتا ہے: ﴿اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ﴾ [الشوریٰ:۳۳]

٭......جس کی چاہتا ہے، امداد فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [آل عمران:۱۳]

٭......جس کا چاہتا ہے، تزکیہ فرماتا ہے: ﴿بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء:۴۹]

٭......جس کو چاہے، صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے: ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ﴾ [النساء:۱۳۳]

٭......جس کو چاہتا ہے، صراطِ مستقیم پر چلا دیتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝﴾ [الانعام:۳۹]

٭......جس سے چاہتا ہے، آنکھوں کی بینائی چھین لیتا ہے: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ﴾ [یٰس:۶۶]

٭......جن کی چاہے، شکلیں مسخ کر سکتا ہے: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ﴾ [یٰس:۶۷]

فوائد السلوک:

٭......سالک کو چاہیے کہ کوئی بھی کام کرتے وقت ''ان شاء اللہ'' ضرور کہہ لیا کرے،

کیونکہ انسان کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، اور ''ان شاء اللہ'' کا معنی بھی یہی بنتا ہے کہ اگر اللہ چاہیں گے۔ چنانچہ کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اور ''ان شاء اللہ'' کہنے میں عاجزی کا پہلو بھی ہے کہ میں تو کمزور ہوں، اللہ چاہیں گے تو یہ کام ہوگا۔ اور اس میں وعدہ خلافی بھی نہیں ہوتی کہ بندہ خود تو پوری کوشش کرے لیکن کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اللہ پہ چھوڑ دے۔ اور واقعتاً کام اللہ ہی کی طرف سے سنورتے اور بگڑتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: ''عَرَفْتُ رَبِّيْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ'' (میں نے اپنے رب کو پہچانا، مضبوط ارادوں کے ٹوٹ جانے کے ساتھ)۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

یادِ الٰہی کا حکم:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ

اور یاد کرلے اپنے رب کو جب بھول جائے

مفسرین کے اس بارے میں چھ قول ہیں:

پہلا قول: اپنے رب کو یاد کرو تسبیح و استغفار کے ساتھ، جب آپ ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں۔

دوسرا قول: جب اللہ کے کسی حکم کی تعمیل تم بھول جاؤ تو اللہ کو اور اس کے عذاب کو یاد کرو، تاکہ نسیان کی تلافی ہوجائے۔

تیسرا قول: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تمہیں

غصہ آئے تو اللہ کو یاد کرو۔ حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انجیل میں لکھا ہوا تھا: ''اِبْنَ آدَمَ! أُذْکُرْنِیْ حِیْنَ تَغْضَبُ أَذْکُرْکَ حِیْنَ أَغْضَبُ'' (اے ابن آدم! تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کر، غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ جب مجھے غصہ آئے گا تو میں بھی تجھے یاد کروں گا اور تیری کمزوری پر رحم کروں گا)۔

چوتھا قول: اگر تم کسی بات کو بھول جاؤ تو اللہ کو یاد کرو، تاکہ اللہ تم کو وہ بات یاد دلا دے۔

پانچواں قول: امام ضحاک رحمہ اللہ اور امام سُدّی رحمہ اللہ کے نزدیک آیتِ مذکورہ کا حکم نماز سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی نماز میں کچھ بھول جاؤ تو اللہ کو یاد کرو یا یہ معنی ہے کہ نماز پڑھنی بھول جاؤ تو جس وقت یاد آ جائے پڑھ لو۔

چھٹا قول: صوفیاء کرام نے اس آیت کی ایک بہت ہی پُر کیف تشریح کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ کے سوا تم ہر چیز کو بھول جاؤ، اس وقت خالص دل سے اللہ کو یاد کرو۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی ہر وقت یاد اس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک ماسوا کے تصور کو دل سے مٹا نہ دیا جائے۔ عام طور پر دل کی حالت بدلتی رہتی ہے، یکسوئی عموماً نہیں رہتی اور ظاہر ہے کہ ایک آدمی کے دو دل تو ہیں نہیں کہ ایک میں یادِ خدا جمی رہے اور دوسرے میں مخلوق کا ذکر قائم رہے۔ دل ایک ہی ہے جب اس میں ماسوی اللہ کا تصور ہوگا تو اللہ کی یاد میں فتور آ جائے گا اور اللہ کے سوا اگر ہر چیز کو دل فراموش کر دے گا اور ماسوی اللہ کے تصور کو مٹا دے گا تو دل ہر دم یادِ الٰہی میں مشغول اور غرق رہے گا۔ اسی کو ''فناء قلب'' کہتے ہیں۔ جب تک کسی کو فناء قلب کا درجہ حاصل نہ ہو جائے تو صوفیاء اس کو موحد نہیں کہتے۔

چنانچہ سند المفسرین حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ھٰذَا التَّأْوِیْلُ أَنْسَبُ بِمَنْطُوْقِ الْکِتَابِ وَأَوْفَقُ لِلْعَرَبِیَّۃِ وَأَبْعَدُ مِنَ التَّجَوُّزِ'' (صوفیاء کی تشریح ہی

کتاب اللہ کی صراحت اور عربی قوانین لغت کے زیادہ مناسب اور مجاز سے دور اور حقیقت کے قریب ہے)۔ [تفصیل کے لیے دیکھیے، تفسیر مظہری تحت آیۃ سورۃ الکہف، ۲۴]

بھول چوک کا کفارہ:

حدیث پاک میں آتا ہے:

((مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ.))

[صحیح مسلم، رقم:۳۱۴]

جو آدمی نماز پڑھنی بھول جائے جب اسے یاد آجائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس نماز کو پڑھ لے، اس کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

((مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهٖ، أَوْ نَسِيَهٗ، فَلْيُصَلِّهٖ إِذَا ذَكَرَهٗ.)) [سنن ابی داود، رقم:۱۴۳۱]

جو شخص وتر پڑھے بغیر سو جائے یا پڑھنا بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے، پڑھ لے۔

مسئلہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان شاء اللہ کہنا اگر بھول جاؤ تو جس وقت بھی یاد آئے ان شاء اللہ کہہ لو، چاہے ایک سال کے بعد ہو۔ تو اس کا اعتبار ہوگا۔ [تفسیر مظہری تحت آیۃ سورۃ الکہف، ۲۴]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ کو حیران کن جواب:

خلیفہ منصور کو کسی نے اطلاع دی کہ امام ابوحنیفہ آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ اگر آپ کلام کے ساتھ فوراً کہیں گے تو اس کا اعتبار ہے ورنہ نہیں۔ خلیفہ نے امام ابوحنیفہ کو طلب کیا اور

وضاحت طلب کی، امام صاحب نے خلیفہ کے سوال کے جواب میں فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تو آپ کے خلاف پڑتا ہے، آپ رعایا سے فرماں بردار اور وفادار رہنے کی بیعت لیتے ہیں اور لوگ بیعت کرتے ہیں لیکن آپ کے دربار سے نکلنے کے بعد اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیں تو کیا ان کی بیعت قابلِ اعتبار نہیں رہے گی؟ خلیفہ نے امام صاحب کے قول کو مان لیا اور امام صاحب کے خلاف جس نے مخبری کی تھی اس کو دربار سے نکلوا دیا۔

[ایضاً]

قرآنِ مجید میں لفظ ''ذکر'' کا 20 طرح استعمال:

قرآنِ مجید میں ''ذکر'' کا لفظ 20 معانی میں استعمال ہوا ہے:

1 ...... ذکرِ لسانی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ﴾ [البقرۃ:۲۰۰]

2 ...... ذکرِ قلبی کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً﴾ [الاعراف:۲۰۵]

3 ...... وعظ و نصیحت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝٥٥﴾ [الذاریات:۵۵]

4 ...... تورات کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ'' [الانبیاء:۷]

5 ...... قرآنِ مجید کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ﴾ [الانبیاء:۵۰]

6 ...... لوحِ محفوظ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ

مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ﴾ [الانبیاء:۱۰۵]

7 ...... عبرت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا﴾ [الزخرف:۵]

8 ...... خبر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي﴾ [الانبیاء:۲۴]

9 ...... رسول کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا﴾ [الطلاق:۱۰،۱۱]

10 ...... شرف (نیک نامی) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ [الزخرف:۴۴]

11 ...... توبہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝﴾ [ہود:۱۱۴]

12 ...... صلواتِ خمسہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ﴾ [البقرۃ:۲۳۹]

13 ...... خاص طور پر نمازِ عصر کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾ [ص:۳۲]

14 ...... نمازِ جمعہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [الجمعہ:۹]

15 ...... کوتاہی سے معذرت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ [النساء:۱۰۳]

16 ...... سفارش کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ [یوسف:۴۲]

صفحہ 401 تا 420 میسر نہ ہوسکے۔ معذرت

اگر کوئی دوست ان صفحات کی تصاویر ارسال کریں تو نوازش ہوگی۔

besturdubooks.net

[۲]...... دوسری صورت یہ ہے کہ انسان کے پاس اس کا کوئی معقول عذر موجود ہو۔ اس پر اس کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ اس صورت میں اس کے بھولنے میں اس کا اپنا اختیار نہیں ہوتا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ'' (میری اُمت سے خطا اور بھول کو معاف کر دیا گیا ہے)۔ [بصائر ذوی التمیز: ۵/ ۴۹]

فوائد السلوک:

...... یادِ الٰہی انسانی زندگی کا مقصد ہے کہ ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رطب اللسان رہے اور دل پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ انسان سے بھول چوک ہو جاتی ہے تو اس وقت شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا موقع ملتا ہے، ایسے موقع پہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے اور بڑی آہ و زاری اور عاجزی و انکساری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں بزبانِ حال عرض کرنا پڑتا ہے کہ پروردگارِ عالَم! مجھے اپنی رحمت کی چادر میں پناہ دیجیے، میں آپ کو چاہتا ہوں، آپ سے بچھڑنا نہیں چاہتا، آپ کو ناراض کرنا نہیں چاہتا، آپ کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا، لیکن میرے نفس نے شیطان سے دوستی لگا رکھی ہے، ان کی دوستی کو توڑ دیجیے، میرے نفس کو نفس مطمئنہ بنا دیجیے۔ پروردگارِ عالَم! مجھے آپ سے کوئی وحشت نہیں ہے...... تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہو جاتی ہے، اللہ کی رحمت کو جوش آتا ہے اور پھر وہ اپنے بندے کو آغوشِ رحمت میں لے لیتا ہے، ازلی دشمن شیطان کے حوالے نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝﴾ [الاعراف: ۲۰۱] (جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آ کر چھوتا بھی ہے تو وہ اللہ کو یاد کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں)۔

اصحابِ کہف کے واقعہ سے زیادہ واضح دلیل:

وَقُلْ عَسٰٓي اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھلائے اس سے زیادہ نزدیک راہ نیکی کی

یعنی مجھے رب سے امید ہے کہ مجھے اصحابِ کہف کے واقعہ سے بڑھ کر ایسی واضح ترین چیزیں بتائے گا جو میری نبوت پر دلالت کرنے والی ہوں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہوا کہ اصحابِ کہف سے بھی زیادہ قدیم واقعات کا علم آنحضرت ﷺ کو دیا گیا اور آپ نے ان چیزوں کی مخاطبین کو خبریں دیں۔ جن کا وحی کے بغیر علم نہیں ہوسکتا تھا اور جو اخبار بالغیب کے اعتبار سے اصحابِ کہف کے قصہ سے بھی زیادہ واضح تھیں۔

صوفیائے کرام کا نقطۂ نظر:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ﴾ (اور یاد کرلے اپنے رب کو جب بھول جائے)۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقُلْ عَسٰٓي اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا﴾۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جب اللہ کے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ تو اللہ کو یاد کرو اور یہ بھی کہو کہ امید ہے اللہ مجھے ایسے راستے کی ہدایت کردے گا یا ایسی چیز بتادے گا جو اس ذکر سے بھی زیادہ اقرب ہوگی، یعنی اللہ اپنی ذات تک خود پہنچادے گا اللہ کی ذات رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ [تفسیر مظہری تحت ہذہ الآیۃ]

﴿وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾﴾

اور وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال (سوتے) رہے۔

اصحابِ کہف کی اقامت کی مدت: (۱)

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

اور مدت گزر چکی ان پر اپنی کھوہ میں تین سو برس اور ان کے اوپر نو

آیت کا یہ حصہ کس کا مقولہ ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین کی دو رائے ہیں:

پہلا قول: یہ ان لوگوں کی بات ہے جنہوں نے اصحابِ کہف کی تعداد میں اختلاف کیا تھا۔ ان کی تحقیق کے مطابق وہ اتنا عرصہ غار میں رہے، لیکن یہ ان کا ایک تخمینہ تھا اس وجہ سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (کہہ دو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت سوتے رہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اسی کے علم میں ہیں)۔

فائدہ: اگر شمسی اعتبار سے دیکھیں تو 300 سال رہے اور اگر قمری اعتبار سے دیکھیں تو پھر وقت زیادہ بن جاتا ہے، کیونکہ 100 شمسی سال 103 قمری سالوں کے برابر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح سے 309 سال بنتے ہیں۔

دوسرا قول: آیت کا یہ حصہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے غار میں 300 سال رہے اور فرمایا: ﴿وَازْدَادُوْا تِسْعًا﴾ (اور ان کے اوپر نو)، لیکن "تِسْعًا" یعنی 9 کی وضاحت نہیں فرمائی کہ وہ 9 دن ہیں، 9 مہینے ہیں یا 9 سال ہیں۔ قرآن مجید اس سے خاموش ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (کہہ دو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت سوتے رہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اسی کے علم میں ہیں)۔

[تاویلات اہل السنۃ: جلد ۳، تحت ہذہ الآیۃ]

''سِنِيْنَ'' کا شانِ نزول:

امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب آیت مبارکہ ﴿وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ﴾ نازل ہوئی تو پوچھنے والوں نے پوچھا: ''أَيَّامًا أَوْ شُهُوْرًا أَوْ سِنِيْنَ؟'' (تین سو سے دن مراد ہیں، مہینے یا سال)؟ تو ''سِنِيْنَ'' کا لفظ بھی ساتھ نازل ہوگیا۔ چنانچہ مطلب یہ ہوا کہ تین سو نو سال سوئے رہے۔

[زاد المسیر تحت آیۃ سورۃ الکہف، ۲۵]

مسئلہ:

فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ ظالموں سے فرار کر جانا جائز ہے بلکہ اولیاء وانبیاء کے معمولات میں سے ہے۔ علامہ ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فِيْهِ جَوَازُ الْفِرَارِ مِنَ الظَّالِمِ وَهِيَ سُنَّةُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ۔'' [تفسیر ماجدی، صفحہ ۶۳۳]

﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

(اگر کوئی اس میں بحث کرے تو) کہہ دو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت (سوتے) رہے۔ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اسی کے علم میں ہیں۔ وہ کتنا دیکھنے والا، اور کتنا سننے والا ہے۔ اس کے سوا ان کا کوئی رکھوالا نہیں ہے، اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

''اَللّٰهُ أَعْلَمُ'' کہنے کی تعلیم:

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا

تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت ان پر گزری

جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے کہ اصحابِ کہف کی مدت کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

فوائد السلوک:

...... اس میں مسلمانوں کو ایک ادب سکھایا گیا ہے کہ بات کرتے ہوئے اپنی تحقیق پیش کرنے کے بعد ''اَللّٰہُ اَعْلَمُ'' کہنا چاہیے، کیونکہ انسان کا علم محدود ہے، کمزور ہے۔ حقیقتِ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نفس کے اندر عجب پیدا نہیں ہوگا، بلکہ عاجزی پیدا ہوگی۔ یہی ہمارے اکابر کا طریقہ رہا ہے۔ آپ نے بڑے بڑے مفتیانِ کرام کے فتاویٰ کو دیکھا ہوگا کہ ان کے آخر میں ''وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب'' لکھا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھ سے جتنا ہوسکتا تھا میں نے جواب دینے میں پوری کوشش کی، باقی حقیقتِ علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ایسے الفاظ کی بڑی برکات ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رائے پر نازاں ہونے سے بچائے۔

قصہ اصحابِ کہف میں چار دعوے

پہلا دعویٰ ...... اللہ عالم الغیب ہے:

لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اسی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے

امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تین مطلب بیان کیے ہیں:

[1] ...... آسمان اور زمین والوں سے جو کچھ پوشیدہ ہے وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔

[2] ...... آسمان اور زمین والے جو کچھ ایک دوسرے سے چھپاتے ہیں، وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔

3۔۔۔۔۔۔جن چیزوں کو آسمان اور زمین والے دیکھتے ہیں اور انہیں پہچانتے ہیں، جیسے سورج، چاند، لیکن ان کے بہت سارے منافع، فوائد اور اسرار سے بے خبر ہیں۔ وہ منافع، فوائد اور اسرار اللہ کے علم میں ہیں۔ [دیکھیے: تاویلات اہل السنۃ: جلد ۳، تحت ہذہ الآیۃ]

دوسرا دعویٰ......اللہ سمیع وبصیر ہے:

أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ

کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے

ہر عمل مکمل اخلاص اور اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ ہوتا ہوا دیکھ رہے ہوتے ہیں اور سب کچھ سن رہے ہوتے ہیں۔ اور مومن کے لیے اس سے بڑا اور کوئی انعام نہیں ہوسکتا۔

تُو نے پتھر میں کیڑے کو پالا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان پر وحی کا نزول ہوا تو وہ اپنے اہل خانہ کے بارے میں فکر مند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک چٹان پر عصا مارنے کا حکم دیا۔ (جب انہوں نے اس پر اپنا عصا مارا) تو وہ پھوٹ گئی اور اس میں سے ایک دوسرا پتھر نکل آیا۔ پھر انہوں نے اس پر اپنا عصا مارا تو وہ پھٹ گیا اور اس سے ایک اور پتھر نکلا۔ پھر انہوں نے اس تیسرے پتھر پر اپنا عصا مارا تو وہ پھٹ گیا اور اس سے چیونٹی کے سائز کا ایک کیڑا نکلا، اس کے منہ میں کوئی چیز تھی جسے وہ غذا کے طور پر کھا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوتِ سماعت سے وہ پردے ہٹا دیئے (جن کی وجہ سے بندہ جانوروں کی بولیاں نہیں سمجھ سکتا) تو انہوں نے اس کیڑے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''سُبْحَانَ مَن يَّرَانِيْ، وَيَسْمَعُ كَلَامِيْ، وَيَعْرِفُ مَكَانِيْ، وَيَذْكُرُنِيْ وَلَا يَنْسَانِيْ.''
[تفسیر الرازی، تحت سورۃ ھود، آیت:۵]

''پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے، میری بات سن رہی ہے، میری جگہ کو پہچانتا ہے، مجھے یاد رکھتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا۔''

چاند تاروں میں تُو مرغزاروں میں تُو اے خدایا!
کس نے تیری حقیقت کو پایا
تُو نے پتھر میں کیڑے کو پالا، خشک مٹی سے سبزہ نکالا
سارے جگ میں کہیں تیرا ثانی نہیں اے خدایا!
کس نے تیری حقیقت کو پایا
یاالٰہی! یہ کیا ماجرہ ہے طائروں میں بھی تیری ثنا ہے
دَم میں تیرا بھروں سجدہ تجھ کو کروں اے خدایا!
کس نے تیری حقیقت کو پایا
تیرے جلوے عیاں تُو نہاں ہے، تیری ہستی کا مظہر جہاں ہے
بحر و بر میں ہے تُو خشک و تَر میں ہے تُو اے خدایا!
کس نے تیری حقیقت کو پایا

اللہ بصیر ہے: (۱)

……امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْبَصِيرُ: هُوَ الَّذِيْ يُشَاهِدُ وَيَرَى، حَتّٰى لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مَا تَحْتَ الثَّرٰى'' (بصیر وہ ذات ہے جو دیکھتا ہے، حتیٰ کہ اگر تحت الثریٰ کے نیچے بھی کوئی چیز ہو تو وہ اس سے غائب نہیں ہوسکتی)۔

بعض مشائخ فرماتے ہیں: ''هُوَ الَّذِي يَبْصُرُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ'' (بصیر وہ ذات ہے جو آنکھوں کی چوریاں اور سینوں کے راز دیکھتا ہے)۔

شیخ احمد العقاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْبَصِيرُ: هُوَ الَّذِيْ يَرَى مَا فَوْقَ السَّمَاءِ وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ'' (بصیر وہ ذات ہے جو آسمان کے اوپر والی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے اور تحت الثریٰ سے نیچے والی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے)۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلسَّمِيْعُ: هُوَ مَن يَّسْمَعُ مُنَاجَاةَ الْأَسْرَارِ'' (سمیع وہ ذات ہے جو باطن کی مناجات کو سنتا ہے)۔

اللہ سمیع بے نظیر ہے:

حدیث قدسی میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''يَا عِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَّاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ'' [صحیح مسلم، رقم: ۲۵۷۷] (اے میرے بندو! اگر تم سب اولین اور آخرین اور جن وانس ایک صاف چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگو اور میں ہر انسان کو جو وہ مجھ سے مانگے، عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں اس قدر بھی کمی نہیں ہوگی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے آتی ہے)۔

تیسرا دعویٰ...... اللہ ہی مختار کل ہے:

فَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ

کوئی نہیں بندوں پر اس کے سوائے مختار

یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مختار کل ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ سب کچھ میرے قبضے

میں ہے، میرے مقابلے میں کسی کا کوئی دوست، کوئی مددگار اور کوئی حمایتی نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اعلان فرمایا ہے:

⟡......گمراہ کا کوئی حمایتی نہیں: ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ [الشوریٰ: ۴۴] (اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے بعد کوئی نہیں ہے جو اس کا مددگار بنے)۔

⟡......کافروں کا کوئی مددگار نہیں: ﴿وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ [الفتح: ۲۲] (اور یہ کافر لوگ تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر انہیں کوئی یار و مددگار بھی نہ ملتا)۔

⟡......ظالم بے یار و مددگار ہوتا ہے: ﴿وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ [الشوریٰ: ۸] (اور جو ظالم لوگ ہیں ان کا نہ کوئی رکھوالا ہے، نہ کوئی مددگار ہے)۔

⟡......ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ [الشوریٰ: ۴۵، ۴۶] (اور تم انہیں دیکھو گے کہ دوزخ کے سامنے انہیں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت کے مارے جھکے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے، اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ کہہ رہے ہوں گے کہ واقعی اصل خسارے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ یاد رکھو کہ ظالم لوگ ایسے عذاب میں ہوں گے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ اور ان کو ایسے کوئی مددگار میسر نہیں آئیں گے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کی کوئی مدد کریں۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اس کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہوتا)۔

چوتھا دعویٰ...... اللہ کا کوئی شریک نہیں:

وَلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو

اس کا کوئی وزیر اور مددگار نہیں، نہ کوئی شریک اور مشیر ہے۔ وہ ان تمام کمیوں سے پاک ہے، تمام نقائص سے دور ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے حکم میں ان میں سے کسی کو شریک نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو دخل اندازی کی اجازت دیتا ہے۔ حکم سے فیصلۂ قضاء یا امر ونہی یا علم غیب مراد ہے یعنی اپنے علم غیب میں وہ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

[تفسیر مظہری تحت آیۃ سورۃ الکہف، ۲۶]

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ فرائض کا بیان

﴿وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾﴾

اور (اے پیغمبر!) تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کے ذریعے جو کتاب بھیجی گئی ہے، اسے پڑھ کر سنا دو۔ کوئی نہیں ہے جو اس کی باتوں کو بدل سکے، اور اسے چھوڑ کر تمہیں ہرگز پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی۔

پہلا فریضہ...... تبلیغ قرآن:

وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ

اور اے پیغمبر! تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کے ذریعے جو کتاب بھیجی گئی ہے، اسے پڑھ کر سنا دو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے پیارے حبیب! آپ علی الاعلان قرآن عظیم الشان پڑھ پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید سناتے، جو جو آیات اُترتی تھیں، لکھواتے تھے۔

تلاوت......لسانی اور قلبی:

تلاوت کی دو صورتیں ہیں، ہمیں تلاوت کرتے وقت ان دونوں صورتوں کو اپنانا چاہیے۔

[1]...... تلاوتِ لسانی: فقط زبان سے تلاوت کرنا۔

[2]...... تلاوتِ قلبی: آیات میں غور و فکر کرنا۔

تلاوت کرنے والوں کی تین قسمیں:

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تلاوت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

[1]...... ایسی تلاوت کرنے والے جو وعد و وعید سے لذت پاتے ہیں۔ یہ سب سے کم درجہ ہے۔

[2]...... ایسی تلاوت کرنے والے جو اللہ تعالیٰ سے گفتگو کر کے لذت پاتے ہیں۔ یہ بہت اعلیٰ درجہ ہے۔

[3]...... تلاوت کے دوران پڑھی جانے والی چیزوں کا دل سے مشاہدہ کر رہا ہو۔ مشاہدہ کی ایسی کیفیت والی تلاوت سے دل نور سے بھر جاتا ہے۔

[دیکھیے: موسوعۃ الکسنزان: ۴/۵۸]

تلاوتِ قرآن کے آداب

قرآن مجید سرچشمۂ ہدایت ہے اور جو شخص بھی اسے غور وفکر، توجہ وانہماک اور شوق ورغبت سے پڑھتا ہے تو اس کی مقناطیسی کشش اسے اپنی طرف ایسے کھینچ لیتی ہے کہ وہ قرآن کریم کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ قرآن عظیم الشان دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس کے بار بار پڑھنے سے دل اُکتا نہیں جاتا، بلکہ شوق ومحبت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

اس بابرکت کلام سے کما حقہ استفادہ اور اس کے انوار وحکمت اور علوم ومعارف حاصل کرنے کا ایک اچھا طریقہ اس کی تلاوت کرنا بھی ہے۔ اگر اس کی تلاوت آداب، احکام اور مسنون طریقہ پر کی جائے تو ان شاء اللہ اس شخص کی زندگی میں قرآن انقلاب برپا کر دے گا۔ ذیل میں اس کے کچھ آداب تحریر کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تلاوت کے آدابِ خارجی: (1)

1..... قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ باوضو ہو کر بیٹھے، اس لیے کہ تلاوت بھی اللہ کی عبادت ہے۔

2..... تلاوت ایسی جگہ بیٹھ کر کی جائے جو پاک اور صاف ہو۔

3..... تلاوت کرتے وقت حتیٰ الامکان قبلہ رُو ہو کر بیٹھا جائے۔

4..... قرآن مجید کی تعظیم کی خاطر تلاوت سے پہلے مسواک کرنا چاہیے۔

5..... تلاوت شروع کرتے وقت ''اعوذ باللہ'' اور ''بسم اللہ'' پڑھے۔

6..... قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے، اخبار پڑھنے کی طرح تیز تیز نہ پڑھے۔

7..... تلاوت کے دوران سجدہ کی آیات پڑھنے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

8..... تلاوت کے وقت قراءت کے اصولوں کو مدنظر رکھے، مخارج اور صفات کا خیال رکھے۔

9..... تلاوتِ قرآن کے وقت رونا اور رونے کی شکل بنانا مستحب ہے۔

10..... تلاوت میں آواز کو بلند رکھنا یا پست رکھنا موقع کی مناسبت سے ہوتا ہے، جہاں کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو وہاں آہستہ پڑھے۔ جیسے کوئی بیمار ہو، کوئی سو رہا ہو...... اور جہاں کوئی رکاوٹ نہ ہو، وہاں بلند آواز سے تلاوت کی جائے۔

11..... تلاوت سے پہلے خوشبو لگائی جائے۔

12..... عذر نہ ہو تو بیٹھ کر تلاوت کی جائے۔

تلاوت کے آدابِ قلبی:

1..... اللہ کی رضا کے لیے تلاوت کرنا۔ حدیث پاک میں آتا ہے: "إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ" [سنن النسائی، رقم: ۳۱۴۰] (اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص اسی کے لیے کیا گیا ہو اور جس سے اسی کی رضامندی مطلوب ہو)۔

2..... قاری کو چاہیے کہ قرآن مجید کی تلاوت، تدبر اور فہم کے ساتھ کرے۔

3..... فہمِ قرآن میں رکاوٹ ڈالنے والی چیزوں سے اجتناب کرے۔ اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں غور کرنے کی بجائے قرآن مجید میں غور کرے۔

4..... اگر قاری تدبر اور معیتِ الٰہی کے بلند مراتب پر فائز ہونا چاہتا ہو تو اس کو مندرجہ ذیل امور کی رعایت کرنی پڑے گی:

..... قرآن مجید ایسے پڑھے جیسے وہ نبی کریم ﷺ کو سنا رہا ہے۔

......قرآن مجید ایسے پڑھے جیسے وہ نبی کریم ﷺ سے سن رہا ہے۔

......قرآن مجید ایسے پڑھے جیسے وہ اللہ تعالیٰ سے سن رہا ہے۔ یہ وصول الی اللہ کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ''إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُحَدِّثَ رَبَّهُ فَلْيَقْرَأِ الْقُرْآنَ'' [کنز العمال، رقم:۲۲۵۷] (جب تم میں سے کوئی شخص اپنے رب سے بات کرنا چاہے تو وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے)۔

5 ......تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ جب رحمت کی کوئی آیت پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے، جب عذاب والی آیت پڑھے تو اس میں مذکور عذاب سے اللہ کی پناہ مانگے، جب کسی اُمید افزاء آیت پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھے کہ وہ اس کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے گا۔

6 ......تلاوت کے وقت پُروقار اور سنجیدہ رہنا چاہیے۔

7 ......خوف وخشیت سے تلاوت کرنی چاہیے۔

قرآن مجید سننے کے آداب:

1 ......قرآن مجید کی تلاوت سننے والا شخص آداب کی مکمل رعایت کر کے بیٹھے۔

2 ......خاموشی اور سکون کے ساتھ سنے۔

3 ......ظاہری اور باطنی طور پر ماسوی اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہو۔

4 ......جب سجدہ کی آیت سنے تو سجدہ کرے۔

5 ......تلاوت سن کر روئے، اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی شکل ہی بنالے۔

6 ......جب پڑھنے والے سے کوئی غلطی ہو جائے تو سننے والے کو چاہیے کہ اس کی غلطی کی تصحیح کرے۔

7۔ جب پڑھنے والا تلاوت میں بہت مبالغہ کر جائے، یعنی اتنی تلاوت کرے کہ سننے والے اُکتا جائیں تو سننے والے کو چاہیے کہ اس کو مزید تلاوت کرنے سے منع کر دے۔

قرآن مجید کے آداب:

1۔۔۔۔ قرآن مجید کو اونچی جگہ رکھے، اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھے۔ اس لیے کہ یہ تمام کتابوں سے بلند ہے، اس سے زیادہ شان والی کوئی اور کتاب نہیں ہے۔

2۔۔۔۔ قرآن مجید کو زمین پر نہ رکھے۔

3۔۔۔۔ جب اس کے پاس قرآن مجید لایا جائے تو اس کی تعظیم میں کھڑا ہو جائے۔

4۔۔۔۔ قرآن مجید کو تکیہ نہ بنائے، یعنی اس کے ساتھ ٹیک لگا کر نہ بیٹھے۔ اس لیے کہ اس میں قرآن مجید کی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

5۔۔۔۔ بغیر وضو کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاوت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن سے لگاؤ:

قرآن مجید کے ساتھ جتنا قوی تعلق ہوگا، اتنی ہی برکتیں نصیب ہوں گی۔ قرآن مجید کے ساتھ اصل تعلق تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا، وہ اللہ کا کلام سنتے تھے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی ٹوٹ پڑتی تھی۔ قرآن مجید نے اس کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ﴾ [المائدۃ:۸۳]

''اور جب یہ لوگ وہ کلام سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو چونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہوتا ہے، اس لیے تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ وہ آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں۔''

دیکھا! قرآن سنتے تھے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی چل پڑتی تھی۔ اس قرآن سے انہیں لذت ملتی تھی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عشقِ قرآن:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر لے گئے، عشقِ قرآن میں ان کو دوسرے صحابہ سے امتیازی مقام حاصل تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھ پر تہمت لگائی گئی تو میں نبی علیہ السلام سے اجازت لے کر والدہ کے گھر چلی گئی، میں نے دیکھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چارپائی پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

عشقِ قرآن دیکھیے کہ جب بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے تو آنکھوں سے آنسو نہیں رُکا کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تلاوت:

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ان کی گھر والی نے فرمایا: ''لَقَدْ قَتَلْتُمُوْهُ وَإِنَّهُ لَيُحْيِ اللَّيْلَ كُلَّهُ فِي الْقُرْآنِ فِي رَكْعَةٍ'' (تم لوگوں نے ان کو شہید کر دیا، حالانکہ یہ پوری رات میں ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے)۔

اکابرِ اُمت کی تلاوت

..... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اَلتِّبْيَان'' میں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ دن رات میں

ایک ختم فرماتے تھے۔ جیسے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، تمیم داری رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

۞ ...... حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہر رات میں ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

۞ ...... قاضیٔ مصر سلیم بن عتر رحمۃ اللہ علیہ ہر رات قرآن مجید کے تین ختم فرماتے تھے۔

۞ ...... منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ چاشت کی نماز میں ایک ختم فرماتے تھے، اس کے علاوہ دن میں ایک ختم عصر تک کرتے تھے۔ گویا کہ ایک دن میں دو ختم کرتے تھے اور پوری رات نماز پڑھتے تھے...... حضرت ہشیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ان سے کہا جاتا: ''إِنَّ مَلَكَ المَوتِ عَلَى البَابِ مَا كَانَ عِندَهُ زِيَادَةٌ فِي العَمَلِ'' (ملک الموت دروازے پر آیا کھڑا ہے تو ان کے عمل میں زیادتی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی تھی)۔

۞ ...... امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک دن رات میں ایک قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔

...... ان کی وفات کے وقت ہمشیرہ رونے لگی تو فرمایا: ''مَا يُبْكِيكِ؟ أُنْظُرِيْ إِلَى تِلْكَ الزَّاوِيَةِ فَقَدْ خَتَمَ أَخُوكِ فِيهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ أَلْفَ خَتْمَةٍ'' (آپ کیوں رو رہی ہیں؟ گھر کے اس کونے دیکھو! آپ کے بھائی نے اس میں 18 ہزار ختم کیے ہیں)۔

...... ایک دفعہ اپنے بیٹے ابراہیم سے فرمایا: ''إِنَّ أَبَاكَ لَمْ يَأْتِ فَاحِشَةً قَطُّ'' (آپ کے والد نے کبھی بھی گناہ نہیں کیا)۔

...... ایک دفعہ اپنے بیٹے سے فرمایا: ''يَا بُنَيَّ! إِيَّاكَ أَنْ تَعْصِيَ اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الغُرْفَةِ فَإِنِّي خَتَمْتُ فِيهَا اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ خَتْمَةٍ'' (بیٹا! اس کمرے میں اللہ کی نافرمانی نہ کرنا، کیونکہ میں نے اس میں 12 ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے)۔

..... وفات کے وقت بیٹی رونے لگی تو اسے تسلی دی اور فرمایا: ''یَا بُنَیَّةُ! لَا تَبکِی أَتَخَافِینَ أَنْ یُعَذِّبَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَقَدْ خَتَمْتُ فِی هٰذِهِ الزَّاوِیَةِ أَرْبَعَةً وَ عِشْرِینَ أَلْفَ خَتْمَةٍ'' (اے بیٹی! رونا نہیں، کیا آپ اس بات سے ڈر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے گا، حالانکہ میں نے اس کونے میں 24 ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے)۔

.....حضرت عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت ان کی بیٹی رونے لگی تو انہوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''لَا تَبکِی فَقَدْ خَتَمْتُ الْقُرْآنَ فِی هٰذَا الْبَیْتِ أَرْبَعَةَ آلَافِ خَتْمَةٍ'' (نہ رو! میں نے اس گھر میں 4 ہزار ختم کیے ہیں)۔

.....کُرز بن وبَرہ رحمۃ اللہ علیہ دن رات میں 3 ختم فرماتے تھے۔

.....ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے۔ دن رات میں ایک ختم فرماتے تھے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

..... ابوالعباس احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک ختم فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں دن رات میں 3 ختم فرماتے تھے۔

.....عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ ہر رات ایک ختم فرماتے تھے۔

.....امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر محمد بن علی کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے طواف کے دوران 12 ہزار ختم کیے۔

.....امام مصر عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ دن رات میں دو ختم فرماتے تھے۔

.....یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ بیس سال تک ہر رات ختم فرماتے تھے۔

.....احمد بن محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ ہر رات ختم فرماتے تھے۔

.....حضرت عبداللہ بن دارس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے اس جگہ

اور چادر میں کفنا دیا جائے، کیونکہ ''خَتَمْتُ فِيهَا الْقُرْآنَ ثَمَانِيَةَ آلَافِ خَتْمَةٍ لَيْلًا وَّ نَهَارًا'' (میں نے اس میں 8 ہزار ختم کیے ہیں)۔

...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک ختم فرماتے تھے...... رمضان المبارک میں 60 ختم فرماتے تھے۔

...... امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ ہر رات ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

...... واصل بن عبدالرحمٰن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہر رات ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

...... حضرت بقی بن مخلد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ تہجد اور وتر میں روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

...... خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک ختم دن میں اور ایک ختم رات میں کیا کرتے تھے۔

...... حضرت مجدالدین محمد بن ابی بکر ہندی رحمۃ اللہ علیہ ہر روز ایک عمرہ کے ساتھ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

...... حضرت شمس الدین محمد بن احمد مصری عراقی رحمۃ اللہ علیہ ہر روز 4 عمرے اور ایک ختم کیا کرتے تھے۔

...... حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ رمضان میں روزانہ ایک ختم اور 10 پارے مزید تلاوت کیا کرتی تھیں۔

...... امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بہن سے فرمایا: بہن! میں نے اس گھر میں 18 ہزار ختم کیے ہیں۔

...... حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے چچا نے کشمیر میں 4 ہزار ختم کیے ہیں۔

...... ایک بزرگ نے وفات کے وقت فرمایا: بچو! میں نے اس کمرے کی ہر ایک اینٹ

کے بدلے ایک قرآن مجید ختم کیا ہے۔

۞......علامہ ابن سراج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصالِ ثواب کے لیے 10 ہزار 500 ختم کیے ہیں۔

۞......ہارون الرشید روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے، ہزار دینا خیرات کرتے اور 100 رکعات نفل پڑھتے تھے۔ [صلاح الامہ: ۳/ ۴۰ تا ۶۴ بزیادۃ]

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ قرآن:

ذرا اور آگے آیئے! ائمہ فقہا میں سے ایک امام ایسے ہیں، جن کو "امام اعظم ابوحنیفہ" کہا جاتا ہے۔ باقی حضرات کو امام، جبکہ ان کو "امام اعظم" کہا جاتا ہے۔ ان کو یہ عزت اور یہ مقام کیسے ملا؟ اگر آپ غور کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ عشقِ قرآن کی وجہ سے اللہ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا تھا۔

ان کے بارے میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں تریسٹھ (63) قرآنِ مجید تلاوت کرتے تھے، ایک قرآن دن میں اور ایک رات میں، یہ ہو گئے ساٹھ (60)، اور تین قرآن نمازِ تراویح میں پڑھا کرتے تھے، اس طرح وہ تریسٹھ (63) قرآن مجید ایک رمضان المبارک میں پڑھتے تھے۔

یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ وہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، ان کی ساری رات اللہ کا قرآن پڑھنے میں گزر جاتی تھی۔

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ان کے ہمسائے میں ایک بچہ تھا، وہ اپنے والد کے ساتھ گرمیوں میں چھت پہ سوتا تھا، ایک دن اپنے والد سے کہنے لگا: ابو جی! وہ جو ساتھ والی چھت پر ایک مینارا تھا، وہ اب نظر نہیں آتا، کیا وہ گر گیا ہے؟ جب بچے نے یہ پوچھا تو

باپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگا: بیٹا! وہ مینارا نہیں تھا، وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تھے، جو ساری رات قیام کی حالت میں اللہ کا قرآن پڑھا کرتے تھے، وہ فوت ہو گئے ہیں اور اب تم اس مینارے کو کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔

۞..... مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں داخل ہوا تو ایک بندے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا..... چونکہ رات کو نوافل میں تیز آواز سے قراءت کرنا جائز ہے، اس لیے وہ بندہ اونچی آواز سے تلاوت کر رہا تھا..... فاستحليت قراءته مجھے ان کی قراءت بڑی پیاری لگی..... فقرأ سُبُعًا تو اس نے ایک منزل پڑھی..... فقلت يركع میں نے خیال کیا کہ رکوع کرے گا، مگر اس نے رکوع نہیں کیا..... ثم قرأ الثلث پھر اس نے 10 پارے تلاوت کر لی، لیکن رکوع نہیں کیا..... ثم النصف پھر 15 پارے پڑھ لیے، لیکن رکوع نہیں کیا..... فلم يزل يقرأ حتى ختمه كله في ركعة حتیٰ کہ اس نے پورا قرآن مجید ختم کر لیا، پھر اس نے نماز مکمل کر کے سلام پھیرا..... فنظرت فإذا هو أبو حنيفة'' تو میں نے اسے دیکھا تو وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

[صلاح الامہ: ۳/ ۵۳، ۵۴ بزیادۃ]

سیدنا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو قرآن مجید کے ساتھ اس درجے کا عشق تھا، جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو اتنی عزتیں دیں کہ وہ ''امامِ اعظم'' کہلائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ قرآن:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لیجیے! اللہ تعالیٰ نے عشق قرآن کی وجہ سے ان کو عزت بخشی۔ خود اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ قافلے کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف چلا، ہمیں اس سفر میں 16 دن لگے اور میں نے ان 16 دنوں میں 16 مرتبہ قرآنِ مجید کو

مکمل پڑھ لیا۔

ذرا آگے چلیے اور قریب کے زمانے کے حضرات کے عشقِ قرآن پر نظر ڈالیے، تاکہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔

منہ سے مشک جیسی خوشبو:

امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ جب قراءت کرتے تو ان کے منہ سے مشک جیسی خوشبو آتی تھی۔ شاگردنے پوچھا: حضرت! آپ منہ میں الائچی رکھتے ہیں یا کوئی اور چیز کہ آپ کے منہ سے اتنی خوشبو آتی ہے!؟ انہوں نے فرمایا: میں تو کچھ نہیں رکھتا...... وہ بچہ پیچھے پڑ گیا...... ہر وقت پوچھتا: حضرت! خوشبو تو بڑی آتی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ میں منہ میں کوئی چیز نہیں رکھتا۔ ایک مرتبہ مجبور ہو کر امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بتایا کہ مجھے ایک رات خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''عاصم! تم ہر وقت یا دِن کا زیادہ حصہ قرآن مجید پڑھنے میں لگے رہتے ہو، لاؤ میں تمہارے لبوں کو بوسہ دوں۔''

جب سے خواب میں نبی علیہ السلام نے میرے لبوں کو بوسہ دیا، اس وقت سے میرے منہ سے یہ خوشبو آتی ہے......!!! کاش! ہمیں بھی قرآن مجید کو پڑھنے والی ایسی لذت نصیب ہو جائے تو مزا ہی آجائے گا۔

امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ قرآن:

ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ چکوال کے ایک آدمی نے بتایا کہ ایک رات امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ میرے ہاں مہمان ٹھہرے، سردیوں کی رات تھی، میں نے کہا: حضرت! آرام کرلیں، صبح ملاقات ہوگی۔ صبح اُٹھ کر میں نے تہجد پڑھی اور سوچا کہ جاکر

دیکھوں تو سہی، حضرت کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟ میں جب کمرے میں گیا تو حضرت وہاں موجود نہیں تھے، میں نے کہا: میرے مہمان کہاں گئے؟ میں گھر سے باہر نکلا، باہر کچھ اندھیرا تھا، ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگی تھی، مجھے دور سے کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز سنائی دی، میں آہستہ قدموں پہ چلتا چلتا وہاں پہنچا، کیا دیکھتا ہوں کہ کھلے آسمان کے نیچے ایک چٹان کے اوپر شاہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھیں بند کر کے اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہیں۔

وہ شخص کہنے لگا: میں قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ ایک سانپ حضرت کے سامنے قرآن سن رہا تھا اور جھوم رہا تھا۔ حضرت نے جب تلاوت مکمل کی تو سانپ نے اپنی راہ لی اور وہاں سے چل دیا، پھر حضرت وہاں سے اُٹھے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں تشریف لے آئے۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ قرآن:

ہمارے حضرت پیر غلام حبیب رحمۃ اللہ علیہ ''مرشد عالم'' کہلائے، یہ مقام ان کو عشقِ قرآن کی وجہ سے ملا، ان کو قرآنِ مجید سے اتنا عشق تھا کہ تھکے ہوئے آتے تھے اور قرآن سن کر بالکل فریش ہو جاتے اور فرماتے تھے کہ قرآن سننے سے میری تھکن دور ہو جاتی ہے۔

حضرت اپنی عام گفتگو میں بھی قرآنِ مجید کی آیتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اباجی پورے دن کی گفتگو میں جتنی آیتیں پڑھتے ہیں، اگر میں ان کو اکٹھا کروں تو میرے اندازے کے مطابق تین سے چار پارے قرآنِ مجید کی تلاوت مکمل ہو جاتی ہے۔

حضرت خود فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کے سامنے مطاف میں بیٹھ کر پورے قرآنِ پاک کی تلاوت اس طرح کی کہ ایک آیت پڑھتا، اگر وہ خوشخبری والی آیت ہوتی تو جنت کی دعا مانگتا اور اگر وعید پر مشتمل آیت ہوتی تو جہنم سے پناہ مانگتا۔ ایک ایک آیت پر دعا مانگتے مانگتے میں نے ﴿الٓمّٓ﴾ سے لے کر ﴿وَالنَّاسِ﴾ تک پورا قرآن شریف بیت اللہ کے سامنے پڑھا۔

اس عشقِ قرآن کا اللہ نے ان کو یہ صلہ دیا کہ آج پوری دنیا میں ان کا فیض پھیلا ہوا ہے!!!

قرآن کے گلشن میں طواف:

آپ کہیں گے کہ یہ تو بہت پہلے وقت کی بات ہے، قریب کے زمانے میں بھی ہمارے بعض اکابر ایسے گزرے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے ساتھ محبت کا وہ جذبہ عطا کیا تھا۔

ایک مرتبہ ہم حج پہ تھے اور حضرت قاری فتح محمد صاحب اسی سال حج پہ تشریف لائے، جب وہ طواف کرتے تو ان کے ایک طرف پانچ، دس حافظ ہوتے اور دوسری طرف بھی پانچ، دس حافظ ہوتے تھے اور یہ آٹھ، دس بندے قرآن پڑھ رہے ہوتے تھے، وہ ان کا قرآن سن رہے ہوتے اور ان کو لقمہ دے رہے ہوتے تھے۔ یہ ان کا طواف ہوتا تھا، قرآن کے گلشن میں طواف کیا کرتے تھے۔ ماشاء اللہ!

ان کی عادت تھی کہ جو کوئی ان سے ملنے آتا، اس سے قرآن سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ڈپٹی کمشنر صاحب ملنے آ گئے، حضرت نے ان سے بھی فرمایا کہ مجھے سورۂ اخلاص ہی سنا دو، چنانچہ ڈی سی صاحب کو بھی سورۂ اخلاص سنانی پڑ گئی۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں

ایک عاشقِ قرآن دولہا:

ایک قاری صاحب، عاشق قرآن تھے۔ ان کی شادی ہوئی، اپنی بیوی کے ساتھ ملاقات کے لیے گئے، تعارف ہوا، بات چیت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم دو رکعت نفل پڑھ کر اپنی ازدواجی زندگی کی ابتدا کریں گے۔ چنانچہ بیوی نے تو جلدی سے نفل پڑھ لیے۔ انہوں نے دو رکعت کی نیت باندھی، قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو پڑھتے ہی رہے، حتیٰ کہ صبح کا وقت ہو گیا، سلام پھیرا تو فجر کی اذان ہونے میں تھوڑی سی دیر باقی تھی۔

اب جب دیکھا تو احساس ہوا کہ اوہو! بیوی بھی انتظار میں تھی، بیوی نے کہا: آپ خود بھی تھکے اور مجھے بھی ساری رات جگا کے بٹھایا۔ انہوں نے اس سے معذرت کی اور کہا کہ قرآن پڑھتے ہوئے میرا اس طرف دھیان ہی نہ گیا، اب میں فجر پڑھ کے آؤں گا تو پھر آپ کے ساتھ بیٹھ کے بات چیت کروں گا۔

یہ فجر پڑھنے گئے تو دوستوں نے پوچھا: بتاؤ بھئی! مہمان کو کیسے پایا؟ تو یہ آئیں وائیں کرنے لگے، انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ کیسا مرد ہے؟ انہوں نے کہا کہ تیری رات اس کے ساتھ گزری ہے اور تجھے اپنی بیوی کا پتہ ہی نہیں! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تب انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے تو دو رکعت کی نیت باندھی تھی، قرآن پڑھنے میں مجھے اتنی لذت ملی کہ میرے ذہن سے یہ خیال ہی نکل گیا کہ کوئی میرے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔

سبحان اللہ! اُن کو قرآنِ مجید کی تلاوت میں کتنا مزا آتا ہوگا! واقعی ہمارے اکابر اسی طرح قرآنِ مجید پڑھا کرتے تھے۔

تلاوتِ قرآن کا بلا ناغہ معمول:

ہمارے سسرال سے ایک رشتہ دار تھے، انہوں نے ''دارالعلوم دیوبند'' سے ''دورۂ حدیث'' کیا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت صدیقی ﷫ سے بیعت ہوا، حضرت نے فرمایا کہ ایک پارہ کی تلاوت روزانہ کرنی ہے۔ فرمانے لگے کہ آج 42 سال گزر گئے ہیں، میری تلاوت میں ایک دن کا ناغہ بھی نہیں ہوا۔

اسے کہتے ہیں عشقِ قرآن! اور یہ ہے قرآنِ مجید سے محبت!

آیئے! عہد کیجیے کہ آج سے ہم بلا ناغہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کریں گے، زندگی کا کوئی دن قرآن مجید کی تلاوت کے بغیر نہیں گزاریں گے۔

نزولِ وحی کے وقت فرشتوں کی کیفیت:

حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ، سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ لِلسَّمَاءِ صَلْصَلَةً كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفَا، فَيُصْعَقُونَ، فَلَا يَزَالُونَ كَذٰلِكَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ جِبْرِيلُ، حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ جِبْرِيلُ فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالَ: فَيَقُولُونَ: يَا جِبْرِيلُ! مَاذَا قَالَ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: الْحَقَّ، فَيَقُولُونَ: الْحَقَّ، الْحَقَّ.)) [سنن ابی داؤد، رقم:۴۷۳۸]

''جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ کلام فرماتے ہیں تو ایک آسمان والے دوسرے آسمان سے ایسی آواز سنتے ہیں جیسے کسی زنجیر کو کسی چٹان پر گھسیٹا جائے۔ پھر وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں اور مسلسل اسی حالت میں رہتے ہیں یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آتے ہیں اور ان کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں: اے جبرئیل! آپ کے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ سب فرشتے بھی کہتے ہیں: حق حق یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حق ہے۔''

نصرت کا پہلا وعدہ: (۱)

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ

کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتیں

یعنی قرآن کی تلاوت کرو اور اس کے مفہوم پر عمل کرو اور ان لوگوں کی بات پر کچھ دھیان نہ دو جو اس کے سوا کسی دوسرے قرآن کے خواستگار ہیں یا اسی میں تم سے کچھ ترمیم و تبدیل کرانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اس میں کسی طرح کی تبدیل و ترمیم کرنے کی طاقت رکھنے والا کوئی بھی نہیں ہے کوئی شخص بھی اللہ کے سوا اس کو بدل نہیں سکتا۔

﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ گناہگاروں اور نافرمانوں کو جو قرآن کے اندر عذاب کی وعید دی گئی ہے اس کو بدلنے والا کوئی نہیں (عذاب ہو کر رہے گا)۔ [تفسیر مظہری، جلد ۴ تحت ہذہ الآیۃ]

طلبہ کے لیے علمی نکتہ: (۱)

سوال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ (کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتیں)۔ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی، جبکہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ﴾ تبدیل آیت بالآیت تبدیل کلمات کو مستلزم ہے، یہ آیت بتاتی ہے کہ قرآن مجید میں تبدیلی ناسخ اور منسوخ کے ذریعے آتی ہے۔ بظاہر دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔

جواب 1: پہلی آیت کا مطلب ہے کہ قرآنِ کریم میں کوئی بشر تغیر و تبدل نہیں کر سکتا۔ یہ قول نبی کریم ﷺ سے کفار کے اس مطالبے کے جواب میں فرمایا گیا: ﴿ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ﴾ دوسری آیت کا مطلب ہے کہ نسخ اور تبدیلی اللہ کی طرف سے ہوگی۔

لہٰذا دونوں میں کوئی منافات اور تعارض نہیں ہے۔

جواب 2: دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ﴿لَا مُبَدِّلَ﴾ کا معنی یہ ہے کہ وہ وعدہ خلاف نہیں اور اس کو اپنے حکم سے کوئی پھیر نہیں سکتا، اور جس آیت میں تبدیلی کا ذکر ہے اس کا معنی ہے کہ نسخ اور تبدیلی اللہ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا ان آیات کے مابین کوئی منافات نہیں۔

[تطبیق الآیات، صفحہ ۲۸۱]

نصرت کا دوسرا وعدہ:

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور کہیں نہ پائے گا تو اس کے سوائے چھپنے کو جگہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو وعدے فرمائے، کوئی طاقت انہیں نہ بدل سکتی ہے اور نہ ہی غلط ثابت کر سکتی ہے۔ اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لیے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں! وفاداروں کو پناہ دینے کے لیے اس کی رحمت وسیع ہے۔ دیکھ لو! اصحابِ کہف خدا کی باتوں پر جمے رہے تو اللہ نے انہیں کیسی اچھی جگہ اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

عظمتِ ربانی صحابیٔ رسول کی زبانی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اعرابی کے پاس سے گزرے جو نماز کے دوران ان الفاظ سے دعا کر رہا تھا:

''يَا مَنْ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ وَلَا تُخَالِطُهُ الظُّنُونُ وَلَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُونَ وَلَا تُغَيِّرُهُ الْحَوَادِثُ وَلَا يَخْشَى الدَّوَائِرَ يَعْلَمُ مَثَاقِيْلَ الْجِبَالِ وَمَكَايِيْلَ الْبِحَارِ وَعَدَدَ قَطْرِ الْأَمْطَارِ وَعَدَدَ وَرَقِ الْأَشْجَارِ وَعَدَدَ مَا أَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَأَشْرَقَ عَلَيْهِ

النَّهَارُ لَا تُوَارِيْ مِنهُ سَمَاءٌ سَمَاءً وَلَا أَرْضٌ أَرْضًا وَلَا بَحْرٌ مَا فِي قَعْرِهِ وَلَا جَبَلٌ مَا فِي وَعْرِهِ، اِجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِي آخِرَهُ وَخَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِيْمَهُ وَخَيْرَ أَيَّامِيْ يَوْمَ أَلْقَاكَ فِيهِ"

"اے وہ ذات! جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور کسی کا خیال وگمان اس تک پہنچ نہیں سکتا اور نہ ہی تعریف بیان کرنے والے اس کی تعریف بیان کر سکتے ہیں اور نہ زمانے کی مصیبتیں اس پر اثر انداز ہو سکتی ہیں اور نہ اسے زمانے کی آفتوں کا کوئی خوف ہے (اے وہ ذات) جو پہاڑوں کے وزن، دریاؤں کے پیمانے، بارشوں کے قطرے کی تعداد اور درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتی ہے اور (اے وہ ذات) جو ان تمام چیزوں کو جانتی ہے جن پر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور جن پر دن روشنی ڈالتا ہے، نہ اس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو چھپا سکتا ہے اور نہ ایک زمین دوسری زمین کو اور نہ سمندر اس چیز کو چھپا سکتے ہیں جو ان کی تہہ میں ہے اور نہ کوئی پہاڑ ان چیزوں کو چھپا سکتا ہے جو اس کی سخت چٹانوں میں ہیں، آپ میری عمر کے آخری حصہ کو سب سے بہترین حصہ بنا دیجیے اور میرے آخری عمل کو سب سے بہترین عمل بنا دیجیے اور میرا بہترین دن وہ بنا دیجیے جس دن میری آپ سے ملاقات ہو یعنی موت کا دن۔"

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کے ذمے لگایا کہ جب یہ شخص نماز سے فارغ ہو جائیں تو انہیں میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ وہ نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کان سے کچھ سونا ہدیہ میں آیا تھا، آپ ﷺ نے انہیں وہ سونا ہدیہ میں دیا، پھر ان سے پوچھا:

"مِمَّنْ أَنْتَ يَا أَعْرَابِيُّ؟"

"آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟"

اعرابی نے کہا:

''مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!''

''یارسول اللہ! میں بنی عامر بن صعصعہ قبیلے سے ہوں۔''

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''هَلْ تَدْرِيْ لِمَ وَهَبْتُ لَكَ الذَّهَبَ؟''

''کیا تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سونا تجھے کیوں دیا؟''

اعرابی نے کہا:

''لِلرَّحِمِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ!''

''یارسول اللہ! آپس کی صلہ رحمی کی وجہ سے دیا ہوگا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ لِلرَّحِمِ حَقًّا وَلٰكِنْ وَّهَبْتُ لَكَ الذَّهَبَ لِحُسْنِ ثَنَائِكَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.''
[المعجم الاوسط للطبرانی، رقم:۹۴۴۸]

اگر چہ صلہ رحمی کے بھی حقوق ہیں، لیکن یہ سونا میں نے آپ کو اس وجہ سے دیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بہت احسن انداز میں بیان کی ہے۔

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝۲۸﴾

اور اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ اور تمہاری آنکھیں دنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں۔ اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا، اور جس کا معاملہ حد سے گزر چکا ہے۔

دوسرا فریضہ...... صحبتِ صالحین:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ

اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ

نبی علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنے آپ کو ذاکرین کی محفل میں جمائیے۔ نبی علیہ السلام تو سب سے بڑے ذکر کرنے والے تھے، اصل میں یہ امت کے ہر ہر فرد کو خطاب ہے کہ اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھا کرو، اس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

شانِ نزول:

مکہ کے مشرکین نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک پیغام دیا تھا کہ یہ جو ایمان لانے والے لوگ ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات، یہ سب غریب غرباء لوگ ہیں، اور ہم اپنے وقت کے بڑے بڑے سردار لوگ ہیں، ہمیں آپ کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے، غیرت آتی ہے کہ ہم اتنے غریب لوگوں کے پاس آکر کیسے بیٹھیں، اگر آپ ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تو پھر ہم آپ کے پاس آکر آپ کی بات سنیں گے۔ جب انہوں نے یہ پیغام بھیجا تو اللہ رب العزت نے فرمادیا: اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ مشرکین کے سردار مکار لوگ ہیں، آپ ان کی دنیاوی حیثیت کا ذرا بھی خیال نہ کیجیے اور آپ اپنے صحابہ کے پاس بیٹھیے، یہ ایمان کے ساتھ اپنے دلوں کو بھرنے والے لوگ ہیں، آپ ان کے درمیان اپنا وقت گزاریے اور ان کو اپنی صحبت عطا فرمائیے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ﴿الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ سے اصحابِ صفہ مراد ہیں جن کی تعداد سات سو تھی، یہ سب نادار لوگ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں فروکش تھے، نہ کسی کی کھیتی تھی، نہ دودھ کے جانور اور نہ کوئی تجارت۔ نمازیں پڑھتے

رہتے تھے، ایک وقت کی نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں رہتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستائش ہے اس اللہ کے لیے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کر دیے جن کی معیت میں مجھے جمے رہنے کا حکم دیا۔
[تفسیر مظہری تحت ہذہ الآیۃ]

صبر کی تعریف:

......"صبر" کہتے ہیں: "اَلْحَبْسُ وَالْكَفُّ فِيْ ضَيْقٍ" (تنگی کے وقت رکنا)۔

......بعض حضرات نے اس کی تعریف کی ہے: "اَلْوُقُوْفُ مَعَ الْبَلَاءِ بِحُسْنِ الْأَدَبِ" (حسنِ ادب کے ساتھ مصیبتوں پر رُکے رہنا)۔

......ایک تعریف یہ کی گئی ہے: "هُوَ الْفَنَاءُ فِي الْبَلْوَى، بِلَا ظُهُوْرِ شَكْوَى" (شکوہ وشکایت کیے بغیر مصیبت میں اپنے آپ کو فنا کر دینا)۔

......شیخ خواص فرماتے ہیں: "هُوَ الثُّبَاتُ عَلٰى أَحْكَامِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ" (قرآن وسنت کے احکام پر ثابت قدمی کا نام صبر ہے)۔

......بعض نے کہا ہے: "اَلصَّبْرُ هُوَ الْاِسْتِعَانَةُ بِاللّٰهِ" (صبر، اللہ تعالیٰ سے مدد طلبی کا نام ہے)۔

......ایک تعریف ہے: "هُوَ تَرْكُ الشَّكْوَى" (شکوہ وشکایت کو چھوڑ دینا کہلاتا ہے)۔

......جریری فرماتے ہیں: "اَلصَّبْرُ أَلَّا تُفَرِّقَ بَيْنَ حَالِ النِّعْمَةِ وَحَالِ الْمِحْنَةِ مَعَ سُكُوْنِ الْخَاطِرِ فِيْهِمَا" (صبر یہ ہے کہ آپ نعمت اور مشقت دونوں قسم کے حالات میں کوئی فرق نہ کریں، بایں طور کہ آپ کا دل ان میں پُرسکون ہو)۔

......شیخ عبداللہ انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اَلصَّبْرُ حَبْسُ النَّفْسِ عَلَى الْمَكْرُوْهِ، وَعَقْلُ اللِّسَانِ عَنِ الشَّكْوَى" (ناپسندیدہ معاملہ پیش آنے پر نفس کو روک لینا اور

زبان کا شکوہ وشکایت کرنے سے بند رہنا)۔

۞......بعض کے نزدیک صبر کا مفہوم ہے: ''أَنْ تَرْضٰی بِتَلْفِ نَفسِكَ فِي رِضَا مَنْ تُحِبُّهُ'' (آپ اپنے محبوب کی رضا میں اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوجائیں)۔بقولِ شاعر۔

سَأَصْبِرُ كَيْ تَرْضَى وَأَتْلَفُ حَسْرَةً
وَحَسْبِيَ أَنْ تَرْضٰى وَيَقْتُلُنِيْ صَبْرِيْ

''میں صبر کروں گا، تاکہ تُو راضی ہوجائے اور میں اسی حسرت میں قربان ہوجاؤں گا۔
میرے لیے یہ کافی ہے کہ آپ مجھ سے راضی ہوجائیں اور اگرچہ میرا صبر مجھے قتل ہی کیوں نہ کردے۔''

صَبْرُ الْمحِبِّيْن:

یحیٰی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صَبْرُ الْمُحِبِّينَ أَشَدُّ مِن صَبْرِ الزَّاهِدِيْنَ. وَاعَجَبًا كَيْفَ يَصْبِرُونَ! وَأَنْشَدَ'' (اہلِ محبت کا صبر، اہلِ زہد کے صبر سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کیسے صبر کرلیتے ہیں!)۔اس پر انہوں نے شعر بھی کہا ہے۔

وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا
إِلَّا عَلَيْكَ فَإِنَّهُ مَذْمُوْمُ

''صبر تو ہر جگہ قابلِ تعریف ہے، مگر تیرا صبر مذمت کے قابل ہے۔''

صبر کا پھل، شہد سے زیادہ میٹھا:

کچھ کہتے ہیں:

اَلصَّبْرُ مِثْلُ اسْمِهٖ مُرٌّ مَذَاقَتُهٗ
لٰكِنْ عَوَاقِبُهٗ أَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ

''صبر، اپنے نام کی طرح ذائقے میں کڑوا ہوتا ہے، لیکن اس کا پھل شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔''

[بصائر ذوی التمیز: ۳/ ۳۷۷، ۳۷۸]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اَلصَّبْرُ مَطِيَّةٌ لَا تَكْبُو'' (صبر ایسی سواری ہے جو کبھی منہ کے بل نہیں گرتی)۔

صبر، فلاحِ دارین کا ذریعہ:

ابو علی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فَازَ الصَّابِرُوْنَ بِعِزِّ الدَّارَيْنِ'' (صبر کرنے والے دونوں جہانوں میں عزت کا مقام پا گئے)، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ﴾ کے مطابق ان کو اللہ کی معیت حاصل ہو گئی ہے۔

صبر کا پھل میٹھا بھی، خوبصورت بھی:

صوفیاء مشائخ فرماتے ہیں: ''تَجَرَّعِ الصَّبْرَ، فَإِنْ قَتَلَكَ قَتَلَكَ شَهِيْدًا، وَإِنْ أَحْيَاكَ أَحْيَاكَ عَزِيْزًا حَمِيْدًا'' (صبر کے کڑوے گھونٹ پی جا، چنانچہ اگر صبر نے تجھے مار دیا تو تُو شہید ہو جائے گا۔ اور اگر تجھے زندہ رکھا تو تُو بڑی عزت کی زندگی گزارے گا)۔

صبر، نگاہِ نبوت میں:

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف باتیں پوچھیں، ان میں سے ایک بات یہ پوچھی کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: ''اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ'' (صبر اور سخاوت)۔ [مسند احمد بن حنبل، رقم: ۱۹۴۳۵]

صبر کا حکم قرآنِ مجید میں:

قرآنِ مجید میں 20 سے زائد مقامات پہ صبر کا حکم دیا گیا ہے، جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾ [آل عمران:۲۰۰] (اے ایمان والو! صبر اختیار کرو)۔

......کبھی فرماتے ہیں: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ﴾ [طٰہٰ:۱۳۰] (لہٰذا اے پیغمبر! یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں، تم ان پر صبر کرو)۔

......ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾﴾ [لقمان:۱۷] (اور تمہیں جو تکلیف پیش آئے، اس پر صبر کرو۔ بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے)۔

......سورۃ الاحقاف میں فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ [الاحقاف:۳۵] (غرض اے پیغمبر! تم اسی طرح صبر کیے جاؤ جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے)۔

......کبھی فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا﴾ [الطور:۴۸] (اور تم اپنے پروردگار کے حکم پر جمے رہو، کیونکہ تم ہماری نگاہوں میں ہو)۔

......کبھی فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ﴿۵﴾﴾ [المعارج:۵] (لہٰذا تم خوبصورتی کے ساتھ صبر سے کام لو)۔

......کبھی فرمایا: ﴿وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾﴾ [المدثر:۷] (اور اپنے پروردگار کی خاطر صبر سے کام لو)۔

آزمائش بقدرِ دین: ١

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا:

''أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟''

''لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش میں کون ہوتے ہیں؟''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ يُبْتَلَى النَّاسُ عَلَى قَدْرِ دِيْنِهِمْ فَمَنْ ثَخُنَ دِيْنُهُ اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ وَمَنْ ضَعُفَ دِيْنُهُ ضَعُفَ بَلَاؤُهُ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُصِيْبُهُ الْبَلَاءُ حَتَّى يَمْشِيَ فِي النَّاسِ مَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ.)) [صحیح ابن حبان، رقم: ۲۹۲۰]

''انبیاء علیہم السلام اور پھران سے مشابہت رکھنے والے۔ لوگوں کو ان کے دین کے بقدر آزمایا جاتا ہے جس کا دین جتنا مضبوط ہوتا ہے آزمائش اسی قدر سخت ہوتی ہے اور جس کا دین کمزور ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی کم درجے کی ہوتی ہے اور جس بندے کو آزمائش پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ چلتا لوگوں میں ہے اس حال میں کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

انبیائے کرام علیہم السلام کا صبر

قرآن مجید میں جابجا انبیاء علیہم السلام کے صبر کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا﴾ [الانعام: ۳۴] (اور حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے۔ پھر جس طرح انہیں جھٹلایا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، اس سب پر انہوں نے صبر کیا، یہاں تک

کہ ہماری مدد ان کو پہنچ گئی)۔

قرآن عظیم الشان نے ایک جگہ پر بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے فرمایا، جب قوموں نے ان کی شان میں گستاخیاں کیں: ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾﴾ [ابراہیم:۱۲] (اور آخر ہم کیوں اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں، جبکہ اس نے ہمیں ان راستوں کی ہدایت دے دی ہے جن پر ہمیں چلنا ہے؟ اور تم نے ہمیں جو تکلیفیں پہنچائی ہیں، ان پر ہم یقیناً صبر کریں گے، اور جن لوگوں کو بھروسہ رکھنا ہو، انہیں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے)۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر:

حضرت یعقوب علیہ السلام پر بڑے حالات آئے، ان کے جگر گوشہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ سے جدا کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا﴾ [یوسف:۸۳] (نہیں، بلکہ تمہارے دلوں نے اپنی طرف سے ایک بات بنالی ہے۔ اب تو میرے لیے صبر ہی بہتر ہے، کچھ بعید نہیں کہ اللہ میرے پاس ان سب کو لے آئے)۔

اس آیتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی سیرت کے تین اصول نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں:

[1]......اپنے بیٹوں کو حکیمانہ طور پر تنبیہ فرمائی: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾

[2]......اپنے کمالِ صبر کا تذکرہ فرمایا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ﴾

[3]......اسبابِ مایوسی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے کامل اُمیدوار رہے: ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا﴾ جیسے کہتے ہیں:

Light on the end of the Tunnel.

حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر:

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے پاس معمولی سی پونجی لے کر غلہ مانگنے کے لیے گئے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا: آپ ہمیں پورا پورا غلہ دے دیجیے اور اللہ کے لیے ہم پر احسان کیجیے۔ یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا: تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اس پر وہ کہنے لگے: ﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞﴾ [یوسف:۹۰] (ارے کیا تم ہی یوسف ہو؟ یوسف نے کہا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اور صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا)۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صبر:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بیٹا عطا فرمایا، جس کا نام انہوں نے ''اسماعیل'' رکھا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں، صبح کے وقت انہوں نے اس خواب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ بتاؤ! تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے ذرا دیر نہیں کی، سوچ و بچار کی ضرورت محسوس نہیں کی، بلکہ فوراً کہا: ﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُـؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۞﴾ [الصافات:۱۰۲] (ابا جان! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ! آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے)۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر:

حضرت ایوب علیہ السلام نے سخت بیماری کی حالت میں بے صبری کا کوئی جملہ اپنی زبان

سے نہ بولا، بلکہ صحت یابی تک صبر کا دامن تھامے رکھا۔ خود اللہ تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴾[ص:۴۴] (حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صبر کرنے والا پایا، وہ بہترین بندے تھے، واقعی وہ اللہ سے خوب لَو لگائے ہوئے تھے)۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا کہ آج ان کا صبر ''ضرب المثل'' کے طور پر مشہور ہے۔ چنانچہ ''صبر ایوب'' کہہ کر اس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

خدا کا انعام، صابرین کے نام:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صابرین کے لیے مختلف مقامات پہ مختلف انعامات کا ذکر فرمایا ہے:

1 ...... اللہ تعالیٰ کی معیت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [البقرة:۱۵۳]

2 ...... رحمت الٰہی اور ہدایت الٰہی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝﴾[البقرة:۱۵۵ تا ۱۵۷]

3 ...... محبت الٰہی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران:۱۴۶]

4 ...... خلافتِ الٰہی اور دشمن کی بربادی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا

یَعْرِشُوْنَ﴿۱۳۷﴾ [الاعراف:۱۳۷]

5 ...... مغفرت اور اجر کبیر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾﴾ [ہود:۱۱]

6 ...... اجر کا محفوظ رہنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾﴾ [یوسف:۹۰]

7 ...... آخرت کا اچھا انجام۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾﴾ [الرعد:۲۲]

8 ...... جنت میں فرشتوں کا سلام۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾ [الرعد:۲۳،۲۴]

9 ...... اجر احسن۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾﴾ [النحل:۹۶]

10 ...... آخرت کی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ [المؤمنون:۱۱۱]

11 ...... جنت کے بالاخانے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا﴾ [الفرقان:۷۵]

12 ...... دوہرا اجر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا﴾ [القصص:۵۴]

13 ...... بے حساب اجر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾﴾ [الزمر:۱۰]

14 ...... عالی اخلاق کی عطائے خداوندی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝﴾ [فصلت: ۳۵]

15 ...... جنت اور ریشمی لباس۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا ۝﴾ [الانسان: ۱۲]

16 ...... نامۂ اعمال کا دائیں ہاتھ میں ملنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝﴾

[البلد: ۱۸]

17 ...... دینی پیشوا کا بن جانا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُونَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا﴾ [السجدة: ۲۴]

18 ...... دشمن کی سازشوں سے حفاظت۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا﴾ [آل عمران: ۱۲۰]

فوائد السلوک:

۞ ...... جو بندہ اللہ کے سامنے اپنا حال بیان کرتا ہے وہ بے صبرا نہیں کہلاتا، بے صبرا تب کہلائے گا جب وہ اپنا حال مخلوق کے سامنے بیان کرے گا۔ اللہ رب العزت تو پسند کرتے ہیں کہ بندہ اس کے سامنے اپنے حالات کو بیان کرے اور روئے دھوئے۔ جیسے اللہ تعالیٰ بندے کو خوش دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، اسی طرح کبھی اس کا رونا بھی پسند فرماتے ہیں۔ اس لیے جس بندے نے اللہ کے سامنے اپنا حال بیان کیا، وہ بے صبرا نہیں کہلائے گا۔ دیکھیں! حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر جمیل کا وعدہ کیا تھا...... اور کوئی نبی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا...... پھر انہوں نے اللہ رب العزت سے شکوہ

کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ [یوسف:۸۶] (میں اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ الفاظ بول دینا، صبر کے منافی نہیں تھا۔

یہی حال سیدنا ایوب علیہ السلام کا ہوا۔ انہوں نے اللہ رب العزت کے سامنے اپنی بیماری بیان کی اور اللہ سے دعا مانگی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا﴾ [ص:۴۴] (حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صبر کرنے والا پایا)۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے حالات کو پیش کرنا، صبر کے منافی نہیں ہے۔ صبر کے منافی تب ہوتا ہے جب خالق کے بجائے انسان مخلوق کے سامنے بیان کرے۔

وَ أَلَذُّ حَالَاتِ الْغَرَامِ لِمُغْرَمٍ
شِكْوَى الْهَوَىٰ بِالْمُدْمَعِ الْمُهْرَاقِ

''عاشق کے لیے سب سے زیادہ لذت والا لمحہ وہ ہوتا ہے جب معشوق کے قدموں میں سر رکھا ہوا ہو، آنسو بہا رہا ہو اور شکوے کر رہا ہو۔''

شکوۂ محمود اور شکوۂ مذموم:

شکوے دو طرح کے ہوتے ہیں:

...... ''شِكْوٰى اِلَى اللّٰهِ'' (انسان کا اللہ کے سامنے شکوہ کرنا)۔ یہ شکوہ محمود ہے۔

...... ''شِكْوٰى مِنَ اللّٰهِ'' (مخلوق کے سامنے اللہ کا شکوہ)۔ ایسا شکوہ مذموم، بلکہ کفر ہے۔

آج کل مخلوق کے سامنے اللہ کے شکوے سننے میں آتے ہیں۔ دراصل ہماری طبیعتیں اتنی بے صبری ہو گئی ہیں، ہم اتنے نازنخرے کے پلے ہوئے بن گئے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر اپنے رب کے شکوے کرنے لگ جاتے ہیں۔

شکر گزار مالدار اور صابر فقیر میں سے بہتر کون؟

خواجہ عبید اللہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا:

''اَلْفَقِيْرُ الصَّابِرُ أَفْضَلُ أَمِ الْغَنِيُّ الشَّاكِرُ؟''

''صبر کرنے والا فقیر افضل ہے یا شکر ادا کرنے والا غنی؟''

انہوں نے جواب دیا:

''بَلِ الْفَقِيْ [illegible] ...ی''

''بلکہ جو فقیر بھی ہو اور اللہ سے ہی اس کا شکوہ کرے۔''

یعنی جو فقیر اللہ سے اپنے احوال بیان کرے، وہ زیادہ افضل ہوتا ہے بہ نسبت اس غنی کے جو شکر ادا کرنے والا ہو۔ اس لیے کہ یہ جو فقیر ہوتا ہے اور پھر اللہ کے سامنے شکوے بیان کرتا ہے، اس کے دل سے فریاد نکل رہی ہوتی ہے۔ ویسے بھی غم میں بندے کی توجہ زیادہ اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ چونکہ اس کی زیادہ توجہ اللہ کی طرف ہوتی ہے، اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والا اور اللہ کے سامنے اپنا شکوہ کرنے والا فقیر اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہوتا ہے۔

صبر باللہ، صبر للہ اور صبر مع اللہ:

ایک اور تقسیم کے لحاظ سے صبر کی تین قسمیں بنتی ہیں:

1.....صبر باللہ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صبر کے ذریعے مدد مانگنا اور یہ بات ذہن نشین کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی صبر کی توفیق دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [النحل:۱۲۷] ''أَيْ إِنْ لَّمْ يُصَبِّرْكَ هُوَ لَمْ تَصْبِرْ'' یعنی

اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق نہ دے تو آپ صبر کر ہی نہیں سکتے۔

[2]......صبر للہ:

محبت الٰہی، رضائے الٰہی اور قربِ الٰہی کا جذبہ ہی صبر پر آمادہ کرنے والا ہو۔

[3]......صبر مع اللہ:

یہ صدیقین کا صبر ہے...... اور وہ یہ ہے کہ بندہ شریعت کے احکامات پہ اپنے نفس کو کاربند رکھے، شریعت مزاجِ ثانیہ بن جائے، گویا مکروہاتِ شرعیہ مکروہاتِ طبعیہ بن جائیں اور مرغوباتِ شرعیہ مرغوباتِ طبعیہ بن جائیں۔ یہ بہت اعلیٰ درجے کا صبر ہے۔

صبر کے درجات:

صبر کے تین درجے ہیں:

- ......صبر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ وعید کا استحضار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجائے۔ اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کر کے اس کی نافرمانی سے رُک جائے۔
- ......دوسرا درجہ یہ ہے کہ بندہ نیکی پر ہمیشگی اختیار کرے، اس کو بجالانے میں اخلاص کو ملحوظ رکھے اور اس کا علم حاصل کر کے اسے احسن طریقے سے انجام دیتا رہے۔
- ......تیسرا درجہ یہ ہے کہ اجرِ حسن کو مدنظر رکھ کر مصیبت کے وقت صبر کرے، سازگار حالات کا انتظار کرے، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو شمار کرے اور اس کی گزری ہوئی نعمتوں کو یاد کر کے مصیبت کو ہلکا کر لے۔

[دیکھیے بصائر ذوی التمیز: ۳/۳۷۸ تا ۳۸۴]

''لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ'':

مشائخ کے نزدیک صبر ایمان کے لیے بمنزلہ سر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهٗ كَمَا أَنَّهٗ لَا جَسَدَ لِمَنْ لَا رَأْسَ لَهٗ'' (اس شخص کے ایمان کی کوئی وقعت نہیں جو صبر نہیں کرتا، جیسا کہ بغیر سر کے جسم کی کوئی وقعت نہیں ہوتی)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''خَيْرُ عَيْشٍ مَا أَدْرَكْنَاهُ بِالصَّبْرِ'' (زندگی کا مزہ تو ہم نے صبر کے ساتھ پایا ہے)۔

حدیث شریف میں آتا ہے: ''اَلصَّبْرُ ضِيَاءٌ'' [صحیح مسلم، رقم:۵۵۶] (صبر، روشنی ہے)۔

دوسری روایت میں ہے: ''مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ'' [ریاض الصالحین، رقم:۲۶] (اور جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دیتے ہیں)۔

دل، زبان اور اعضاء کا صبر:

- ......دل کا صبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والی مصیبت پر جزع فزع اور واویلا نہ کرے۔
- ......زبان کا صبر یہ ہے کہ شکوہ شکایت نہ کرے۔
- ......اعضاء کا صبر یہ ہے کہ خواہ مخواہ تشویش کا شکار نہ ہو۔

صبر، نصف ایمان ہے:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں 90 مقامات پہ صبر کا تذکرہ فرمایا اور باجماعِ اُمت یہ واجب ہے اور یہ نصف ایمان ہے۔ فرماتے ہیں:

''اَلْإِيْمَانُ نِصْفَانِ: نِصْفٌ صَبْرٌ وَ نِصْفٌ شُكْرٌ.''

[بصائر ذوی التمیيز: ۳/۳۷۱]

حضرت یوسف علیہ السلام پر دو طرح کی آزمائش:

حضرت یوسف علیہ السلام پر دو طرح کے حالات آئے:

[1]......بچپن میں بھائیوں نے ان کو کنوئیں میں ڈالا، پھر ان کو قافلے والوں نے بیچا اور یوں آپ اپنے والد اور وطن سے جدا ہو گئے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان حالات پہ بھرپور صبر کا مظاہرہ کیا۔

[2]......جوانی میں ان کو زلیخا نے گناہ کی دعوت دی تو انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہ سے رُکے رہے۔ یہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر تھا۔

کامل صبر......اکمل صبر:

لیکن ان کا یہ صبر پہلے والے صبر سے زیادہ کامل تھا۔ اس لیے کہ پہلے والے سارے حالات غیر اختیاری تھے، ان میں ان کے اپنے عمل کا کوئی دخل نہیں تھا، چنانچہ ان حالات میں ان کے پاس صبر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا، البتہ ان کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رُک جانا، اختیاری صبر تھا اور اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ تھا۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ ان کے پاس گناہ کرنے کے مکمل اور قوی اسباب موجود تھے۔ مثال کے طور پر:

......حضرت یوسف علیہ السلام کی بھرپور جوانی: ''إِنَّهُ كَانَ شَابًّا وَدَاعِيَةُ الشَّابِ إِلَيْهَا قُوَّتُهُ'' (حضرت یوسف علیہ السلام کی اُٹھتی جوانی تھی، اور جوان شخص کے اندر گناہ کا داعیہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے)۔

......غیر شادی شدہ ہونا: ''وَكَانَ عَزَبًا لَيْسَ لَهُ مَا يُعَوِّضُهُ وَيَرُدُّ شَهْوَتَهُ'' (غیر شادی شدہ بھی تھے، چنانچہ بیوی بھی کوئی نہیں تھی)۔

......غریب الدیار (پردیس میں) ہونا: ''وَ غَرِيبًا، وَ الْغَرِيبُ لَا يَسْتَحْيِي فِي بَلَدِ

غُرْبَتِهٖ مِمَّا يَسْتَحْيِ مِنْهُ بَيْنَ أَصْحَابِهٖ وَأَهْلِهٖ'' (اجنبی بھی تھے،کوئی بندہ پردیس میں گناہ کرنے سے اتنا نہیں شرماتا جتنا وہ اپنے وطن میں دوست احباب اور گھر والوں سے شرماتا ہے)۔

اپنے والد اور باقی خاندان سے سینکڑوں میل دور تھے۔ پردیس میں یہ خیال بھی آتا ہے کہ اگر یہاں کوئی غلطی ہو بھی گئی تو بدنامی نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ نہ آگے کسی کو پتہ کہ یہ کون ہے اور نہ پیچھے رپورٹ ہونے کی فکر۔ جبکہ اپنے وطن میں انسان پھر بھی گناہ کرنے سے ڈرتا ہے کہ ذرا سی خبر نکلی تو لوگ طعنہ دیں گے، بدنامی ہوگی، بلکہ وہ سوچتا ہے کہ میں چہرہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ جبکہ یہاں تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کوئی جانتا ہی نہیں تھا کہ یہ کہاں سے آئے ہیں؟ گویا اگر گناہ کا کوئی ارتکاب ہو بھی جاتا تو بدنامی کا کوئی ڈر نہیں تھا۔

.....غلام ہونا: ''وَيَحْسِبُوْنَهٗ مَمْلُوْكًا، وَالْمَمْلُوْكُ لَيْسَ وَازِعُهٗ كَوَازِعِ الْحُرِّ'' (آپ غلام بھی تھے اور غلام تو آقا کی مٹھی میں ہوتا ہے)۔

وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کی مالکہ تھی، یہ اس کے غلام تھے اور غلام سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی مالکہ کی کسی بات پر ''ناں'' مت کرے۔ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کی ہر بات ماننی پڑتی تھی۔ اس کے کہنے پر ہر کام کرنا بھی پڑتا تھا۔

..... عورت کا خوبصورت ہونا: ''وَ الْمَرْأَةُ جَمِيْلَةٌ وَذَاتُ مَنْصِبٍ'' (زلیخا، خوبصورت اور اپنے ملک کی فرسٹ لیڈی تھی)۔

یہ بھی نہیں تھا کہ وہ کوئی عام سی عورت تھی۔ بلکہ بادشاہ نے جس کو اپنی بیوی کے طور پر چنا، وہ یقیناً اپنے وقت کی Beauty Queen (ملکۂ حسن) ہوگی۔ اور پھر اس کا لباس بھی بہت اچھا ہوگا جو اس کی خوبصورتی میں اور اضافہ کرتا ہوگا۔ پھر وہ عورت نہ صرف

خوبصورت تھی، بلکہ بادشاہ کی بیوی ہونے کی وجہ سے وہ فرسٹ لیڈی آف دی کنٹری بھی تھی۔اس کی بات کو ماننے والے حشم وخدم بہت تھے۔

۞......عورت کا مکمل طور پر بااختیار ہونا: ''وَقَدْ غَابَ الرَّقِيبُ'' (منسٹری کے گھرانوں کی طرح پوری طرح آزاد تھی)۔

۞......عورت کا یوسف علیہ السلام کو بہلانا پھسلانا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي......... عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ (اور جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے، اس نے ان کو ورغلانے کی کوشش کی)۔

زنا کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں: یا تو ڈرانا دھمکانا، یا پھر بہلانا پھسلانا۔تو اس عورت نے نرمی کے ساتھ، یعنی چکنی چپڑی باتیں کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔اب ذرا سوچیے کہ تنہائی بھی ہے، ہر وقت کا ساتھ بھی ہے اور عورت پیار بھری باتیں کر کے ان کے دل کو اپنی طرف مائل بھی کرتی ہے تو وہ زنا کرنے کا کتنا سازگار ماحول ہوگا!!!

۞......عورت کے گھر میں رہائش پذیر ہونا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿هُوَ فِيْ بَيْتِهَا﴾ (حضرت یوسف علیہ السلام اس کے گھر میں رہتے تھے)۔

ایسا نہیں کہ گھر الگ تھا اور اس گھر میں آنے کی صورت میں وہ لوگوں کی نظروں میں تھے کہ یہ اس گھر میں آئے کیوں ہیں؟ یہ ادھر سے گزرے کیوں ہیں؟ یہاں ان کو اتنا وقت کیوں لگا؟ نہیں! بلکہ وہ اس گھر میں رہتے تھے اور گھر میں رہنے کی وجہ سے ہر وقت کا ساتھ تھا۔

۞......عورت کا دروازے بند کر دینا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ﴾ (اور اس عورت نے دروازے خود بند کیے)۔

جب دروازے ہی زلیخا نے خود بند کیے تو گویا مکمل تنہائی کا ماحول بھی خود اسی نے فراہم کیا۔

......عورت کا ازخود گناہ کی دعوت دینا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ (وہ کہنے لگی: آ بھی جاؤ)۔

جب عورت خود بدکاری کے لیے بلائے تو ایسی صورت میں مرد کے لیے اس گناہ کا کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔

......آگے بھی سنیے......! اس کا خاوند اتنا نرم دل تھا کہ جب بات کھلی تو نہ تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر سے نکالا اور نہ ہی بیوی کو سزا دی۔ جب حقیقت کھل کر سامنے آ گئی تو پھر بھی حضرت یوسف علیہ السلام اسی گھر میں ہی رہے، حالانکہ بات پورے شہر میں پھیل چکی تھی۔

......اگلی بات اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ شہر کی عورتوں نے باجماعت آکر حضرت یوسف علیہ السلام کو ترغیب دی کہ اپنی مالکہ کی بات مان لو۔

......جیل میں ڈلوانے کی دھمکی دینا: ﴿وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ﴾ (اور اگر یہ میرے کہنے پر عمل نہیں کرے گا تو اسے قید ضرور کیا جائے گا)۔

شروع میں بہلا پھسلا کر اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور جب بات بنتی نظر نہ آئی تو پھر ڈرانا دھمکانا بھی شروع کر دیا کہ اگر میری بات نہ مانی تو میں تجھے جیل میں قید بھی کروا دوں گی۔

ان تمام دواعی اور اسباب کی موجودگی میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اختیار سے صبر کیا اور گناہ کے مقابلے میں جیل جانے کو پسند کیا۔ چنانچہ دعا مانگی:

﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾

”یا رب! یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں، اس کے مقابلے میں قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔“

اور اس اجر کو ترجیح دی جو اللہ کے ہاں سے ان کو ملنے والا تھا۔ کنوئیں میں ان کا بغیر اختیار کے صبر کرنا، اس صبر کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے!؟

فوائد السلوک:

⟡...... اس آیتِ مبارکہ میں ان فقراء کی صحبت کا حکم ہے جو اپنے مولیٰ کی خدمت کے لیے انقطاع اختیار کر چکے ہیں اور نبی علیہ السلام ان کے پاس بیٹھتے تھے تو اس صحبت کا فائدہ خود ان فقراء کو پہنچتا تھا، مگر دوسرے لوگ اس صحبت سے مستفید ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ فقراء ایسی قوم ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

”هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ“ [صحیح بخاری، رقم: ۶۴۰۸]

⟡...... حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ”صبر“ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اور ”صبر“ کے معنی ہیں: ”حَبْسُ النَّفْسِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ“ (نفس کو ایسی بات کا پابند کرنا جو اس کو ناگوار ہو)۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجمع سے گھبراتے تھے، مگر لوگوں کی مصلحت کے لیے مجبوراً بیٹھتے تھے۔ صاحبو! ہمیں تو دوستوں میں بیٹھ کر مزہ آتا ہے، مگر اہل اللہ کو پریشانی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ان کی نظر تو اور ہی طرف ہے، ان کو تو خود اپنا نفس بھی حجاب معلوم ہوتا ہے تو دوست کیوں نہ موجب پریشانی ہوں گے۔ لوگ ان کو تعظیم و تکریم کی شان میں دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ بڑے چین میں ہیں، مگر کوئی ان کے دل سے پوچھے کہ ان پر کیا گزرتی ہے۔ غرض ان کو اپنے اوپر قیاس مت کرو کہ جس طرح تمہیں دوستوں میں بیٹھ کر مزہ آتا ہے، اسی طرح انہیں بھی آتا ہوگا۔

کار پاکاں را قیاس از خود میگر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

انہیں دوستوں سے بے حد انقباض ہوتا ہے اور وہ اس سے اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا، مگر باوجود اس کے وہ ظاہر میں سب سے بول رہے ہوتے ہیں اور ہنس بھی رہے ہوتے ہیں۔

[اشرف التفاسیر تحت ہذہ الآیۃ]

تعلیم وتربیت:

☆......آیت کے پہلے حصے ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ (اور اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں) میں تعلیم کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے کی برکت سے انہیں علم ظاہری بھی حاصل ہوجائے گا... جبکہ دوسرے حصے ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ (اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر) میں تربیت کی طرف اشارہ ہے کہ اے میرے پیارے حبیب! آپ کی آنکھیں بھی اُدھر ہی متوجہ رہیں، کیونکہ بزرگوں کی توجہ سے بھی نفع ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ان پر پوری طرح توجہ رکھیے، توجہ بڑی چیز ہے، جس پر پڑتی ہے اس کے پورے وجود میں انقلاب برپا کردیتی ہے۔ ہمارے مشائخ جب کسی کو اجازت وخلافت دیتے تھے تو ان کو توجہ دینے کا طریقہ بھی سکھاتے تھے۔ چنانچہ مشائخ اپنے سب مریدین پر توجہ ڈالتے ہیں، جس کے پاس چراغ میں تیل اور بتی پورے ہوتے ہیں تو وہاں آگ جل جاتی ہے اور کام بن جاتا ہے، جیسے بارش زرخیز اور بنجر سب زمینوں پر برستی ہے، لیکن زرخیز زمین اس سے فائدہ اُٹھالیتی ہے۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

صالحین کا پہلا وصف......دوامِ عبادت:

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

اس سے پہلے فرمایا کہ اللہ والوں کی محفل اختیار کرنی چاہیے، ان کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے۔ اور اب فرمارہے ہیں کہ اللہ والوں کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ صبح شام "اللہ اللہ" کرتے رہتے ہیں۔

شانِ نزول:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چھ غریب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک مَیں، عبداللہ ابن مسعود، قبیلہ ہذیل کے ایک شخص، بلال اور ان کے علاوہ دو اور آدمی۔ اتنے میں مشرکین آئے اور کہنے لگے:

"أُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِؤُوْنَ عَلَيْنَا"

"انہیں اپنی مجلس میں اس جرأت کے ساتھ نہ بیٹھنے دو۔"

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جی میں کیا آیا؟ جو اس وقت آیت ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ [الانعام:۵۲] نازل ہوئی۔

[صحیح مسلم، رقم:۲۴۱۳]

چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب عمل:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک واعظ قصہ گوئی کررہا تھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے، وہ خاموش ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((قُصَّ، فَلَأَنْ أَقْعُدَ غُدْوَةً إِلَى أَنْ تُشْرِقَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ.)) [مسند احمد، رقم:۲۲۲۵۴]

''تم بیان کیے چلے جاؤ۔ میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں، یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اور نمازِ عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں، یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔''

ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور ﷺ ایک بندے کے پاس سے گزرے جو سورۂ کہف کی تلاوت کررہا تھا، آپ ﷺ کو دیکھ کر وہ خاموش ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''هٰذَا الْمَجْلِسُ الَّذِیْ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ.''

[تفسیر ابن کثیر:۵/۱۵۳]

''یہی ان لوگوں کی مجلس ہے، جہاں اپنے نفس کو روک کر رکھنے کا مجھے حکم الٰہی ہوا ہے۔''

✿...... حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ﴾ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ اپنے گھر میں تھے، آپ ﷺ ان لوگوں کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے تو کچھ لوگوں کو پایا جو اللہ کا ذکر کر رہے تھے، ان میں بکھرے بالوں والے، خشک کھالوں والے اور ایک کپڑے والے تھے، جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي أُمَّتِيْ مَنْ أَمَرَنِيْ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ.))

[مجمع الزوائد، رقم:۱۰۹۹۸]

''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ بنائے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں ان کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھوں۔''

❁.....حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَأَنْ أَذْكُرَ اللّٰهَ مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ إِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ، وَلَأَنْ أَذْكُرَ اللّٰهَ مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.)) [شعب الایمان، رقم:۵۵۹]

''میں کسی قسم کے ساتھ نمازِ صبح کے بعد طلوعِ شمس تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہوں، یہ مجھے دنیا اور اس کے ساز و سامان سے زیادہ محبوب ہے۔ اور کسی قوم کے ساتھ عصر کے بعد سے غروبِ شمس تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہوں، یہ مجھے دنیا اور اس کے ساز و سامان سے زیادہ محبوب ہے۔''

❁.....حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا))

''اگر تم جنت کے باغوں پر سے گزرو تو وہاں چرا کرو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

((وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟))

''جنت کے باغ کیا ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((حِلَقُ الذِّكْرِ.)) [جامع ترمذی، رقم: ۳۵۱۰]

''ذکر کے حلقے۔''

✿.....حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ سَرَايَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ تَقِفُ وَ تَحِلُّ عَلٰى مَجَالِسِ الذِّكْرِ فَارْتَعُوا فِي رِيَاضِ الْجَنَّةِ))

''اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے چلنے والے سب فرشتے ہیں جو ذکر کی مجلسوں پر اترتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں تم جنت کے باغوں میں چر لیا کرو۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

((أَيْنَ رِيَاضُ الْجَنَّةِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟))

''یارسول اللہ! جنت کے باغ کہاں ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

((مَجَالِسُ الذِّكْرِ اغْدُوْا وَ رُوْحُوْا فِي ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوْا بِأَنْفُسِكُمْ))

''ذکر کی مجلسیں۔ صبح اور شام کو اللہ کے ذکر میں جایا کرو اور اپنے دلوں سے اس کو یاد کیا کرو۔''

((مَنْ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَعْلَمَ كَيْفَ مَنْزِلَتُهُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ مَنْزِلَةُ

اللّٰہِ عِنْدَہٗ فَإِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یَنْزِلُ العَبْدُ حَیْثُ أَنْزَلَہٗ مِنْ نَفْسِہٖ.))
[شعب الایمان، رقم:۵۲۸]

’’جو شخص اس بات کو محبوب رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کیا مقام ہے؟ تو اس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کیا مقام ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو وہی مرتبہ عطا فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا مرتبہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔‘‘

۞..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے:

((سَیَعْلَمُ أَھْلُ الجَمْعِ مَنْ أَھْلُ الْکَرَمِ))

’’آج اہل محشر جان لیں گے کہ کرم والے کون ہیں۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

((وَمَنْ أَھْلُ الکَرَمِ یَا رَسُولَ اللّٰہِ؟))

’’یا رسول اللہ! کرم والے کون ہیں؟‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَجَالِسُ الذِّکْرِ فِي المَسَاجِدِ.)) [مجمع الزوائد، رقم:۱۶۷۶۳]

’’مسجد میں ذکر کی مجلسوں والے۔‘‘

۞..... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَا قَعَدَ قَوْمٌ قَطُّ یَذْکُرُونَ اللّٰہَ إِلَّا حَفَّتْھُمُ المَلَائِکَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِینَۃُ وَتَغَشَّتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیمَنْ عِنْدَہٗ.)) [المعجم الاوسط، رقم:۷۸۷۳]

’’جو قوم بھی اللہ کے ذکر کے لیے کسی جگہ بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کی مجلس میں

ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔"

✪ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوْا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُرِيْدُونَ بِذٰلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ إِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ قُومُوا مَغْفُورًا لَكُمْ، فَقَدْ بَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ.)) [مجمع الزوائد، رقم: ۱۶۷۶۴]

"جو قوم اللہ کے ذکر کے لیے اکٹھی ہوتی ہے اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ کرتے ہیں تو ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دیتا ہے کہ تم لوگ کھڑے ہو جاؤ تمہارے گناہوں کو بخش دیا گیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا۔"

✪ ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ سَيَّارَةً مِنَ المَلَائِكَةِ يَطْلُبُونَ حِلَقَ الذِّكْرِ فَإِذَا أَتَوا عَلَيهِمْ وَحَفُّوا بِهِمْ ثُمَّ بَعَثُوا رَائِدَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ إِلَى رَبِّ العِزَّةِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى))

"اللہ کے کچھ فرشتے گھومتے رہتے ہیں جو ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے ہیں جب وہ ان کے پاس آتے ہیں تو ان کو گھیر لیتے ہیں پھر وہ اپنے آگے جانے والوں کو آسمان کی طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھیجتے ہیں۔"

وہ کہتے ہیں:

((رَبَّنَا أَتَيْنَا عَلَى عِبَادٍ مِن عِبَادِكَ يُعَظِّمُونَ آلَاءَكَ وَيَتْلُونَ كِتَابَكَ وَيُصَلُّونَ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَيَسْأَلُونَكَ لِآخِرَتِهِمْ وَدُنْيَاهُمْ))

"اے ہمارے رب! ہم آپ کے ان بندوں سے آئے ہیں جو تیری نعمتوں کی تعظیم کر رہے تھے اور تیری کتاب کی تلاوت کر رہے تھے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھ رہے تھے اور آپ سے اپنی آخرت اور اپنی دنیا کی خیر کا سوال کر رہے تھے۔"

تو (اس کے جواب میں) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((غَشُّوهُمْ رَحْمَتِي))

''ان کو میری رحمت کے ساتھ ڈھانک دو۔''

وہ کہتے ہیں:

((يَا رَبِّ! إِنَّ فِيهِمْ فَلَانًا الخَطَّاءَ إِنَّمَا اعْتَنَقَهُمُ اعْتِنَاقًا))

''یارب! ان میں ایک گنہگار شخص بھی ہے جو اپنے کسی کام کے سلسلے میں ان کے پاس آیا ہوا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((غَشُّوهُمْ رَحْمَتِي فَهُمُ الجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ.)) [مجمع الزوائد، رقم:۱۶۷۶۹]

''ان کو میری رحمت کے ساتھ ڈھانک دو، یہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں ہوتا۔''

یک زمانہ صحبتے با اولیاء: (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے چند فرشتے ہیں جو راستوں میں گھومتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہیں، جب وہ کسی قوم کو ذکر الٰہی میں مشغول پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں:

''هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ''

''اپنی ضرورت کی طرف آؤ۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتے ان کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں، ان کا رب پوچھتا ہے:

''مَا يَقُولُ عِبَادِي؟''

''میرے بندے کیا کر رہے ہیں؟''

حالانکہ وہ ان کو فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے، فرشتے جواب دیتے ہیں:

''يُسَبِّحُونَكَ وَ يُكَبِّرُونَكَ وَ يَحْمَدُونَكَ وَ يُمَجِّدُونَكَ''

''وہ تیری تسبیح وتکبیر، حمد اور بڑائی بیان کر رہے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''هَلْ رَأَوْنِي''

''کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟''

فرشتے کہتے ہیں:

''لَا، وَاللهِ! مَا رَأَوْكَ''

''واللہ! انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وَ كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي؟''

''اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟''

فرشتے کہتے ہیں:

''لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً، وَ أَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَ تَحْمِيدًا، وَ أَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا''

''اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو آپ کی بہت زیادہ عبادت کرتے، بہت زیادہ بزرگی بیان کرتے، بہت زیادہ بڑائی اور پاکی بیان کرتے۔''

اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں:

''فَمَا یَسْأَلُونِي؟''

''وہ مجھ سے کیا مانگتے تھے؟''

فرشتے کہتے ہیں:

''یَسْأَلُونَکَ الْجَنَّةَ''

''وہ آپ سے جنت مانگ رہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں:

''وَ هَلْ رَأَوْهَا؟''

''کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟''

فرشتے کہتے ہیں:

''لَا، وَاللهِ يَا رَبِّ! مَا رَأَوْهَا''

''واللہ! انہوں نے جنت نہیں دیکھی۔''

اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں:

''فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا؟''

''اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟''

فرشتے کہتے ہیں:

''لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا، وَ أَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَ أَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً''

''اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس کے بہت زیادہ حریص ہوتے اور بہت زیادہ طالب

ہوتے اور اس کی طرف ان کی رغبت بہت زیادہ ہوتی۔"

اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں:

"فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ؟"

"کس چیز سے وہ پناہ مانگ رہے تھے؟"

فرشتے کہتے ہیں:

"مِنَ النَّارِ"

"جہنم سے۔"

اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں:

"وَ هَلْ رَأَوْهَا؟"

"انہوں نے اس کو دیکھا ہے؟"

فرشتے جواب دیتے ہیں:

"لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ! مَا رَأَوْهَا"

"نہیں، واللہ! انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں:

"فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟"

"اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟"

فرشتے کہتے ہیں:

"لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَ أَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً"

"اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ ڈرتے۔"

اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں:

''فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ''

''میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے:

''فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ''

''ان میں فلاں شخص ان (ذکر کرنے والوں) میں نہیں تھا، بلکہ وہ کسی ضرورت کے لئے آیا تھا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ.'' [صحیح بخاری، رقم:۶۴۰۸]

''وہ ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔''

تجھ کو چاہا ہے، کبھی سوچ کبھی غور تو کر!

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آپ ﷺ اپنے کسی گھر میں تھے۔ اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں مشغول پایا، جن کے بال بکھرے ہوئے تھے، کھالیں خشک تھیں، بمشکل ایک ایک کپڑا انہیں حاصل تھا، فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي أُمَّتِي مَنْ أَمَرَنِي أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ'' [تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۱۵۳] (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری اُمت میں ایسے لوگ رکھے ہیں، جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے)۔

تجھ کو چاہا ہے، کبھی سوچ کبھی غور تو کر
ہم تو اپنے بھی کبھی اتنے طلبگار نہ تھے

قرآن مجید میں ''دعا'' کا 16 طرح استعمال:

قرآن مجید میں ''دعا'' کو 16 معانی میں استعمال کیا گیا ہے:

[1]...... قول (بات) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ﴾ [الانبیاء:۱۵]

[2]...... عبادت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا﴾ [الانعام:۷۱]

[3]...... نداء (پکار) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ﴾ [النمل:۸۰]

[4]...... مدد طلب کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ﴾ [البقرۃ:۲۳]

[5]...... پوچھنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ﴾ [البقرۃ:۶۸]

[6]...... عذاب وسزا کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾﴾ [المعارج:۱۷]

[7]...... پیش کرنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَیٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ﴾ [غافر:۴۱]

[8]...... نوح علیہ السلام کے قوم کو دین کی طرف بلانے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ﴿۵﴾﴾ [نوح:۵]

[9]...... تمام مخلوقات کے لیے نبی کریم ﷺ کی دعوت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتے ہیں: ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ﴾ [النحل:۱۲۵]

10 ...... ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں کو بلانے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا﴾ [البقرة:۲۶۰]

11 ...... اسرافیل علیہ السلام کے صور میں پھونکنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّكُرٍ ۝﴾ [القمر:۶]

12 ...... مخلوق کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [غافر:۶۰]

13 ...... ابلیس کے اپنے لشکروں کو بلانے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝﴾ [فاطر:۶]

14 ...... اسرافیل علیہ السلام کے بلانے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ﴾ [الروم:۲۵]

15 ...... گمراہ کفار کی پکار کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝﴾ [الرعد:۱۴]

16 ...... اللہ تعالیٰ کے جنت کی طرف بلانے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ﴾ [یونس:۲۵]

[بصائر ذوی التمییز: ۲/۶۰۱ تا ۶۰۳]

صوفیاء کے نزدیک ''دعا'' کا مفہوم:

۞...... حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اَلدُّعَاءُ تَرْكُ الذُّنُوْبِ'' (دعا یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دیا جائے)۔

❁ ...... حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلدُّعَاءُ هُوَ التَّبَرِّي مِمَّا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰی'' (اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے اعلانِ براءت کرنا، دعا کہلاتا ہے)۔

❁ ...... امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلدُّعَاءُ لِسَانُ الإِشْتِيَاقِ إِلَى الحَبِيْبِ'' (دعا، محبوب کی طرف شوق کی زبان کا نام ہے)۔

❁ ...... ڈاکٹر حسن شرقاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلدُّعَاءُ عِنْدَ الصُّوفِيَّةِ هُوَ الْاِسْتِعَانَةُ وَالاِسْتِغَاثَةُ وَ طَلَبٌ مِنَ اللّٰهِ'' (صوفیاء کرام کے نزدیک دعا، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور فریادرسی کرنے کا نام ہے)۔

عوام الناس، زاہدین اور عارفین کی دعا:

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''دُعَاءُ العَامَّةِ بِالأَقْوَالِ، وَ دُعَاءُ الزُّهَّادِ بِالأَفْعَالِ، وَ دُعَاءُ العَارِفِينَ بِالأَحْوَالِ'' (عوام کی دعا زبان سے ہوتی ہے، زاہدین کی دعا افعال سے اور عارفین کی دعا احوال سے ہوتی ہے)۔

دعا سے مصائب ٹل جاتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اِدْفَعُوا أَمْوَاجَ البَلَاءِ بِالدُّعَاءِ'' (مصائب کی موجوں کو دعا کے ذریعے روکا کرو)۔

صالحین کا دوسرا وصف...... اخلاص:

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

طالب ہیں اس کے منہ کے

یعنی اللہ والے اپنے عمل سے صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ دنیا کی کسی چیز کی

چاہت نہیں رکھتے۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے رہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام دعا مانگتے تھے:

((أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ أَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ.))

[صحیح مسلم، رقم: ۴۸۶]

''اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں، تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے پناہ چاہتا ہوں، تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں تیری تعریف کو شمار نہیں کرسکتا، تُو ویسا ہی ہے جیسا تُو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری دعا:

نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب کر بڑی پیاری پیاری دعائیں مانگتے تھے۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:

((أَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ الْكَرِيمِ، وَ أَسْأَلُكَ الشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ.))

[کتاب الدعاء للطبرانی، رقم: ۶۲۴]

''میں آپ کے دیدار سے آنکھوں کی لذت مانگتا ہوں اور آپ کی ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔''

لفظ ''وجہ'' کے 7 قرآنی استعمال:

لفظ ''وجہ'' قرآن مجید میں 7 طرح استعمال ہوا ہے:

۱۔۔۔۔رضا کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ: ۲۷۲]

[2]......دین ○ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ [البقرۃ:۱۱۲]

[3]......آنکھ ○ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ [البقرۃ:۱۴۴]

[4]...... چہرے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ [المائدۃ:۶]

[5]......ملت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ [البقرۃ:۱۴۸]

[6]......صلہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ [القصص:۸۸]، دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن:۲۷]

[7]...... کسی چیز کے اول حصے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ﴾ [آل عمران:۷۲]

[وجوہ القرآن، صفحہ ۴۰۲]

اخلاص سے بھرا ہوا عمل: (۱)

جب مدائن فتح ہوا تو جنگ ختم ہونے کے بعد امیرِ لشکر کے پاس ایک مسلمان فوجی آیا، جس کے جسم پر بہت ہی معمولی کپڑے تھے، حیثیت بھی معمولی نظر آ رہی تھی اور اس

○......بعض مفسرین کے نزدیک "وجہ" سے "دین" مراد ہے۔ [دیکھیے: زاد المسیر تحت ہذہ الآیۃ]
○......بعض مفسرین کے نزدیک "وجہ" سے "آنکھ" مراد ہے۔ [دیکھیے: زاد المسیر تحت ہذہ الآیۃ]

نے کپڑوں کے اندر کوئی چیز چھپائی ہوئی تھی۔اس نے آکر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وہ چیز دی۔ جب کپڑا ہٹایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسریٰ کا کنگن تھا اور اس فوجی نے اس کے کنگن کو اپنے پاس سنبھال لیا تھا...... اگر وہ کنگن بیچا جاتا تو اس فوجی کی پوری زندگی سکون اور آسانی سے گزر جاتی اور کسی کو پتا بھی نہیں تھا کہ یہ کنگن کس کے پاس ہے؟ مگر اس کے دل میں اخلاص تھا، خوفِ خدا تھا کہ یہ ایک امانت ہے جو مجھے امیرِ لشکر تک پہنچانی ہے، اس لیے اس نے وہ کنگن امیرِ لشکر کے حوالے کر دیا...... امیرِ لشکر اس نوجوان کے اخلاص پر حیران ہوا اور اس سے پوچھا: بتاؤ! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نوجوان نے فوراً اپنا رخ دوسری طرف پھیر کر چلنا شروع کر دیا اور یہ الفاظ کہے: ''جس پروردگار کو راضی کرنے کے لیے میں نے یہ عمل کیا ہے وہ میرا نام بھی جانتا ہے اور میرے باپ کا نام بھی جانتا ہے۔''

گفتگو میں وہ حلاوت ، وہ عمل میں اخلاص
اس کی ہستی پہ فرشتے کا گماں ہو جیسے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اخلاص:

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ایک کافر کے سینے پر چڑھ گئے۔ چاہتے تھے کہ خنجر مار کر اس کا کام تمام کر دیں، اسی لمحے اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا تو آپ پیچھے ہٹ گئے۔اس نے پوچھا: آپ نے مجھے قتل کیوں نہ کیا؟ فرمایا: پہلے میں تجھے اللہ کے لیے قتل کرنا چاہتا تھا، جب تُو نے تھوک پھینکا تو مجھے غصہ آ گیا، لہٰذا اگر اب میں تجھے قتل کرتا تو اس میں میرا ذاتی غصہ بھی شامل ہوتا، اس لیے میں پیچھے ہٹ گیا، کیونکہ میں کوئی کام اپنی ذات کے لیے نہیں کرنا چاہتا۔

دیکھیے! ایسے غصے کے عالم میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا کہ میرا ہر کام اللہ کے لیے

ہو۔اس کو''اخلاص'' کہتے ہیں۔

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص:

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی میں ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو غسل دینے والوں نے دیکھا کہ ان کے دائیں کندھے پر کالا سا نشان بنا ہوا ہے...... بڑے خوبصورت تھے، نازک بدن تھا...... لوگوں کو بڑی حیرانی ہوئی کہ یہ نشان کیسا؟ انہوں نے ان کے گھر والوں سے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی معلوم نہیں، یہ تو انہوں نے ہم سے بھی چھپایا ہوا تھا۔ خیر! کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ یہ کس چیز کا نشان ہے؟ اور انہیں دفنا دیا گیا۔

چند دن گزرنے کے بعد اس وقت کے نادار، معذور لوگوں اور بیوہ عورتوں کے گھروں سے آواز آنے لگ گئی: ہائے! وہ کہاں گیا، جو رات کے اندھیرے میں ہمارے گھروں میں پانی پہنچایا کرتا تھا؟! تب یہ راز کھلا کہ حضرت مشک لے کر رات کے اندھیرے میں ان مجبور لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچایا کرتے تھے، اس کی وجہ سے ان کی کمر پر ایسا نشان پڑ گیا تھا۔ مگر انہوں نے یہ کام اتنی خاموشی سے کیا کہ زندگی بھر کسی کو علم ہی نہ ہونے دیا۔

[سیر اعلام النبلاء: ۳۹۳]

مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص:

مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں ''جامعہ اشرفیہ'' کی بنیاد رکھی۔ شروع میں وہاں چھوٹی سی مسجد تھی اور چھوٹا سا جامعہ تھا۔ ان کے ہاں ایک ایسے عالم تھے جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کچھ میلان رکھتے تھے...... اسی طرز پر جلسے اور سیاست...... اور ان کا مزاج ذکر والا تھا۔ وہ نیک انسان تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اکٹھے رہتے ہوئے آپس

میں کہیں کوئی تنازعہ نہ کھڑا ہو جائے، اختلافِ رائے نہ بڑھ جائے، لہٰذا ایک سال مکمل ہونے پر انہوں نے اسی محلے میں ایک دوسرے جامعہ کی بنیاد رکھ دی۔ جب انہوں نے نئے جامعہ کی بنیاد رکھی تو لوگ بڑے غصے میں آ گئے کہ اگر نیا جامعہ بنانا ہی تھا تو کہیں دور بنا لیتے۔ اسی جگہ، قریب میں نیا جامعہ کھولنا مناسب تو نہیں۔ اس سلسلے میں مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادے نے اپنا ایک واقعہ خود مجھے سنایا۔

فرمانے لگے کہ میں کسی کام کے لیے جا رہا تھا تو ایسے ہی میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: ابا جی! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ ابا جی نے پوچھا: بیٹا! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: امی نے کام بھیجا ہے۔ فرمایا: تم وہ کام کر کے آؤ، پھر میں تمہیں اخلاص کا درس دوں گا۔

جب میں وہ کام کر کے واپس آیا تو بیٹھ گیا اور عرض کیا: ابا جی! بتائیں۔ والد صاحب نے مجھ سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے سر پر کسی چیز کا اتنا بوجھ ہو کہ تم سے اُٹھایا نہ جا رہا ہو، حتیٰ کہ گردن ٹوٹنے کے قریب محسوس ہو، تم انتہائی مشقت کے ساتھ وہ بوجھ لے کر جا رہے ہو، اور ایسے وقت میں کوئی دوسرا بندہ آ جائے اور یہ کہے کہ تم آدھا بوجھ مجھے دے دو، میں اپنی ذمہ داری سے منزل پر پہنچا دوں گا۔ مجھے بتاؤ کہ وہ تمہارا دوست ہو گا یا دشمن؟ میں نے کہا: حضرت! وہ دوست ہو گا۔ ابا جی نے فرمایا: دیکھو بیٹا! اس اتنے بڑے شہر میں ایک ہی دار العلوم تھا، اور پورے شہر کی مسئولیت کا بوجھ صرف ہمارے سر پر تھا، دوسرا مدرسہ بننے سے ہمارا بوجھ تقسیم ہو گیا ہے۔ اب ان بوجھ تقسیم کرنے والوں کو ہم دوست سمجھیں یا دشمن سمجھیں؟ فرماتے ہیں کہ مجھے بات سمجھ آ گئی۔ سبحان اللہ! کتنے بڑے مسئلے کو کتنے پیار سے حل کر دیا۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص: (۱)

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فراغت کے بعد جب ابتداء میں کانپور تشریف لے گئے تو وہاں قریب کے دیہاتوں میں کچھ اہل بدعت بھی تھے۔ حضرت نے ایک مرتبہ جلسہ رکھوایا اور اپنے استاذ محترم حضرت شیخ الہند کو بلوایا، چنانچہ حضرت شیخ الہند تشریف لائے اور انہوں نے بیان شروع کر دیا۔ اللہ کی شان کہ حضرت اقدس تھانوی جو مضمون چاہتے تھے کہ یہ بیان ہو، وہی شروع ہو گیا۔

عین اس وقت جب مضمون اپنے عروج پر تھا، ایک عالم مولانا لطف اللہ علی گڑھی...... جو مائل بہ بدعت تھے، اس طرف تھوڑا سا میلان تھا...... آ گئے۔ انہیں دیکھ کر لوگوں نے سوچا کہ اب تو اس مضمون کے بیان ہونے کا وقت ہے، بڑا مزہ آ گئے گا۔ لیکن ہوا یوں کہ جیسے ہی وہ آ کر بیٹھے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ''وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ'' کہا اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ اس طرح یک دم تقریر بند کرنا عوام کو بڑا عجیب سا لگا۔

خیر! بعد میں کھانے کے دسترخوان پر ہی مولانا فخر الحسن نے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: بھئی! وہ تو وقت تھا بیان کرنے کا، مولانا لطف اللہ آئے تو آپ نے ایک دم ہی تقریر کیوں بند کر دی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مجھے بھی پتہ تھا کہ اب وقت آیا ہے مضامین بیان کرنے کا، لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ اب اگر میں اس کو سنانے کے لیے یہ مضمون بیان کرتا ہوں تو یہ اللہ کی رضا کے لیے نہیں ہوگا، اس لیے میں نے بیان بند کر دیا۔

اخلاص کے تاج محل: (۱)

ہمارے اکابر میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کا نام تھا، ابو عمر نجیر۔ اللہ نے

ان کو نیکی بھی دی تھی اور دنیا کا مال بھی بہت دیا تھا۔ ایک مرتبہ حاکم وقت نے کوئی رفاہی کام کرنا تھا تو اس نے مالدار لوگوں کی مجلس بلائی اور اس کام کی طرف ان کو توجہ دلائی کہ آپ لوگ اگر تعاون کریں تو ہم یہ عوام کی سہولت کا رفاہی کام کر سکتے ہیں۔ ابو عمر نجیر نے اس کو دو لاکھ دینار دے دیئے۔

جب دوسری مرتبہ میٹنگ ہوئی تو حاکم وقت نے ترغیب کے لیے بھری مجلس میں بتادیا کہ جی دیکھو! ابو عمر نجیر نے تو دو لاکھ دینار دیے ہیں۔ جب اس نے یہ بات کہہ دی تو تھوڑی دیر بعد ابو عمر نجیر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: بادشاہ سلامت! میں نے آپ کو وہ مال دے تو دیا تھا، مگر مجھے کسی سے مشورہ بھی کرنا تھا، اس وقت تک میں نے مشورہ نہیں کیا تھا، لہٰذا آپ مہربانی فرمائیں اور میرے پیسے مجھے واپس کر دیں۔ بادشاہ نے دیناروں کی تھیلی واپس کر دی۔ مجلس کے ہر بندے نے کہا کہ یہ کیسا بُرا انسان ہے، دیے ہوئے پیسے واپس مانگ لیے۔

جب مجلس ختم ہوئی تو تنہائی میں انہوں نے وہی دو لاکھ دینار بادشاہ کو دیتے ہوئے کہا: جناب! آپ نے لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے میرا عمل ضائع کیا تھا، میں نے واپس مانگ کر تھوڑی دیر کی ندامت اُٹھا لی۔ اب آپ کو اللہ کی رضا کے لیے پھر دے رہا ہوں، اب اس کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا۔ اللہ اکبر!!!

ہماری والدہ محترمہ کا اخلاص: ①

ہمارے محلے میں ایک عورت تھی، اس کا خاوند اس کے ساتھ ٹھیک نہیں رہتا تھا، اس کو خرچہ بھی نہیں دیتا تھا، وہ بچوں کے ساتھ بڑی پریشان رہتی تھی۔ ایک مرتبہ دعا کروانے کے لیے والدہ صاحبہ کے پاس آئی تو والدہ صاحبہ نے اس کی کچھ مدد کرنا شروع کر دی۔

اب وہ وقفے وقفے سے آتی اور والدہ صاحبہ نے کچھ نہ کچھ پہلے سے اس کے لیے رکھا ہوتا، مختصر وقت میں وہ اس کو فارغ کر دیتیں۔

اتفاق سے وہ عورت ہمارے محلے سے چلی گئی اور کسی دوسرے محلے میں اس نے رہائش اختیار کر لی۔ والدہ صاحبہ کی بڑھاپے کی عمر تھی، کئی مرتبہ اس کا تذکرہ کیا، بڑی مدت تک پوچھتی رہیں کہ وہ عورت کہاں چلی گئی؟ کبھی آئی بھی نہیں۔ ہمشیرہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ شہر سے گزرتے ہوئے مجھے وہ عورت مل گئی تو میں نے اس سے پوچھ لیا کہ آپ کہاں رہتی ہیں؟ وہ کہنے لگی کہ میں تو ساتھ والے محلے میں چلی گئی تھی اور بس ایسی اُلجھ گئی کہ مجھے آنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

ہمشیرہ صاحبہ نے آکر والدہ کو بتایا کہ وہ عورت تو ساتھ والے محلے میں ہے اور میں اس کا گھر دیکھ آئی ہوں۔ والدہ صاحبہ بیمار بھی تھیں، بوڑھی بھی تھیں، کہنے لگیں کہ مجھے اس کے گھر لے جاؤ! میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ ہمشیرہ نے کہا: آپ نے اسے کچھ کہنا ہے تو مجھے بتادیں، یا کچھ دینا ہے تو مجھے دے دیں، میں پہنچا دوں گی۔ کہنے لگیں: نہیں، بس میں نے اس سے ملنا ہے۔ حتیٰ کہ ہمشیرہ ان کے ساتھ چلیں، راستے میں والدہ صاحبہ بیماری کی وجہ سے کچھ دیر چلتیں، پھر بیٹھ جاتیں۔ ہمشیرہ کہتی ہیں کہ ہم اس عورت کے پاس گئے، امی نے اس کو کیا دیا اور کب دیا؟ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ پھر ہم واپس آگئے۔ جب والدہ صاحبہ کی وفات ہوئی، تب اس عورت نے آکر مجھے بتایا کہ تمہاری والدہ نے آکر مجھے دس ہزار روپے دیے تھے۔

ایک مرتبہ محلے کی ایک جوان العمر لڑکی بیمار ہوگئی، خاوند اس کے علاج معالجے پر توجہ نہیں دیتا تھا۔ والدہ صاحبہ کے پاس جب کبھی آتی تو وہ اس کے لیے دعا بھی کرتیں اور اس کی کچھ مدد بھی کر دیتی تھیں۔

کچھ دن وہ نہیں آئی تو ایک دن اس بیمار لڑکی کی بڑی بہن آگئی۔ والدہ صاحبہ نے اس کو دو ہزار روپے دیے اور اسے کہا کہ یہ تیری بہن کے پیسے میرے ذمے بنتے تھے، میں پہلے نہ دے سکی، مجھے دیر ہوگئی، تم یہ اپنی بہن کو میری طرف سے ادا کردینا۔ اس نے پیسے لے لیے اور جا کر اپنی چھوٹی بہن کو دے دیے اور اسے کہا کہ فلاں خاتون نے یہ پیسے دیے ہیں اور ساتھ ساتھ پیغام بھی بھیجا ہے کہ تمہارے میری طرف جو پیسے بنتے تھے، پہلے میں نہ دے سکی، اب میرے پاس پیسے آئے ہوئے ہیں تو میں آپ کے پاس بھیج رہی ہوں۔ یہ سن کر وہ لڑکی بڑی حیران ہوئی، مگر اس وقت خاموش رہی۔

کچھ دنوں کے بعد والدہ صاحبہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اماں! آپ نے یہ پیسے کیسے بھیجے؟ والدہ صاحبہ نے کہا: بیٹی! میں نے تمہاری مدد ہی کے لیے بھیجے تھے، لیکن اگر تمہاری بہن کو بتاتی کہ میں تمہاری مدد کر رہی ہوں تو وہ بہن تمہیں طعنہ دیتی، میں نے یوں ظاہر کیا کہ جیسے میرے اوپر قرض تھا۔ چنانچہ تمہیں پیسے بھی پہنچ گئے، اس کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوا اور میرا عمل بھی اس سے چھپ گیا۔

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا جنت سے انکار:

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت ایک بزرگ ان کے پاس بیٹھے تھے، وہ ان کے لیے جنت کے ملنے کی دعا کرنے لگے۔ حضرت ممشاد ہنسے اور فرمایا: تیس برس سے جنت اپنی ساری زینتوں سمیت میرے سامنے آتی رہی، میں نے ایک مرتبہ بھی اس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا (میں تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں)۔

[احیاء علوم الدین: ۴/ ۴۸۳]

حضرت ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ کا جنت سے انکار:

حضرت ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ ایک عجیب کامل انسان تھے۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے سامنے جنت پیش کی گئی، انہوں نے جنت سے چہرہ پھیر کر دوسری طرف کر لیا اور عربی کا یہ شعر پڑھا۔

؎ إِنْ كَانَ مَنْزِلَتِيْ فِي الْحُبِّ عِنْدَكُمْ
مَا قَدْ رَأَيْتُ فَقَدْ ضَيَّعْتُ أَيَّامِيْ

''اے اللہ! اگر میری ساری زندگی کا اجر تیرے نزدیک یہ ہے (کہ تُو مجھے جنت دے دے گا) تو پھر میں نے اپنی زندگی تباہ کر لی۔''

[شذرات الذھب فی اخبار من ذھب:۸/۱۵۱]

اپنے یار کو منالیا:

نقشبندی سلسلہ کے ایک بزرگ تھے۔ ان کی تقریباً دو، تین سال کی ایک بیٹی تھی، جس کا نام ''حفصہ'' تھا۔ اس سے پہلے وہ ان کے پاس آیا کرتی تھی، سینے پر لیٹ جاتی تھی، کھیلتی تھی اور ان سے باتیں کرتی تھی۔ جب ان کی زندگی کے آخری لحات تھے تو اس وقت وہ آئی اور اپنے ابو کے سینے پر لیٹی تو ابو نے اس کو کوئی Responce (توجہ) نہ دی۔ وہ بھی آخر بچی تھی، ایک دو دفعہ تو اس نے ابو کو متوجہ کرنے کی کوشش کی، جب وہ متوجہ نہ ہوئے تو دوسرے کمرے میں جا کر اس نے رونا شروع کر دیا۔ ماں نے پوچھا: بیٹی! کیوں رو رہی ہے؟ کہنے لگی: ابو مجھ سے نہیں بولتے، اب میں نے بھی ابو سے نہیں بولنا، میں نے ابو سے کٹی کر لی ہے۔ ماں اس بچی کو لے کر اپنے میاں کے پاس آئی اور کہا: آپ حفصہ سے کیوں نہیں بولتے؟ حفصہ کہہ رہی ہے کہ میں نے ابو سے نہیں بولنا، آپ ذرا بولیں نا، حفصہ کو منالیں۔ جب بیوی نے یہ کہا کہ آپ حفصہ کو منالیں تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمانے لگے: کون سی حفصہ......؟ کیسی حفصہ......؟ ہم نے تو اپنے یار کو منالیا اور اسی کو دل میں بسا لیا ہے، یہ کہتے ہوئے کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ

رَسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔

تیسرا فریضہ......ترکِ صحبتِ صالحین کی ممانعت:

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ

اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر

یعنی ان غریب اور شکستہ حال مخلصین کو چھوڑ کر متکبر دنیا داروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اُٹھایئے کہ ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی رونق ہوگی۔ اسلام کی اصلی عزت و رونق، مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکوں سے نہیں، مضبوط ایمان و تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے، حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے، نہ زوال۔ چنانچہ اصحابِ کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور دنیا کے طالبوں کا انجام معلوم ہو چکا۔

کلامِ عرب میں ''العین'' کے معانی:

اہل عرب کے نزدیک ''اَلْعَیْن'' کے بہت سارے معانی ہیں: آنکھ۔ جاسوس۔ دینار۔ سونا۔ سود۔ سردار۔ کہان۔ سورج۔ سورج کی کرن۔ پرندہ۔ عیب۔ عزت۔ علم۔ مال۔ کونہ۔ نظر۔ پانی کا چشمہ اور پہاڑ وغیرہ۔ [بصائر ذوی التمیز: ۴/ ۵،۴]

قرآن مجید میں ''العین'' کا 17 طرح استعمال:

قرآن مجید میں ''العین'' کا لفظ 17 معانی میں استعمال ہوا ہے:

۱......بمعنی نگاہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ [ھود: ۳۷]

۲......حفاظت اور نگرانی کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ

رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ [الطور:۴۸]

3۔۔۔۔۔ نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ [طٰہٰ:۱۳۱]

4۔۔۔۔۔ انسانی آنکھ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝۸﴾ [البلد:۸]

5۔۔۔۔۔ خاص طور پر مومنین کی آنکھوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿تَرٰۤي اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ [المائدۃ:۸۳]

6۔۔۔۔۔ کفار کی آنکھوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ﴾ [الاعراف:۱۹۵]

7۔۔۔۔۔ بنی اسرائیل کے چشمے کے لیے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے طور پر پھوٹ پڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ [البقرۃ:۶۰]

8۔۔۔۔۔ پگھلے ہوئے تانبے کا وہ چشمہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو بطورِ معجزہ دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ [سبا:۱۲]

9۔۔۔۔۔ بمعنی سورج کے غروب ہونے کی جگہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾ [الکھف:۸۶]

۔۔۔جہنم کا ایک چشمہ جہاں سے کفار کو پانی پلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵﴾ [الغاشیہ:۵]

11۔۔۔۔۔ جنت میں بہنے والا وہ چشمہ جس کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲﴾ [الغاشیہ:۱۲]

12 ...... وہ دو چشمے جن کا اصحاب الیمین سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ﴾ [الرحمٰن:٦٦]

13 ...... جنت میں سلسبیل نامی چشمہ، جس کا سابقین سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا﴾ [الانسان:١٨]

14 ...... نیکوکار اور خواص لوگوں کے لیے جنت میں ایک چشمہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ﴾ [الانسان:٦]

15 ...... مقربین کے لیے جنت میں ایک چشمہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ﴾ [المطففین:٢٨]

16 ...... مجرم اور مظلوم کی آنکھ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ [المائدۃ:٤٥]

17 ...... یقین کے دیکھنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ﴾ [التکاثر:٧]

[ایضاً:٤/٥ تا ٧ بتغیر]

فوائد السلوک:

۞ ...... حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام سے فرما رہے ہیں کہ آپ ان فقراء مسلمین سے اپنی نگاہیں ہٹا کے ان کے غیر لوگوں پر نہ ڈالیں، اس لیے کہ ان کی نگاہیں مجھ سے کبھی بھی نہیں ہٹتیں)۔

۞ ...... اس میں پیروں کو حکم ہے کہ طالبین پر نظر رکھیں اور ان کی تربیت کے بارے میں ان سے اُکتائیں نہیں، چاہے دنیا کے اعتبار سے یہ گرے ہوئے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیصر روم نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے نبی علیہ السلام کے بارے

میں پوچھا: ''فَأَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟'' (امیر لوگ ان کی پیروی کررہے ہیں یا کمزور؟) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ'' (نہیں، بلکہ کمزور ہی ان کی اتباع کرنے والے ہیں)۔

✿......عالم شریعت اور شیخ طریقت پر لازم ہے کہ فقراء کی صحبت اور مجالست کو نعمت سمجھے اور اپنی مجلس کو عام رکھے۔ اُمراء اور اغنیاء کی رعایت سے اپنی مجلس سے فقراء کو نہ اُٹھائے۔ ایسا کرنا اللہ کے نزدیک مذموم ہے، فقراء اور مساکین کے پاس بیٹھنے سے دنیا، نظروں میں خوار ہوتی ہے۔

جینے مرنے کا ساتھ:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک نواب صاحب ملاقات کے لیے آئے۔ کھانے کا وقت ہوا تو دستر خوان بچھایا گیا، نواب صاحب بھی آئے، حضرت گنگوہی بھی بیٹھے اور محمود الحسن بھی آگئے...... جو بعد میں ''شیخ الہند'' بنے...... نواب صاحب نے جب ایک طالب علم کو دستر خوان پر بیٹھے دیکھا تو بڑے حیران ہوئے کہ یہ طالب علم میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہے۔ حضرت گنگوہی نے پہچان لیا کہ نواب صاحب طالب علم کے بیٹھنے سے کراہت ہورہی ہے، چنانچہ فوراً فرمانے لگے: نواب صاحب! اگر آپ کو کھانا اچھا لگتا ہے تو کھالیں، نہیں اچھا لگتا تو چھوڑ دیں، محمود الحسن اور میرا تو جینے مرنے کا ساتھ ہے، اس کو میں اپنے دستر خوان سے نہیں اُٹھا سکتا۔

✿......﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ (اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر) میں خصوصی طور پر آنکھ کا ذکر فرمایا، کیونکہ مشائخ کی آنکھ سے بھی توجہات خارج ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس پر پڑتی ہیں، اثر ڈال دیتی ہیں، اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اللہ والوں کی نظر میں

رہو۔ کہتے ہیں: ''خدا کرے تجھ پر کسی کی نظر پڑ جائے۔'' علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خرد کے پاس عقل کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

کتنی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ سالک گناہوں سے لتھڑا ہوا آتا ہے، شیخ کی ایک نظر سے وہ دُھل جاتا ہے۔ کئی مرتبہ سالک کے معمولات چھوٹ جاتے ہیں، پوری کوشش کے باوجود توفیق نہیں ملتی، لیکن شیخ کی محفل میں آتا ہے تو شیخ کی ایک نظر سے مہینوں کے چھوٹے ہوئے معمولات دوبارہ شروع ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہے تقدیریں

ولایت ، بادشاہی ، علمِ اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نقطۂ ایمان کی تفسیریں
براہیمی نظر پیدا کر مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

انتقالِ فیض کے چار طریقے

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے باطنی فیض کو منتقل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اختیار فرمائے ہیں:

① ...... کپڑے کے ذریعے فیض کا انتقال:

حضور اکرم ﷺ کبھی تو کپڑے کے ذریعے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں فیض منتقل کیا کرتے تھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

''إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنْسَاهُ''

''میں آپ سے بہت ساری حدیثیں سنتا ہوں، لیکن بعد میں بھول جاتا ہوں۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''اُبْسُطْ رِدَاءَكَ''

''اپنی چادر بچھاؤ۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چادر بچھائی۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے میری چادر میں لپیں ڈالنی شروع کر دیں۔ تین مرتبہ ایسی لپیں ڈالیں، (ہاتھ خالی تھے، کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا) پھر فرمایا:

''ضُمَّهُ''

''اس کو اپنے سینے سے لگا لو۔''

فرماتے ہیں کہ میں نے وہ چادر سینے سے لگا لی۔

''فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ.'' [صحیح البخاری، حدیث:۱۱۹، باب: حفظ العلم]
''اس کے بعد میں کبھی کوئی حدیث نہیں بھولا۔''
نبی علیہ السلام کے قلب مبارک میں ایک نعمت تھی جو آپ ﷺ نے چادر کے ذریعے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینے میں منتقل فرمائی۔

②...... ہاتھ کے ذریعے فیض کا انتقال:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کے ذریعے سے فیض منتقل کیا جائے۔ حضور ﷺ بھی اپنے ہاتھ سے باطنی فیض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں منتقل کیا کرتے تھے۔
چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے ایک بہت بڑے مشن پر روانہ کرنا چاہا، مجھے صحابہ کی ایک جماعت کا امیر بنایا اور فرمایا کہ ان کو ساتھ لے جاؤ اور فلاں کام کر کے آؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا تو حال یہ ہے کہ گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے کہ گر جاؤں گا۔ فرماتے ہیں: ''فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ اَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي'' [صحیح البخاری، رقم: ۴۰۹۸]
(حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پہ رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے حضور ﷺ کی انگلیوں کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا)۔

جرأت ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا
ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے
کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار
جب تک تُو اسے ضربِ کلیمی سے چیرے

جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا، وہ ہنر کیا:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور کہنے لگا: حضرت! کبھی کبھار میرے دل میں یہ چاہت پیدا ہوتی ہے کہ میں کافر ہو جاؤں۔ (نعوذ باللہ!) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سینے پہ ایک زوردار تھپڑ مارا اور فرمایا کہ چل دفع ہو جا! تیرے جیسوں کی اسلام کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بندہ کہتا ہے کہ بظاہر تو انہوں نے یہ الفاظ بولے، لیکن معلوم نہیں اس تھپڑ میں کیا کمال تھا کہ پھر دوبارہ میرے دل میں کبھی اسلام کے بارے میں کوئی وسوسہ پیدا نہیں ہوا۔

اے اہل نظر ! ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شئے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
بے معجزہ دنیا میں سدھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا ، وہ ہنر کیا

③...... سینے سے لگا کر فیض کا انتقال:

بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحابی کو اپنے سینے سے لگا کر ان کے قلب میں فیض منتقل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ:

✿...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ضَمَّنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور پھر یہ دعا دی: ''اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ'' [صحیح البخاری، رقم: ۷۵]

✿...... ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجھے یہ دعا دی: ''اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ'' [مسند احمد، رقم: ۲۳۹۷] (اے اللہ! اس کو دین میں فقاہت اور تفسیر

کا علم عطا فرما۔

جبرئیل علیہ السلام کا نبی علیہ السلام کو انتقالِ نسبت: (۱)

حضور ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: پڑھ!

آپ ﷺ نے فرمایا:

''مَا أَنَا بِقَارِئٍ'' ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے فرشتے نے پکڑ کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: پڑھ!

میں نے کہا:

''مَا أَنَا بِقَارِئٍ'' ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: پڑھ!

میں نے کہا:

''مَا أَنَا بِقَارِئٍ''''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سینے سے لگا کر کوئی چیز آپ ﷺ کے قلب میں منتقل کی گئی۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ:

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی عمر اس وقت چالیس سال تھی اور اس عمر میں ساتھ ساتھ پڑھنا کوئی مشکل نہیں، جبکہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ ساتھ پڑھ سکتے ہیں، بچے کو کہو کہ پڑھ بیٹا بسم اللہ، وہ بھی کہتا ہے پڑھ بیٹا بسم اللہ۔ تو چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ نے کیسے فرمایا کہ میں نہیں پڑھ سکتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے پاس ریشم کا ایک ٹکڑا تھا، اس میں کچھ لکھا ہوا تھا، اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''اِقْرَأْ'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں... اور جو بچے کو پڑھایا جاتا ہے وہ تو زبانی ہوتا ہے، یہاں تو لکھا ہوا تھا، زبانی نہیں تھا۔

[فوائد صفدریہ، صفحہ ۵۲۲]

④..... نظر کے ذریعے فیض کا انتقال:

فیض کے انتقال کا چوتھا ذریعہ نظر ہے۔ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب بات فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو! بری نظر کا لگ جانا شریعت سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ.)) [سنن أبي داود، رقم: ۳۸۸۱]

''نظر کا لگ جانا حق ہے۔''

پھر فرماتے تھے کہ جس نظر کے اندر بغض ہے، کینہ ہے، عداوت ہے، دشمنی ہے، اگر وہ انسان پر اثر انداز ہو سکتی ہے تو شیخ کی وہ نظر جس میں شفقت ہو، رحمت ہو، محبت ہو،

عنایت ہو، اخلاص ہو، انسان کے دل پر کیوں اثر نہیں کرے گی؟

نظر نظر ہے اس کی جولانیاں نہ پوچھ
اُڑے تو بجلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کردے

''اَلعَینُ حَقٌّ'':

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نظر کا لگ جانا برحق ہے۔ جس طرح بُری نظر کا اثر ہوتا ہے اسی طرح اچھی نظر کی بھی تاثیر ہے۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''وَ ضِدُّ هٰذَا الْعَيْنِ نَظَرُ الْعَارِفِيْنَ''

''اور اس کے بالمقابل عارفین اور نیک لوگوں کی نظر ہوتی ہے۔''

''فَاِنَّهٗ مِنْ حَيْثُ التَّأْثِيْرِ الْإِكْسِيْرِ يَجْعَلُ الْكَافِرَ مُؤْمِنًا''

''اللہ والوں کی نظر اپنی زبردست تاثیر کی بدولت کافر کو مؤمن بنا دیتی ہے۔''

''وَ الْفَاسِقَ صَالِحًا'' ''فاسق کو نیک بنا دیتی ہے۔''

''وَ الْجَاهِلَ عَالِمًا'' ''جاہل کو عالم بنا دیتی ہے۔''

اور آخر میں فرماتے ہیں:

''وَ الْكَلْبَ اِنْسَانًا.'' [مرقاۃ المفاتیح: ۱۳/ ۳۰۱، کتاب الطب والرقی]

''اور کتے کو انسان بنا دیتی ہے۔''

وہ بندہ جو کتوں جیسی خصلتوں کا مالک ہوتا ہے، جب اس پر اللہ والوں کی نظر پڑ جاتی ہے تو اس کے دل کی دنیا میں انقلاب آ جاتا ہے اور وہ حقیقی معنوں میں انسان بن جاتا ہے۔

جو نظر سے دل کو بدل سکے، مجھے اس گدا کی تلاش ہے:

امام شعبہ رحمہ اللہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ ایک جگہ پہ درسِ حدیث دیا کرتے تھے، قریب ایک بستی میں ایک بدنامِ زمانہ شرابی ڈاکو رہتا تھا، مخلوقِ خدا کے لیے وبال بنا ہوا تھا، سارے لوگ اس سے پریشان تھے۔ جہاں پہ حضرت درس دیا کرتے تھے، اسی راستے سے وہ روزانہ گزرا کرتا تھا، حضرت کی طرف دیکھتا تھا، نہ تو کبھی حضرت نے اس کو بلایا اور نہ کبھی اس نے خود حضرت کی مجلس میں آنے کی تکلیف گوارا کی۔

ایک دن حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ درسِ حدیث سے فارغ ہوئے، گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے گھر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ان کو وہی ڈاکو مل گیا۔ چنانچہ وہ حضرت کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہنے لگا:

''حَدِّثْنِیْ''

''تُو لوگوں کو حدیثیں سناتا ہے، آج مجھے بھی کوئی حدیث سنانی ہوگی۔''

حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مَا أَنْتَ مِنْ أَصْحَابِ الحَدِيْثِ فَأُحَدِّثُكَ''

''تُو حدیث پڑھنے والوں میں سے نہیں ہے کہ میں تجھے حدیث بیان کروں۔''

اس گستاخ شرابی ڈاکو نے پھر کہا:

''حَدِّثْنِیْ أَوْ أَجْرَحُكَ''

یہ کوئی طریقہ نہیں تھا حدیث پڑھنے کا، یہ کوئی انداز نہیں تھا، یہ تو گستاخی اور بے ادبی تھی...... حضرت نے پہلے تو کوشش کی کہ میں کسی طرح اس سے جان چھڑا لوں، اس کے ساتھ میں نے کیا اُلجھنا ہے؟ لیکن اس نے گھوڑے کی لگام کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا،

چھوڑ نہیں رہا تھا، حتیٰ کہ حضرت جلال میں آگئے اور متصل سند کے ساتھ ایک حدیث سنائی:

''حَدَّثَنِي مَنْصُورُ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا لَمْ تَسْتَحِي فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.''

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ کے اندر سے حیا ختم ہو جائے تو پھر جو جی چاہے تُو کر سکتا ہے۔''

ع بے حیا باش و ہرچہ خواہی باش

''بے حیا بن جا تو سب کچھ بن سکتا ہے۔''

یہ حدیث تھی جو اللہ والے کی زبان سے نکلی، تیر کی طرح اس ڈاکو کے دل میں پیوست ہوگئی، اس کے دل پہ چوٹ لگی، افسوس ہوگیا، آنکھیں کھل گئیں، اس کو احساس ہوگیا کہ میں اتنا برا آدمی ہوں، عام لوگوں کو تو پریشان کرتا رہا ہوں اب میں نے اللہ والوں کو بھی پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اسی وقت حضرت سے معافی مانگی۔ نہ صرف معافی مانگی، بلکہ حضرت کے شاگردوں میں شامل ہوگئے اور نہ صرف یہ کہ حضرت کے شاگردوں میں شامل ہوگئے، بلکہ وہی ڈاکو بعد میں اتنے عظیم محدث بنے کہ آج محدثین کی دنیا میں ان کو ''عبداللہ بن مَسلمہ قَعنبی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

لاکھوں حدیثیں ان کو حفظ ہوگئیں اور ایک ایسے مقام پہ پہنچے کہ لاکھوں حدیثیں حفظ کرنے والے محدثین ان کے شاگرد بنے، یہ ان کا حلقۂ درس لگا ہوا ہے، ان کے سامنے امام بخاری شاگرد بن کے بیٹھے ہوئے ہیں، امام مسلم بیٹھے ہوئے ہیں، امام ابوداؤد، امام ذہلی، امام ابوحاتم رازی، امام نسائی، امام دارمی اور امام ابوزرعہ شاگرد بن کے بیٹھے ہوئے ہیں، وہ امام ابوزرعہ ان کے شاگرد بنے جنہوں نے ایک مرتبہ قسم اُٹھائی کہ مجھے

صرف ایک لاکھ حدیثیں تو ایسی یاد ہیں جیسے لوگوں کو سورۂ اخلاص یاد ہوتی ہے۔

۞...... اسی امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مَا كَتَبْتُ عَنْ أَحَدٍ أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنَ الْقَعْنَبِيِّ'' (میرے اساتذہ میں سب سے بہتر تھے)۔

۞...... امام ذہبی فرماتے ہیں: ''لَازَمَ مَالِكَ ابْنَ أَنَسٍ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً'' (عبداللہ بن مَسلمہ قعنبی نے 30 سال امام مالک کی صحبت اختیار کی۔ حتیٰ کہ ''موطا امام مالک'' کے راویوں میں سے سب سے زیادہ مضبوط راوی بن گئے)۔

۞...... شیخ حُنینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم امام مالک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن مَسلمہ قعنبی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، امام مالک نے اپنے اس مایہ ناز شاگرد کی عزت و احترام کے طور پر اپنی مجلس والوں سے فرمایا: ''قُومُوا بِنَا إِلَى خَيْرِ أَهْلِ الْأَرْضِ'' (روئے زمین پر رہنے والوں میں سب سے بہتر انسان کے احترام میں کھڑے ہو جاؤ)۔

۞...... امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظر نے عبداللہ بن مَسلمہ قعنبی کو مجسّمۂ خشیت بنایا کہ امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا: ''لَمْ أَرَ أَخْشَعَ مِنْهُ'' (میں نے عبداللہ بن مَسلمہ قعنبی سے زیادہ خشوع والا بندہ نہیں دیکھا)۔

۞...... عمرو بن فلّاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''كَانَ الْقَعْنَبِيُّ مُجَابَ الدَّعْوَةِ'' (عبداللہ بن مَسلمہ قعنبی مستجاب الدعوات تھے)۔

۞...... محمد بن عبدالوہاب فرّاء فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ میں اللہ والوں سے سنتے تھے کہ عبداللہ بن مَسلمہ قعنبی اَبدال میں سے ہیں۔

۞...... حمدان بن سہل بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مَا رَأَيْتُ أَحَدًا إِذَا رُؤِيَ ذُكِرَ اللّٰهُ

تَعَالٰی إِلَّا الْقَعْنَبِیُّ'' (عبداللہ بن مَسلمہ قعنبی کے چہرے کو دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا)۔

...... شیخ ہاشم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم ان کے پاس آئے تو یہ گھر سے باہر تشریف لائے، ان کے چہرے سے ایسا خوف ٹپک رہا تھا''کَأَنَّہٗ مُشْرِفٌ عَلٰی جَہَنَّمَ'' (گویا کہ ابھی جہنم کو دیکھ کر آرہے ہوں)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اللہ والوں کی نظر میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا کمالِ نظر:

سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے بہت بڑے صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا مراقبہ گھنٹوں کا نہیں، بلکہ دنوں اور ہفتوں کا ہوتا تھا، چالیس چالیس دن مراقبہ کرتے تھے۔ فرض نماز پڑھتے اور پھر مراقب ہوجاتے تھے، ان کے چہرے پہ اتنا نور ہوتا تھا کہ لوگ دیکھ کر بیہوش ہوجاتے تھے، یہ اپنے چہرے کو رومال سے چھپائے رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ میں بڑی تاثیر رکھی تھی، جس پر نگاہ پڑتی تھی، جذب کی کیفیت پیدا کردیتی تھی، حضرت علی بن محمد سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کَانَ سَیِّدِیْ أَحْمَدُ الْبَدْوِیُّ إِذَا نَظَرَ إِلَی الْمُرِیْدِ نَظْرَۃً مَخْصُوْصَۃً یُوْصِلُہٗ بِتِلْکَ النَّظْرَۃِ إِلٰی مَقَامِ الشُّھُوْدِ'' (میرے شیخ سید احمد بدوی جب اپنے کسی مرید پر مخصوص قسم کی نظر ڈالتے تھے تو اس ایک نظر کے ذریعے اسے ''مقامِ شہود'' پہ پہنچا کے چھوڑتے تھے)۔

ہم وہ ساقی ہیں کہ دیوانہ بنا دیتے ہیں
جام خالی ہوں تو نظروں سے پلا دیتے ہیں

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نظر:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی نگاہ میں اتنی لذت ہوتی تھی

کہ ایمان تازہ ہو جاتا تھا اور ''تَعْدِلُ عِبَادَةَ سَنَةٍ'' ایک سال کی عبادت جتنا مزہ آتا تھا۔

تم سمندر کی بات کرتے ہو
لوگ آنکھوں میں ڈوب جاتے ہیں

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کا فیض:

سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خاندانِ ولی اللہ کے تربیت یافتہ تھے، آپ کی نظر میں اللہ نے بڑی تاثیر رکھی تھی، کسی کافر پہ پڑ جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ اس کو اسلام کی دولت عطا فرما دیتے تھے، اللہ کے ہاں بڑے مقبول بندے تھے، چنانچہ آپ کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پہ 20 لاکھ لوگوں نے اسلام کی بیعت کی، جن میں 40 ہزار کافر تھے۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا
گو نشیند در حضورِ اولیاء

''جو خدا کی ہمنشینی کا طالب ہو، اس سے کہو کہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھا کرے۔''

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں تاثیر:

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے! فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مسجد فتح پور دہلی میں چالیس دن کا اعتکاف کیا۔ جب باہر دروازہ پر آئے تو ایک کتے پر نظر پڑ گئی، ذرا غور سے اس کو دیکھا۔ اس کتے میں ایسی جاذبیت آئی کہ دوسرے کتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے، وہ جہاں جا کر بیٹھتا دوسرے کتے اس کے ساتھ جا کر بیٹھتے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ واقعہ سنا تو ہنس کر فرمایا کہ وہ ظالم کتا بھی کتوں کا پیر بن گیا۔

دیکھا! ولیٔ کامل کی نظر ایک جانور پر پڑی تو اس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہوگئی۔ اگر انسان پر نظر پڑے گی تو اس کے اندر وہ کیفیت پیدا کیوں نہیں ہوگی؟

توجہ سے قلب جاری ہوگیا:

ایک شخص حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، ان کا قلب ان کے زعم کے موافق ذکر سے جاری نہ ہوتا تھا۔ ان کی یہ حالت تھی کہ اکثر درویشوں کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ بعض دوستوں نے منع کیا کہ در بدر پھرنا مناسب نہیں، ہرجائی مشہور ہوجاؤ گے۔ وہ شاکی تھے کہ قلب ذکر سے جاری نہیں ہوتا۔ اس طلب میں پریشان پھرتا ہوں۔ حضرت گنگوہی سے شکوہ کیا گیا کہ فلاں صاحب کی یہ حالت ہے۔ حضرت نے سمجھایا کہ قلب کا جاری ہونا، مقصود بالذات نہیں، ذکر کرتے رہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ خواہ مقصود ہو یا نہ ہو۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ اگر میری مراد پوری ہوجائے تو پھر کہیں نہ جاؤں۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ جاؤ مسجد میں بیٹھو۔ اس ارشاد سے یہ سمجھا کہ شاید میری مراد پوری ہوجائے اور یہ اسی طرف اشارہ ہو۔ غرض مسجد میں جاکر بیٹھ گئے اور ذکر میں مشغول ہوگئے۔ حضرت قدس اللہ سرہٗ وضو کرکے کھڑاؤں (لکڑی کا سلیپر جس کی گھنڈی کو انگوٹھے کے ساتھ اٹکاتے ہیں) پہنا کرتے تھے۔ حضرت مسجد کی طرف تشریف لے چلے، بس کھڑاؤں کی کھٹ کھٹ ان کو محسوس ہونا تھا کہ قلب جاری ہوگیا۔ یہ توجہ کا اثر تھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ واقعی بڑے پائے کے شیخ تھے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت:

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی خادم کی گنگوہ میں کسی عورت سے آنکھ لگ گئی اور ملنے کا وقت اور جگہ بھی مقرر ہوگیا۔ یہ صاحب حضرت مولانا کی چارپائی صحن میں بچھا کر

اور سب کام سے فراغت پا کر حسب وعدہ اس مقام کی طرف چلے۔

ان کے خانقاہ سے نکلتے ہی آسمان سے ایک بدلی اُٹھی (حالانکہ اس سے پہلے آسمان بالکل صاف تھا) جب یہ اس مقام پر پہنچے تو عورت حسب وعدہ اس مقام پر ان کا انتظار کر رہی تھی، ابھی آپس میں کچھ گفتگو بھی نہ ہوئی تھی کہ بجلی اس زور سے کڑکی کہ یہ دونوں گھبرا گئے۔ ادھر تو ان کو یہ خیال ہوا کہ مولانا کی چارپائی صحن میں پڑی ہوئی ہے، اگر اُٹھ آئے اور مجھے نہ پایا تو کیا کہیں گے؟ ادھر اس عورت کو خیال ہوا کہ اگر گھر والے اُٹھ آئے اور مجھے نہ پایا تو کیا کہیں گے؟

بس دونوں یہ سوچ کر اپنے اپنے مقام کی طرف بھاگے، انہوں نے یہاں آ کر دیکھا تو مولانا چارپائی پر پاؤں لٹکائے ہوئے مراقب بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کوئی شیخ کسی مرید کو توجہ دیتا ہے (ان کے آنے تک آسمان پر ابر اور بجلی کا پتہ بھی نہ رہا) یہ چپکے سے آ کر لیٹ گئے۔

ان کے آ کر لیٹنے کے بعد مولانا بھی چارپائی پر بدستور سابق استراحت فرمانے لگے، صبح کے وقت جب مجلس ہوئی تو مولانا نے نفس کو قابو میں رکھنے کے فضائل بیان فرمائے، جس سے یہ بالکل تائب ہو گئے اور پھر بہت اچھی حالت ہو گئی۔

خواجہ غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ:

خواجہ غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے، وہ بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے، جس کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتے تھے وہ مسلمان ہو جاتا تھا، ہندوؤں نے انگریز کی عدالت میں مقدمہ درج کروا دیا کہ یہ ہمیں زبردستی مسلمان کرتے ہیں۔ انگریز جج نے ان کو عدالت میں طلب کر لیا۔

عدالت میں پہنچے تو جج نے پوچھا: جی! آپ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان کیوں کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: نہیں! میں نے تو ان کو مسلمان نہیں کیا، یہ تو خود مسلمان ہوئے ہیں۔ جج نے اصرار کیا کہ نہیں تُو نے ان کو مسلمان کیا ہے، آخر حضرت نے ہندو تھانیدار کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا، دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا، اس طرح وہاں کھڑے ہوئے پانچ ہندوؤں نے کلمہ پڑھ لیا۔ اب انگریز جج کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں میری طرف اشارہ نہ ہو جائے، چنانچہ اس نے مقدمہ ہی خارج کر دیا۔

حضرت اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور قبولیت:

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت سے 90 لاکھ افراد مسلمان ہوئے۔ آج انہیں ''سلطان الہند'' کہا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک انگریز ہندوستان آیا، جب وہ واپس گیا تو اس سے کسی نے پوچھا کہ تو نے ہندوستان میں کیا عجیب چیز دیکھی؟ اس نے کہا: ''اجمیر میں ایک عجیب منظر دیکھا کہ صدیوں سے ایک آدمی زیر زمین سو رہا ہے، لیکن زمین پہ چلنے والے لاکھوں انسانوں کے دل و دماغ پر حکومت کر رہا ہے۔'' وفات کے بعد آپ کی پیشانی مبارک پر قدرت کے قلم سے لکھا گیا:

''هٰذَا حَبِيبُ اللهِ، مَاتَ فِي حُبِّ اللهِ''

''یہ شخص اللہ کا دوست ہے اور اللہ کی محبت میں اسے موت آئی ہے۔''

سینما کی محبت نفرت میں بدل گئی:

ایک نوجوان مسمی عبدالستار مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا ملتجی ہوا اور اس

نے عرض کی کہ حضرت! سینما کو بہت جی چاہتا ہے، طبیعت قطعاً نہیں رُکتی۔ حضرت نے چند منٹ خاموشی اختیار کی اور توجہ فرمائی۔ پھر پوچھا تو عبدالستار نے فوراً عرض کیا کہ حضرت! اب تو دل میں نفرت پیدا ہو چکی ہے۔

[مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات، ص ۱۲۱]

تنبیہ محبوبانہ:

تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی

مطلب یہ ہے کہ اگر آپ فقراء مومنین سے آنکھیں پھیر لیں گے اور مالدار کفار کی طرف توجہ دے دیں گے تو گویا کہ پھر آپ دنیا کی ظاہری ٹھاٹھ باٹھ چاہ رہے ہوں گے، حالانکہ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ آپ کفار کے ظاہری اسباب سے متاثر نہ ہوں کہ یہ لوگ اسلام کو قوت پہنچا سکیں گے، بلکہ غریب مسلمانوں پر نظر رکھیے، یہی آپ کے لیے جان کھپائیں گے۔

قرآنِ مجید کا اعجاز:

- ......قرآن مجید میں لفظ ''دنیا'' 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے اور اس کے مقابلے میں لفظ ''آخرت'' بھی 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔
- ......''یوم'' کا لفظ 365 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شمسی سال میں 365 دن ہوتے ہیں۔
- ......شَہر (مہینہ) کا لفظ 12 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور سال میں کل مہینے بھی 12 ہوتے ہیں۔

۞......''حیات'' کا لفظ 145 مرتبہ اور اس کے مقابلے میں ''موت'' کا لفظ بھی 145 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

دنیا کی حقیقت:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ بہت اچھے انداز میں دنیا کی حقیقت سمجھائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

چیست دنیا اَز خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زَن

''دنیا کیا ہے؟ اللہ رب العزت سے غافل ہونے کا نام دنیا ہے۔ مال، پیسے، بچے اور بیوی کا نام دنیا نہیں ہے۔''

مشائخ فرماتے ہیں: ''مَا أَلْهَاكَ عَنْ مَّوْلَاكَ فَهُوَ دُنْيَاكَ'' (جو چیز آپ کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے، بس وہی دنیا ہے)۔ گویا جو چیز بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے، وہی دنیا ہے۔ خواہ وہ کوئی چیز بھی ہو... اگر وہ بیوی ہے تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوگی... اگر وہ بچے ہیں تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوں گے... اگر کاروبار ہے تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوگا... مکان ہے تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوگا... اور اگر کوئی اور کام ہے تو وہ بھی دنیا میں شامل ہوگا... ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی مصلے پر بیٹھا ہوا بھی دنیادار ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی دکان پر بیٹھا ہوا بھی دین دار ہو۔ یہ دل کی حالت پر منحصر ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ:

سلسلۂ نقشبندیہ کے سرخیل امام حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے پاس باطنی مال و دولت کے ساتھ ساتھ ظاہری دولت وثروت کی ریل پیل بھی تھی۔ حضرت مولانا

عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ انہی کے ہم عصر، فارسی کے مشہور شاعر اور اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی شہرت سنی تو اپنے تزکیہ اور اصلاح کے لیے ان سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی خانقاہ پہنچے تو انہوں نے گھر دیکھا، نوکر چاکر دیکھے، گھوڑے باندھنے کے لیے زمین میں لگے ہوئے سونے کے نصب کیل دیکھے، بدگمانی سی ہوئی کہ دنیاداروں جیسی ٹھاٹھ باٹھ اللہ والوں کی تو نہیں ہوتی، معلوم ہوتا ہے کہ میں غلط جگہ آ گیا ہوں، شاعر تو تھے ہی، ایک مصرعہ اپنے ساتھ کہہ دیا:

ع نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

''وہ شخص مرد خدا نہیں، جو دنیا کو دوست رکھتا ہو۔''

واپس پلٹے، قریب کوئی مسجد تھی وہاں چلے گئے کہ ذرا آرام کرلوں، نیند کا غلبہ ہوگیا، خواب میں دیکھا کہ دو فرشتوں نے آ پکڑا، الزام یہ تھا کہ تم نے فلاں کا قرض ادا نہیں کیا، ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں جیل بھیج دیا جائے، آپ شور مچا رہے ہیں کہ میں ایک پردیسی ہوں، یہاں تو میرے پاس کچھ نہیں، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سواری پر حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ تشریف لا رہے ہیں، انہوں نے قریب آ کر پوچھا کہ اس غریب کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟ بتایا کہ اس نے قرض ادا نہیں کیا۔ پوچھا: کتنا قرض ہے؟ بتایا کہ اتنا قرض ہے، آپ نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ قرض ادا کر دو، قرض ادا ہوگیا تو انہوں نے مولانا عبدالرحمٰن جامی کو چھوڑ دیا۔

یہ سارا خواب کا ماجرا تھا۔ آنکھ کھلی تو سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ہے، میں نے لوٹنے میں جلد بازی کی ہے۔ دوبارہ گئے، حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ سے ملاقات ہوگئی، جو کچھ پیش آیا تھا کہہ سنایا، حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا: واپسی کے وقت آپ نے جو مصرعہ کہا تھا، اب پڑھو۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے

پڑھا:

نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

حضرت خواجہ صاحب نے دوسرا مصرعہ یوں پڑھا:

اگر دارد برائے دوست دارد

''اگر وہ دنیا اپنے پاس رکھے تو اپنے نفس کے لیے نہ رکھے، بلکہ دوست یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے رکھے۔''

بس اتنا سا فرق ہے کہ صرف اپنے لیے رکھنے سے دنیا سر تا سر تباہی ہے اور اللہ کے لیے رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بن جاتی ہے۔

دو آدمیوں کی قلبی کیفیت:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں حج پر گیا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعا مانگ رہا تھا، جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا دل اللہ سے غافل تھا۔ وہ اس لیے کہ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی حج پر آئے ہوئے تھے، دعا مانگتے وقت اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش! میرے دوست مجھے دیکھتے کہ میں کیسے رو رو کر دعا مانگ رہا ہوں۔ وہ آدمی یہ عمل اللہ کے لیے نہیں، بلکہ دکھاوے کے طور پر کر رہا تھا۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد منیٰ میں آیا، وہاں ایک نوجوان اپنا مال فروخت کر رہا تھا، اس کے اِرد گرد اتنا ہجوم تھا کہ وہ لوگوں کے جھرمٹ میں گھرا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس کے دل کو ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں پایا۔

دست بہ کار دل بہ یار:

یہی مقصودِ زندگی ہے کہ ہم اپنے کاروبار میں ہوں یا جہاں کہیں بھی ہوں، ہمارا دل ہر وقت اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہو۔ یعنی دَست بہ کار دل بہ یار، انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝﴾ [النور:٣٧]

''جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوۃ دینے سے، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں اُلٹ پلٹ کر رہ جائیں گی۔''

دنیا کی مثال:

مومن کو چاہیے کہ دنیا کو ایسا سمجھے:

◆...جیسے کشتی کے لیے پانی۔ چنانچہ پانی کشتی کے نیچے رہے گا تو ٹھیک ہے، اوپر آئے گا تو کشتی کی تباہی کا ذریعہ بنے گا۔

◆...جیسے پاؤں کے لیے جوتی۔ چنانچہ جوتی پاؤں میں رہے تو ٹھیک ہے، اگر سر پہ رکھے گا تو لوگ اس کو پاگل سمجھیں گے۔

◆...سوار کے لیے سواری۔ سواری نیچے رہے تو بہتر ہے، نہ کہ اپنے سر کے اوپر اس کو رکھے۔

دنیا جیب میں ہو، دل میں نہ ہو:

◆...شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِي أَيْدِيْنَا، وَلَا تَجْعَلْهَا فِي قُلُوبِنَا'' (اے اللہ! اس دنیا کو ہمارے ہاتھوں تک محدود رکھنا، اس کو ہمارے دلوں میں

جگہ نہ بنانے دینا)۔

۞...شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الدُّنیا في الید یجوز، في الجیبِ یجوز، أمّا فِي القَلْبِ فَلا یجُوزُ" (دنیا، اگر ہاتھ میں ہو تو ٹھیک، جیب میں ہو تو ٹھیک، مگر اس کو دل میں جگہ دینا جائز نہیں ہے)۔

دنیا ایک حسین خواب کی مانند ہے:

امام باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إجْعَلِ الدُّنیا کَمَنـزِلٍ نَزَلْتَ بِهٖ، وَارْتَحَلْتَ مِنْهُ، وَ کَمَالٍ أَصَبْتَهُ فِي مَنَامِكَ، ثُمَّ اسْتَیقَظْتَ وَلَیْسَ مَعَكَ مِنْهُ شَيْءٌ" (دنیا کو ایسے سمجھو جیسے آپ نے دورانِ سفر کہیں پڑاؤ ڈالا ہو اور پھر وہاں سے کوچ کر گئے ہوں۔ اور دنیا کو اس مال کی طرح سمجھو جو آپ نے خواب کی حالت میں حاصل کیا ہو، پھر جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا)۔

دنیا اور لوگوں کا آپس میں تعلق:

بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حُبُّ لِقَاءِ النَّاسِ حُبُّ الدُّنْیَا، وَتَرْكُ لِقَاءِ النَّاسِ تَرْكُ الدُّنْیَا" (لوگوں سے میل جول رکھنا دنیا کی محبت کا باعث ہے اور اس کو ترک کر دینا دنیا کو چھوڑ دینے کے مترادف ہے)۔

فوائد السلوک:

۞......آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مالدار دنیاداروں کے مال و دولت کی وجہ سے ان کی عزت کرنا اور ان کی خاطر تواضع کرنا، صحیح نہیں ہے۔ اس سے بندے کا اپنا ایمان خراب ہو جاتا ہے، علم کا نور اُٹھ جاتا ہے، مساکین کی محبت دل سے ختم ہو جاتی ہے، غیر اللہ سے طمع پیدا ہو جاتی ہے اور یوں بندہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

چوتھا فریضہ......اطاعتِ طالح سے اجتناب: (۱)

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے

اس آیت مبارکہ میں طالح (بُرے لوگ) کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تین بُرائیاں بیان کی گئی ہیں: غفلت، خواہش پرستی اور حد سے تجاوز۔

یعنی جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل ہیں، ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ کان نہ دھریں، خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولت منداور جاہ وثروَت والے ہوں۔ روایات میں آتا ہے کہ بعض صنادید قریش جیسے اُمیہ بن خلف اور عیینہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ ان غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے اُٹھا دیجیے، تا کہ سردارانِ کفار آپ کے پاس بیٹھ سکیں۔ [زاد المسیر: ۷۹/۳]

ممکن ہے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو پکے مسلمان ہیں، مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے اور یہ دولت منداس صورت میں اسلام قبول کر لیں گے۔ اس پر یہ آیت اُتری کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانیے کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ہی ظاہر کرتی ہے کہ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر فقط ایک وہمی فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ نیز امیروں اور غریبوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے سے احتمال ہے کہ عام لوگوں کے قلوب میں پیغمبر کی طرف سے (معاذ اللہ) نفرت اور بدگمانی پیدا ہو جائے جس کا ضرر اس ضرر سے کہیں زائد ہوگا جو ان چند متکبرین کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تصور کیا جا سکتا ہے۔

''غفلت'' کے لیے استعمال شدہ الفاظ: (۱)

''غفلت'' کے لیے مختلف قسم کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1...... ''غَفْلَت'' کا معنی ہے: بھول بغیر ارادے کی وجہ سے یا سستی ارادۃً کی وجہ سے کوئی کام نہ کرنا، یا کسی دوسرے کے کام سے بے پروائی کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً﴾ [النساء:۱۰۲]

اور ''إِغْفَال'' کا معنی ہے: دوسرے کی توجہ کسی اور طرف لگانا، اسے کسی کام کے کرنے سے غافل کرنا یا روک دینا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ [الکہف:۲۸]

2...... ''سَہْو''، وہ عمل جو غفلت کی وجہ سے سرزد ہو۔ اگر بغیر ارادے کے ہو تو قابلِ معافی ہے اور اگر ارادۃً ہو تو قابلِ مؤاخذہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝﴾ [الماعون:۴، ۵]

3...... ''سُمُود''، غفلت میں پڑ کر اصل کام کی بجائے کسی کھیل کود میں مشغول ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝﴾ [النجم:۶۰ تا ۶۲]

4...... ''لَہْو''، ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اصل مقصد سے ہٹائے رکھے۔ اس کا سبب بھول نہیں ہوتا، بلکہ لہو ولعب یا کوئی دوسرا کام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝﴾ [التکاثر:۱]

صوفیائے کرام کے نزدیک غفلت کا مفہوم:

......ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے غفلت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "إِهْمَالُ مَا أُمِرْتَ بِهٖ وَ نِسْيَانُ تَوَاتُرِ نِعَمِ اللّٰهِ عِنْدَكَ" (جس چیز کا حکم دیا گیا ہو، اس سے لاپرواہی برتنا اور اللہ کی طرف سے مسلسل اُترنے والی نعمتوں کو بھول جانا)۔

......شیخ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اَلْغَفْلَةُ سُكُوْنُ السِّرِّ إِلٰى شَيْءٍ سِوَى الْحَقِّ" (دل کا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور چیز میں سکون محسوس کرنا، غفلت کہلاتا ہے)۔

......شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اَلْغَفْلَةُ هِيَ جَنَابَةُ الْبَاطِنِ الْمَانِعَةُ مِنْ دُخُوْلِ حَضْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ فَهْمِ كَلَامِهٖ" (غفلت، باطن کی جنابت کا نام ہے، جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں داخل ہونے اور اس کا کلام سمجھنے سے روک دیتی ہے)۔

غافل بر دو قسم است:

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غافل دو قسم کے ہوتے ہیں:

[1]......ایک غافل وہ ہوتا ہے جو دنیا اور خواہش نفسانی میں مستغرق ہونے کی وجہ سے آخرت میں حساب دینے سے غافل ہو۔

[2]...... دوسرا غافل وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونے کی وجہ سے حساب سے غافل ہو چکا ہو۔

غفلت کی پہلی قسم اللہ سے دوری کی علامت ہے، جبکہ دوسری قسم وصلِ الٰہی کی پہچان ہے۔ پہلی قسم کی غفلت کا شکار لوگ اپنی غفلت سے چھٹکارا نہیں پا سکتے، مگر موت کے سکرات کے وقت، جبکہ دوسری قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونے کی وجہ سے کبھی بھی اپنی اس کیفیت سے نہیں لوٹیں گے۔

غافل کون؟

......سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْغَافِلُ مَنْ لَّمْ يَكُنْ يَعْبُدُ اللهَ كَأَنَّهُ يَرَاهُ'' (غافل وہ شخص ہے جو اللہ کی عبادت اس طرح نہ کرے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے)۔

......شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْغَافِلُ مَنْ غَفَلَ عَنْ مُرَادِ اللهِ فِيْهِ'' (دراصل غافل وہ شخص ہے جو اس بات سے غافل ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے کیا چاہتا ہے)۔

......شیخ احمد بن عجیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْغَافِلُ هُوَ الْجَاهِلُ بِاللهِ وَلَوْ كَثُرَ ذِكْرُهُ بِاللِّسَانِ'' (غافل وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے نا آشنا ہو، اگرچہ زبان سے بہت زیادہ ذکر واذکار کرنے والا ہو)۔

غافل اور عاقل کے درمیان فرق:

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْغَافِلُ إِذَا أَصْبَحَ نَظَرَ مَاذَا يَفْعَلُ، وَالْعَاقِلُ يَنْظُرُ مَاذَا يَفْعَلُ اللهُ بِهٖ'' (غافل وہ ہوتا ہے جو صبح کے وقت یہ دیکھتا ہے کہ میں نے کیا کرنا ہے، جبکہ عاقل وہ شخص ہوتا ہے جو یہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا کرے گا)؟

غفلت کی مذمت:

شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلْغَفْلَةُ مِنَ اللهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ'' (ایک لمحے کے لیے اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا، آگ میں ڈالے جانے سے بھی زیادہ سخت ہے)۔

غفلت کا علاج:

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَغْفَلُ

عَنكَ فَلَا تَغْفَلْ أَنْتَ عَمَّنْ نَاصِيَتُكَ بِيَدِهٖ'' (جب آپ کو اندازہ ہو جائے کہ شیطان مجھ سے غافل نہیں ہو رہا تو آپ بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوں)۔

فوائد السلوک:

۞...... بے دین اور غفلت کے شکار لوگوں کے مشورے قبول نہیں کرنے چاہئیں، کیونکہ ایسا مشورہ بے برکت ہوتا ہے۔ بلکہ اہل الرائے سے مشورہ کرنا چاہیے، کیونکہ وہ اس کو ایک امانت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مشورہ دیتے ہیں جس میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ کفار نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ اپنی مجلس ہمارے لیے خاص کردیں اور غریب مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے نکال دیں، تو یہ مشورہ قبول کرنے سے نبی علیہ السلام کو روکا گیا۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ میں مشائخ کا بھی علاج کردیا ہے کہ آپ اس معاملے میں بے پروائی نہ کریں۔ سبحان اللہ! کیا عجیب جامع جملہ ہے۔

دوسری بُرائی......خواہش پرستی:

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے

جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ ان لوگوں کی اطاعت نہ کرنا، جن کے اندر تین خرابیاں ہوں: ایک تو اس کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہو، اللہ کا تصور ہی اس کے دل میں نہیں ہے اور خدا کی طلب ہی اس کو نہیں ہے۔ اور دوسری خرابی آیت کے اس حصے میں بیان کی گئی ہے کہ وہ دنیوی لذتوں میں اتنا ڈوبا ہوا ہے کہ اس کو پتہ ہی نہیں کہ شرافت کا مدار کیا ہے؟

انوارِ معرفت سے اس کا سینہ محروم ہے، ان کو پتہ ہی نہیں ہے کہ شرافت کا مدار جسمانی آرائش پر نہیں ہے، بلکہ قلب کے منور ہونے پہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ'' [صحیح مسلم، رقم: ۲۵۶۴] (اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے)۔

''هَوَىٰ'' کا لغوی مطلب:

۞...... ''هَوَىٰ'' کے معنی خواہشاتِ نفسانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں اور جو نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو، اسے بھی ''هَوَىٰ'' کہہ دیتے ہیں۔ کیونکہ خواہشاتِ نفسانی انسان کو اس کے شرف و منزلت سے گرا کر مصائب میں مبتلا کر دیتی ہیں اور آخرت میں اسے ''هَاوِيَة'' (دوزخ) میں لے جا کر ڈال دیں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى﴾ [ص:۲۶] (اور نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلو)۔

۞...... بعض کہتے ہیں کہ ''هوی'' بمعنی ''عشق'' ہے۔ اور یہ خیر اور شر دونوں میں پایا جاتا ہے۔

۞...... ''هوی'' کا ایک معنی ہے: نفس کی چاہت۔

۞...... اس کا ایک معنی ''محبت'' بھی آتا ہے۔

نفس پرستی قرآن کی نظر میں:

اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات کی اتباع کی شدید مذمت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ﴾ [الجاثیہ:۲۳] (پھر کیا تم نے اسے

بھی دیکھا جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہے)؟

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [البقرۃ:۱۲۰] (اور تمہارے پاس وحی کے ذریعے جو علم آگیا ہے اگر کہیں تم نے اس کے بعد بھی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرلی تو تمہیں اللہ سے بچانے کے لیے نہ کوئی حمایتی ملے گا نہ کوئی مددگار)۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ [القصص:۵۰] (اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہش کے پیچھے چلے)؟

[بصائر ذوی التمییز :۵/۵۹ بتغیر]

صوفیائے کرام کے نزدیک ''ھویٰ'' کا مفہوم:

۞......شیخ اسماعیل حقی بروسوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اَلْهَوَى: مَيْلَانُ النَّفْسِ إِلَى مَا يَسْتَلِذُّ بِهِ مِنَ الشَّهَوَاتِ، فَقَدْ يَقَعُ الْإِنْسَانُ بِهِ فِي جُمْلَةٍ مِنَ الْكَبَائِرِ مِثْلَا الْبِدْعَةِ وَالضَّلَالَةِ'' (نفس کا ان شہوات کی طرف مائل ہونا جن سے انسان کو لذت حاصل ہو، ہویٰ کہلاتا ہے۔ بعض اوقات انسان اس کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں، حتیٰ کہ بدعت اور گمراہی میں بھی مبتلا ہوجاتا ہے)۔

۞......بعض مشائخ فرماتے ہیں: (ھویٰ، ان سات مرغوب چیزوں کا نام ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ﴾ [آل عمران:۱۴] (لوگوں کے لیے ان چیزوں کی محبت خوشنما بنادی گئی ہے جو ان کی نفسانی خواہش کے

مطابق ہوتی ہے، یعنی عورتیں، بچے، سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگائے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں)۔

''ھویٰ'' کو ''ھویٰ'' کہنے کی وجہ:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سُمِّيَ الْهَوَى هَوَى لِأَنَّهُ يَهْوِيْ بِصَاحِبِهِ فِي النَّارِ'' (''ھویٰ'' کو ''ھویٰ'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بندے کو جہنم میں گرا کے چھوڑتی ہے)۔

خواہش پرستی کا انجام:

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مَنْ هَوِيَ غَوَى'' (جو شخص خواہش پرستی کے پیچھے لگ گیا، وہ گمراہ ہوگیا)۔

خواہش پرستی کی علامت:

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مِنْ عَلَامَةِ اتِّبَاعِ الْهَوَى الْمُسَارَعَةُ إِلَى نَوَافِلِ الْخَيْرَاتِ، وَ التَّكَاسُلُ عَنِ الْقِيَامِ بِالْوَاجِبَاتِ'' (خواہش پرستی کی علامت یہ ہے کہ بندہ نوافل کو تو بہت جلدی عمل میں لائے اور واجبات کی ادائیگی میں سستی سے کام لے)۔

خواہش پرستی کی مخالفت:

شیخ ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مُخَالَفَةُ الْهَوَى مُرٌّ عَلَى النَّفْسِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْسِنْ هٰذِهِ الْمَرَارَةَ فَلَا سَبِيْلَ إِلَى الشِّفَاءِ أَبَدًا'' (''ھویٰ'' کی مخالفت نفس کے لیے کڑوی دوا کی مانند ہے، جب تک آپ اس کڑواہٹ کو برداشت نہیں کریں گے تو کبھی بھی اس بیماری سے شفا نہیں پاسکیں گے)۔

فوائد السلوک:

.....آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ فقط ذکر لسانی کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حضورِ قلبی بھی ضروری ہے۔ اس سے اعمال میں جان پیدا ہوتی ہے، اس لیے تو فرمایا کہ ہم نے اس کے دل کو اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ چنانچہ حضورِ قلبی کے بغیر فقط زبان سے ذکر پر ثواب تو مرتب ہوتا ہے، زندگی نہیں بدلتی، گناہوں سے چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا اور انسان خواہش پرستی سے باز نہیں آتا۔ چنانچہ حضورِ قلبی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ سے اس کو مانگتے رہنا چاہیے۔

سجدۂ عشق ہو تو عبادت میں مزا آتا ہے
خالی سجدوں میں تو دنیا ہی بسا کرتی ہے
لوگ کہتے ہیں کہ بس فرض ادا کرلو
ایسا لگتا ہے کوئی قرض لیا ہو رب سے
تیرے سجدے کہیں تجھے کافر نہ کردیں اے اقبال!
تُو جھکتا کہیں اور ہے اور سوچتا کہیں اور ہے

تیسری بُرائی......حد سے تجاوز:

وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿٢٨﴾

اور اس کا کام ہے حد پر نہ رہنا

آیت کے اس حصے میں تیسری بُرائی بیان کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اس شخص کی اطاعت ہرگز نہ کیجیے جو خواہش پرستی، نفس پرستی، زَر پرستی اور زَن پرستی میں حد سے نکلا ہوا ہے۔

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾﴾

اور کہہ دو کہ حق تو تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے۔ اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ ہم نے بے شک (ایسے) ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی، اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد کا جواب ایسے پانی سے دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، (اور) چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ کیسا بدترین پانی، اور کیسی بُری آرام گاہ!

پانچواں فریضہ......حق گوئی:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ

اور کہہ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے

مطلب یہ ہے کہ اے میرے محبوب! آپ علی الاعلان فرما دیجیے کہ حق وہی ہے جسے اللہ نے حق قرار دیا ہو، وہ اسلام ہے، قرآن ہے۔ خواہش پرستی حق نہیں، بلکہ باطل ہے۔

پچھلی آیت میں خوب سمجھا دیا کہ فقراء مساکین مومنین کو اپنے ساتھ نتھی رکھیے اور جو مالدار کافر ہیں، ان کی طرف التفات نہ فرمایئے اور ان سے صاف فرما دیجیے کہ اگر تم اس دین اسلام کو (جو کہ برحق دین ہے) قبول کرو گے تو تمہارا اپنا فائدہ ہے اور اگر ٹھکراؤ گے تو اپنا نقصان ہے۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا:

اسلام وقرآن ہمیشہ غالب رہتے ہیں، انہیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں: ﴿هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰي وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ [التوبۃ:۳۳] (وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تا کہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کردے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی ناپسند ہو)۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْكَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ [الصف:۸،۹] (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا دین دے کر بھیجا ہے، تا کہ وہ اسے تمام دوسرے دینوں پر غالب کردے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی بُری لگے)۔

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کسی کے روکے سے حق کا پیغام کب رُکا ہے جو اَب رُکے گا:

حدیث پاک میں آتا ہے:

((لَيَبْلُغَنَّ هٰذَا الْأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَلَا يَتْرُكُ اللّٰهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ هٰذَا الدِّينَ بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ بِذُلِّ ذَلِيلٍ عِزًّا يُعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ وَذُلًّا يُذِلُّ اللّٰهُ بِهِ الْكُفْرَ.)) [مسند احمد، رقم:۱۶۹۷۵]

''یہ دین ہر اس جگہ تک پہنچ کر رہے گا جہاں دن اور رات کا چکر چلتا ہے اور اللہ کوئی کچا پکا

گھر ایسا نہیں چھوڑے گا جہاں اس دین کو داخل نہ کر دے، خواہ اسے عزت کے ساتھ قبول کر لیا جائے یا اسے رد کر کے ذلت قبول کر لی جائے۔ عزت وہ ہوگی، جو اللہ اسلام کے ذریعے عطا کرے گا اور ذلت وہ ہوگی جس سے اللہ کفر کو ذلیل کر دے گا۔''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے اس کی معرفت حقیقی اپنے اہل خانہ میں ہی نظر آ گئی کہ ان میں سے جو مسلمان ہو گیا، اسے خیر، شرافت اور عزت نصیب ہوئی اور جو کافر رہا، اسے ذلت ورُسوائی اور ٹیکس نصیب ہوئے۔

کسی کے روکے سے حق کا پیغام کب رُکا ہے جو اَب رُکے گا
چراغِ ایماں تو آندھیوں میں جلا کیا ہے جلا کرے گا

خطابِ تہدیدی: ①

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے

آیتِ مبارکہ کے اس حصے میں حاکمانہ انداز اپنایا گیا ہے اور پوری بے نیازی کے ساتھ اعلان فرمایا گیا ہے کہ اسلام، حق ہے۔ چنانچہ پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے۔ ایمان و کفر دونوں کا اختیار دیا گیا ہے جو اپنے اندر ایک خاص تہدید رکھتا ہے، گویا عیینہ کی درخواست کا جواب ہے۔ عیینہ نے کہا تھا: ''أَمَا يُؤْذِيكَ رِيحُ هٰؤُلَاءِ وَنَحْنُ سَادَاتُ مُضَرَ وَأَشْرَافُهَا، فَإِنْ أَسْلَمْنَا أَسْلَمَ النَّاسُ وَمَا يَمْنَعُنَا عَنِ اتِّبَاعِكَ إِلَّا هٰؤُلَاءِ فَنَحِّهِمْ حَتّٰى نَتَّبِعَكَ أَوِ اجْعَل لَّنَا مَجْلِسًا وَّ لَهُمْ مَجْلِسًا'' ان لوگوں (کے لباس اور بدن) کی بدبو سے کیا آپ کو تکلیف نہیں ہوتی؟ ہم قبیلۂ مضر کے شرفاء اور سردار لوگ ہیں، ہم ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے، اگر ہم مان لیں گے تو سارے لوگ ایمان لے

آئیں گے، مناسب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے، تا کہ ہم (آپ کے پاس بیٹھ سکیں اور آپ کی بات سنیں اور) آپ پر ایمان لے آئیں، اللہ نے اس کے جواب میں غریب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کو پاس بٹھانے کی رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرمائی اور اپنی مجلس سے ان کو نکال دینے کی ممانعت کردی اور صاف صراحت کردی کہ حق رب کی طرف سے آ گیا ہے، ماننا چاہو تو اس کو مانو، نہ ماننا چاہو تو نہ مانو۔ اللہ کو کسی کے ماننے نہ ماننے کی پروا نہیں، ہر شخص کا اپنا نفع ونقصان ہے، جو مان لے گا اسی کو ایمان کا فائدہ پہنچے گا نہ مانے گا تو کفر کی مضرت اسی پر پڑے گی۔

[تفسیر مظہری تحت آیۃ سورۃ الکہف،۲۹]

لفظ ''کفر'' کے 7 قرآنی استعمال:

لفظ ''کفر'' قرآن مجید میں 7 طرح استعمال ہوا ہے:

[1]......کفر حقیقی کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۶﴾[البقرۃ:۶]

[2]......انکار کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ز فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۝۸۹﴾[البقرۃ:۸۹]

[3]......لکھنے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾[البقرۃ:۱۰۲]

[4]......ترک شرک کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ۝۴۰﴾[النمل:۴۰]

[5]......نسیان (بھولنے) کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَفَعَلْتَ

﴿فَعَلْتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ⑲﴾ [الشعراء:١٩]

6۔۔۔۔۔۔ضائع ہونے کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ﴾ [الانبیاء:٩٤]

7۔۔۔۔۔۔سجدہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ﴾ [الحشر:١٦]

[دیکھیے: وجوہ القرآن، صفحہ ٣٥٠ تا ٣٥٢]

کفر کا لغوی معنی:

کفر کا لغوی معنی ہوتا ہے: چھپانا۔ اس اعتبار سے کافر کا معنی ہوگا: چھپانے والا۔ چنانچہ کافر کا لفظ کئی چیزوں پر بولا جاتا ہے:

1۔۔۔۔۔۔بادل (کیونکہ یہ آسمان کو چھپالیتا ہے)۔

2۔۔۔۔۔۔رات (کیونکہ یہ تاریکی کی وجہ سے بہت ساری چیزوں کو چھپا دیتی ہے)۔

3۔۔۔۔۔۔کسان (کیونکہ وہ بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے)۔

4۔۔۔۔۔۔سمندر (کیونکہ وہ سورج کو چھپالیتا ہے)۔

5۔۔۔۔۔۔کافر (کافر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبوت، شریعت اور حق کو چھپاتا ہے)۔

''کفر'' اور ''کفران'' میں فرق:

''کفران'' کا لفظ عام طور پر نعمتوں کی ناشکری کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾ [النمل:٤٠] (میرے جانچنے کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری)۔ جبکہ ''کفر'' دین کا انکار کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

[بصائر ذوی التمیيز: ٤/٣٦١]

طلبہ کے لیے علمی نکتہ 1:

آیت مبارکہ ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (سو جس کا جی چاہے ایمان لاوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے) سے کفر کو اپنانے کا جواز ثابت نہیں ہو رہا، بلکہ آیت مبارکہ کا مطلب ہے:

1..... کفر اور ایمان کا تعلق اللہ کی مشیت کے ساتھ ہے کہ اس کی مشیت اور مرضی کے بغیر نہ کوئی ایمان اختیار کر سکتا ہے اور نہ کفر۔

2..... اس سے تہدید (ڈانٹ) اور وعید مراد ہے۔

3..... آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے ایمان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع اور کفر سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو۔ گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بے پرواہی، بے نیازی اور بے احتیاجی کا ذکر ہے، نہ کہ کفر کی اجازت کا۔

[تطبیق الآیات، صفحہ ۲۸۲، ۲۸۳]

طلبہ کے لیے علمی نکتہ 2:

سوال: ارشادِ باری تعالیٰ ﴿وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (اور جس کا جی چاہے کافر رہے) سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفر اختیاری چیز ہے، جبکہ ایک دوسری آیت دلالت کرتی ہے کہ ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگادی گئی، آنکھوں پر پردے پڑ گئے جس کی وجہ سے وہ کفر پر مجبور ہو گئے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۚ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ [البقرۃ:۷] (اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے)۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے حق و باطل کا خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا

ہے۔ جو انسان اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات پر چلنا چھوڑ دے اور اپنی فطری استعداد ضائع کر دے تو اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر اس کے ہدایت کے قبول کرنے کے راستے مسدود کر دیتا ہے۔ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ﴾ سے ان کفار کی کفر پر مجبوری معلوم نہیں ہوتی، بلکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے صرف اپنا عذاب بیان کیا ہے، کیونکہ مہر لگانا اللہ کا عذاب ہے اور اس عذاب کے نزول کی وجہ دیگر مقامات پر بیان کی ہے:

﴿بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ﴾ [النساء:۱۵۵]

''حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔''

﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ [الصف:۵]

''پھر جب انہوں نے ٹیڑھا اختیار کی تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ [المنافقون:۳]

''یہ ساری باتیں اس وجہ سے ہیں کہ یہ (شروع میں بظاہر) ایمان لے آئے پھر انہوں نے کفر اپنا لیا اس لیے ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی۔''

''مَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ'' کا بدانجام:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

ہم نے تیار کر رکھی ہے ایسے ظالموں کے واسطے

چنانچہ فرمایا کہ ہم نے کافروں اور مشرکوں کے واسطے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ آیت مبارکہ میں ''ظالم'' سے مراد ''کافر'' ہیں۔ [زاد المسیر تحت آیۃ سورۃ الکہف ۲۹]

ظلم کسے کہتے ہیں؟

ظلم کا معنی ہوتا ہے: ''وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ'' کسی چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا کے

رکھنا۔ بعض نے کہا ہے: ''اَلظُّلْمُ: مُجَاوَزَۃُ الْحَقِّ ''حق سے تجاوز کرنا۔ تو آیت کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے اس کو چھوڑ کر اپنی باتیں اللہ کی طرف منسوب کرنا، ظلم کہلائے گا۔

ظلم کی اقسام:

قرآن مجید نے ظلم کی 18 قسمیں بیان کی ہیں:

1۔۔۔۔ شرک۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان:۱۳]

2۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ پر افتراء بازی (جھوٹ باندھنا)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ [الکھف:۱۵]

3۔۔۔۔ ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال ہڑپ کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ .... وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا﴾ [النساء:۲۹،۳۰]

4۔۔۔۔ یتیموں کا مال کھا جانا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾ [النساء:۱۰]

5۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا/ انکار کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا﴾ [الانعام:۱۵۷] دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ﴾ [العنکبوت:۴۹]

6۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾[ہود:۱۸، ۱۹]

[7]...... مسجدوں میں ذکر الٰہی سے روکنا اور مساجد کو ویران کرنے کی کوشش کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾[البقرۃ:۱۱۴]

[8]...... اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑنا اور انہیں برا بھلا کہنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾﴾ [الانعام:۶۸]

[9]...... لوگوں پر ظلم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ﴾[الشوریٰ:۴۲]

[10]...... بندے کا اپنے آپ پر ظلم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾[فاطر:۳۲]

[11]...... اللہ تعالیٰ کی متعینہ حدود سے تجاوز کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾﴾[البقرۃ:۲۲۹]

[12]...... حکم الٰہی کی مخالفت کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾﴾[البقرۃ:۳۵]

[13]...... کفار کی خواہشات کی پیروی کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾﴾[البقرۃ:۱۴۵]

[14]...... مطلقہ عورتوں کو ستانا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تُمْسِكُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾[البقرۃ:۲۳۱]

15 ......قانونِ الٰہی کے خلاف فیصلہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ [المائدۃ:۴۵]

16 ......آیاتِ الٰہی سے اعراض کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ ثُمَّ اَعۡرَضَ عَنۡہَا﴾ [السجدۃ:۲۲]

17 ......جہاد سے اعراض کرنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ﴾ [البقرۃ:۲۴۶]

18 ......کافروں کو دوست بنانا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَکُمۡ وَاِخۡوَانَکُمۡ اَوۡلِیَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡکُفۡرَ عَلَی الۡاِیۡمَانِ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ [التوبۃ:۲۳]

[بصائر ذوی التمییز: ۳/۵۴۲]

ظالم اندھیروں میں ہوں گے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَلظُّلۡمُ ظُلُمَاتٌ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ.'' [صحیح بخاری، رقم: ۲۴۴۷] (ظلم، روزِ قیامت اندھیروں کا باعث ہوگا)۔

ظالم، قہرِ الٰہی کے شکنجے میں:

......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ﴾ [البقرۃ:۲۷۰] (اور ظالموں کو کسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے)۔

......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ [یوسف:۲۳] (سچی بات یہ ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں، انہیں فلاح حاصل نہیں ہوتی)۔

۞......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا﴾[طٰہٰ: ۱۱۱] (اور جو کوئی ظلم کا بوجھ لاد کر لایا ہوگا نامراد ہوگا)۔

۞......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ﴾ [الزمر: ۲۴] (اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ چکھو مزہ اس کمائی کا جو تم نے کر رکھی تھی)۔

بلی کو تکلیف پہنچانے کا انجام:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا، إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.'' [صحیح بخاری، رقم: ۳۴۸۲]

ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا (اور کھانا پانی نہ دیتی تھی) یہاں تک کہ وہ (بلی) مرگئی۔ پس اسی وجہ سے وہ عورت دوزخ میں گئی، نہ اس نے بلی کو کھلایا اور نہ ہی اس کو پانی دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ حشرات الارض (چوہے چڑیاں وغیرہ) کھالے۔

ایک بالشت زمین چھیننے والے ظالم کا انجام:

۞......حضرت ابن نمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ'' [مسند احمد، رقم: ۱۶۳۳] (جو شخص ایک بالشت بھر زمین پر ناجائز قبضہ کرتا ہے، قیامت کے دن زمین کا وہ حصہ ساتوں زمینوں سے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا)۔

۞......بخاری شریف کی روایت ہے کہ اروی (نامی ایک عورت) نے مروان کے پاس

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک حق (جائیداد) میں مقدمہ دائر کیا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں اس عورت کے حق (جائیداد) میں کچھ کمی کر سکتا ہوں؟ حالانکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

((مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ.)) [صحیح بخاری، رقم: ۳۱۹۸]

''جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً دبائی تو اس کی گردن میں قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔''

مفلس کون؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟''

کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ''

ہم میں مفلس وہ آدمی ہے کہ جس کے پاس مال اسباب نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ.))

[صحیح مسلم، رقم: ۲۵۸۱]

''قیامت کے دن میری اُمت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز، روزے اور زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا، لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

ظالم کی حسرت وندامت:

قرآن عظیم الشان نے قیامت کے دن ظالموں کی حسرت، افسوس اور ندامت کو درج ذیل آیات میں کھول کھول کے بیان کیا ہے:

◆ ...ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾﴾ [الشوریٰ: ۴۴] (اور جب ظالموں کو عذاب نظر آجائے تو تم انہیں یہ کہتا ہوا دیکھو گے کہ کیا واپس جانے کا بھی کوئی راستہ ہے)؟

◆ ...ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾﴾ [الفرقان: ۲۸،۲۷] (اور جس دن ظالم انسان حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا، اور کہے گا: کاش! میں نے پیغمبر کی ہمراہی اختیار کرلی ہوتی۔ ہائے میری بربادی! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا)۔

ظالموں کے لیے آگ:

قرآن عظیم الشان نے ظالموں کے لیے جن آیات میں جہنم کی آگ کا اعلان کیا ہے،

ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۞...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ﴾ [المائدۃ:۲۹] (میں تو یہ چاہتا ہوں کہ انجام کار تم اپنے اور میرے دونوں کے گناہ میں پکڑے جاؤ، اور دوزخیوں میں شامل ہو۔ اور یہی ظالموں کی سزا ہے)۔

۞...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ [الاعراف:۴۱] (ان کے لیے تو دوزخ ہی کا بچھونا ہے، اور اوپر سے اسی کا اوڑھنا۔ اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے کیے کا بدلہ دیا کرتے ہیں)۔

ظالموں کو ذلت کا عذاب:

قرآن عظیم الشان نے کھلے ڈھلے لفظوں میں بیان کیا ہے کہ ظالموں کا عذاب ذلت آمیز عذاب ہوگا۔ چنانچہ:

۞...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾ [الانعام:۹۳] (اور اگر تم وہ وقت دیکھو تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے، جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا)۔

۞...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا﴾ [الکہف:۸۷] (انہوں نے کہا: ان میں سے جو کوئی ظلم کا راستہ اختیار کرے گا، اسے تو ہم سزا دیں گے، پھر اسے اپنے رب کے پاس پہنچا دیا جائے گا، اور وہ

اسے سخت عذاب دے گا)۔

ظالم ہمیشہ عذاب سے دوچار ہوں گے:

ظالم کو ظلم کی پاداش میں ہمیشہ کے لیے عذاب میں گرفتار رکھا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ﴾ [یونس:۵۲] (پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو، تمہیں کسی اور چیز کا نہیں، صرف اس بدی کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کماتے رہے ہو)۔

عذابِ کبیر، الیم اور مقیم

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ظالم کے لیے خصوصاً تین قسم کے عذابوں کی خوشخبری سنائی ہے:

1 ...... عذابِ کبیر: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَن يَظْلِم مِّنكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا﴾ [الفرقان:۱۹] (اور تم میں سے جو کوئی ظلم کا مرتکب ہے، ہم اسے بڑے بھاری عذاب کا مزہ چکھائیں گے)۔

2 ...... عذابِ الیم: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [الشوریٰ:۲۱] (اور یقین رکھو کہ ان ظالموں کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے)۔

3 ...... عذابِ مقیم: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ﴾ [الشوریٰ:۴۵] (یاد رکھو کہ ظالم لوگ ایسے عذاب میں ہوں گے جو ہمیشہ قائم رہے گا)۔

عذاب میں تخفیف نہ ہوگی:

ظالموں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جائے گی، جس طرح وہ دنیا میں مظلوم

کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کرتے تھے اور نہ ان پر کوئی ترس کھایا جائے گا، کیونکہ وہ خود بھی تو دنیا میں خدا ترسی سے کوسوں دور تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ [النحل:۸۵] (اور جب یہ ظالم عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو نہ ان سے اس عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

ایک لرزا دینے والی حدیث:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَجْتَمِعُ الظَّلَمَةَ وَ أَعْوَانُهُمْ وَ مَنْ أَلَاقَ لَهُمْ دَوَاةً وَ بَرَى لَهُمْ قَلَمًا، فَيُجْعَلُوْنَ فِيْ تَابُوْتٍ وَّ يُلْقَوْنَ فِيْ جَهَنَّمَ'' [بصائر ذوی التمیز:۳/۵۴۳] (روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو ان کے معاونین سمیت اکٹھا کریں گے اور ان لوگوں کو بھی اکٹھا کریں گے جنہوں نے ان کے لیے دوات ٹھیک کی ہوگی اور قلم تراشا ہوگا، پھر ان سب کو ایک تابوت میں ڈال کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا)۔

مظلوم کی بد دعا:

حدیث پاک میں آتا ہے: ''اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ'' [صحیح بخاری، رقم:۲۴۴۸] (مظلوم کی بد دعا سے بچو، اس لیے کہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا)۔

آتشِ دوزخ:

نَارًا

آگ (دوزخ)

دوزخ کی چنگاریاں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾﴾ [المرسلات:۳۲، ۳۳] (وہ آگ تو محل جیسے بڑے بڑے شعلے پھینکے گی۔ ایسا لگے گا جیسے وہ زرد رنگ کے اونٹ ہوں)۔

دوزخ کی آگ:

1 ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا﴾ [التوبۃ:۸۱] (اے نبی! کہہ دو کہ جہنم کی آگ گرمی میں کہیں زیادہ سخت ہے)۔

2 ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ﴿٩٧﴾﴾ [بنی اسرائیل:۹۷] (جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی، ہم اسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے)۔

3 ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾﴾ [المعارج:۱۵ تا ۱۷] (ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا۔ وہ تو ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ جو کھال اُتار لے گی۔ ہر اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیر کر منہ موڑا ہوگا)۔

4 ...... حدیث پاک میں آتا ہے:

''نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ''

''تمہاری آگ (کی حرارت) جہنم کی آگ (کی حرارت) کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً''

''یا رسول اللہ! کیا یہی (دنیا کی آگ) کافی نہیں تھی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''فُضِلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَ سِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.''

[صحیح بخاری، رقم: ۳۲۶۵]

''وہ اس پر انہتر حصہ زیادہ کر دی گئی ہے، ہر حصہ میں اتنی ہی گرمی ہے۔''

جہنم کی آگ کی شدت:

1۔۔۔۔۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝﴾ [المرسلات: ۳۰ تا ۳۳]

''چلو اس سائبان کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔ جس میں نہ تو (ٹھنڈک والا) سایہ ہے، اور نہ وہ آگ کی لپٹ سے بچا سکتا ہے۔ وہ آگ تو محل جیسے بڑے بڑے شعلے پھینکے گی۔ ایسا لگے گا جیسے وہ زرد رنگ کے اونٹ ہوں۔''

2۔۔۔۔۔حدیث پاک میں آتا ہے: ''إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ تُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ'' [صحیح مسلم، رقم: ۲۱۳] (جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے اور ان کی شدتِ حرارت کی وجہ سے آدمی کا دماغ (چولہے پر رکھی ہنڈیا کی طرح) کھولے گا)۔

جہنم کی شدید حرارت، دھوئیں کے بادل اور فلک بوس شعلے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝﴾ [الواقعہ: ۴۱ تا ۴۴] (اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں بائیں ہاتھ والے کیا ہیں؟ وہ ہوں گے تپتی ہوئی لو میں، اور

کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھویں کے سائے میں، جو نہ ٹھنڈا ہوگا، نہ کوئی فائدہ پہنچانے والا)۔

جہنم کا ایندھن:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحریم:٦] (اس جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے)۔

اہل علم کا کہنا ہے کہ لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو جہنمی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر ہے: ﴿وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ [الجن:١٥] (جو ظالم ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہیں)۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ہے: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ [الانبیاء:٩٨] (بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہوگے اور تم سب اس میں داخل ہوکر رہوگے)۔

پتھروں سے یہاں گندھک کے بڑے بڑے سیاہ اور سخت بدبودار پتھر مراد ہیں، گرم ہونے کے بعد دیگر تمام پتھروں کی نسبت ان کی حرارت سب سے زیادہ تیز ہوتی ہے (اللہ ہمیں ان سے محفوظ رکھے!)۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان پتھروں سے مراد بتوں اور مجسموں کے وہ پتھر ہیں جن کی پوجا پاٹ کی جاتی ہے۔

[دیکھیے: تفسیر ابن کثیر: ١/ ١٥٩]

جہنم کی آواز اور کلام:

کتاب وسنت کے متعدد دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم چیختی چلاتی ہے، بولتی ہے اور شکایت بھی کرتی ہے۔ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

[1]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾﴾ [الفرقان:١٢] (جب وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے بپھرنے اور پھنکارنے کی آوازیں سنیں گے)۔

[2]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ﴿٧﴾﴾ [الملک:٧] (جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کے دھاڑنے کی آواز سنیں گے، او وہ جوش مارتی ہوگی)۔

[3]......ایک روایت میں ہے: ''اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا'' [صحیح بخاری، رقم:٣٢٦٠] (دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی)۔

[4]......ایک اور روایت میں ہے: ''تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ'' [صحیح بخاری، رقم:٤٨٥٠] (جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا تو دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبر اور جابر لوگوں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے)۔

جہنم کی گردن، آنکھ، کان اور زبان:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُولُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ، بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ.)) [جامع ترمذی، رقم:٢٥٧٤]

''قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور زبان ہوگی جس سے وہ بات کرے گی۔ وہ کہے گی: مجھے تین آدمیوں کو نگلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [1] سرکش ظالم۔

﴿۵﴾ مشرک۔ ﴿۶﴾ تصویریں بنانے والا (مصور)۔"

دنیا...... چند روزہ بہار ہے:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جہنم والوں میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو اہل دنیا میں سے بہت نعمتوں والا تھا۔ پھر اس سے کہا جائے گا:

"يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟"

"اے ابن آدم! کیا تُو نے کبھی کوئی بھلائی بھی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کبھی کوئی نعمت بھی ملی تھی؟"

وہ کہے گا:

"لَا، وَاللهِ يَا رَبِّ"

"اے میرے رب، اللہ کی قسم! نہیں۔"

اور اہل جنت میں سے اس آدمی کو پیش کیا جائے گا جسے دنیا میں لوگوں سے سب سے زیادہ تکلیفیں آئی ہوں گی۔ پھر اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دے کر پوچھا جائے گا:

"يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟"

"اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی سختی بھی گزری؟"

وہ عرض کرے گا:

"لَا، وَاللهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ."

[صحیح مسلم، رقم: ۲۸۰۷]

"اے میرے پروردگار، اللہ کی قسم! نہیں، کبھی کوئی تکلیف میرے پاس سے نہ گزری اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی شدت وسختی دیکھی۔"

جہنم کا سانس:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((اِشْتَکَتِ النَّارُ إِلَی رَبِّهَا فَقَالَتْ: رَبِّ أَکَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ: نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.)) [صحیح بخاری، رقم:۳۲۶۰]

''آگ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی، عرض کیا: اے میرے پروردگار! میرے ایک حصہ نے دوسرے حصہ کو کھا لیا ہے، اللہ نے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس کی سردیوں میں اور ایک سانس کی گرمیوں میں۔ اور وہی سخت گرمی ہے، جس کو تم محسوس کرتے ہو اور سخت سردی ہے، جو تم کو معلوم ہوتی ہے۔''

جہنم کی گہرائی:

1 ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟))

''تم جانتے ہو یہ کیسی آواز ہے؟''

ہم نے عرض کیا:

((اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ))

''اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا، فَهُوَ يَهْوِي فِي النَّارِ الْآنَ،

حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَعْرِهَا.)) [صحیح مسلم، رقم: ۲۸۴۴]

''یہ ایک پتھر تھا جو آج سے ستر سال پہلے دوزخ میں پھینکا گیا تھا اور وہ لگاتار دوزخ میں گرتا جارہا تھا اور اب وہ جہنم کی تہہ تک پہنچا ہے۔''

2 ...... دوسری روایت میں ہے: ''لَوْ أَنَّ حَجَرًا قُذِفَ بِهِ فِي جَهَنَّمَ لَهَوَى سَبْعِينَ خَرِيفًا قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ قَعْرَهَا'' [مسند ابویعلیٰ، رقم: ۴۱۰۳] (اگر کوئی کنکر جہنم کے کنارے سے پھینکا جائے تو اس میں ستر سال تک گرتا چلا جائے، تب بھی اس کی گہرائی تک نہ پہنچے)۔

جہنم کی لگام:

حدیث پاک میں آتا ہے: ''يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا'' [صحیح مسلم، رقم: ۲۸۴۲] (جہنم کو لایا جائے گا، اس دن جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر ایک لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوئے کھینچ رہے ہوں گے)۔

جہنم کے طوق اور بیڑیاں:

قرآنِ مجید نے مختلف مقامات پر ان طوقوں اور بیڑیوں کا ذکر بڑے دہشت انگیز انداز میں کیا ہے کہ جن میں جکڑ کر مجرموں کو جہنم کے حوالے کیا جائے گا۔

1 ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاْ وَأَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾ [الانسان: ۴] (ہم نے ہی کافروں کے لیے زنجیریں، گلے کے طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے)۔

2 ...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝﴾ [الحاقۃ: ۳۰ تا ۳۲] (پکڑو اسے، اور اس کے گلے میں

طوق ڈال دو۔ پھر اسے دوزخ میں جھونک دو۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں پرو دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ کے برابر ہو)۔

[3]...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ۟ۙ فِي الْحَمِيْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۟ۚ﴾ [الغافر: ۷۱، ۷۲] (جب ان کے گلوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، انہیں گھسیٹا جائے گا، گرم پانی میں، پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا)۔

[4]...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۟ۙ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۟ۗ﴾ [المزمل: ۱۲، ۱۳] (یقین جانو ہمارے پاس بڑی سخت بیڑیاں ہیں، اور دہکتی ہوئی آگ ہے۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے، اور دُکھ دینے والا عذاب ہے)۔

ان آیات میں اللہ نے تین عذابوں کا تذکرہ کیا ہے: ''اَلْأَغْلَال'' سے مراد وہ زنجیریں ہیں جو دونوں ہاتھوں کو باندھنے کے بعد گردن کے ساتھ جکڑ دی جائیں گی... ''أَنْكَال'' سے مراد آگ کی وہ بیڑیاں ہیں جو اہل جہنم کے پاؤں میں ڈالی جائیں گی... جبکہ ''اَلسَّلَاسِلُ''، سے مراد وہ بڑے بڑے سنگل ہیں جن سے اہل جہنم کو باندھ کر چہروں کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈالا جائے گا۔

جہنم کے دروازے: (۱)

[1]...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۟ۙ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۟۠﴾ [الحجر: ۴۳، ۴۴] (اور جہنم ایسے تمام لوگوں کا طے شدہ ٹھکانا ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے میں داخلے کے لیے ان دوزخیوں کا ایک ایک گروہ بانٹ دیا گیا ہے)۔

[2]...... فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو ''غُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ''

[صحیح بخاری، رقم:۱۸۹۹] (جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں)۔

جہنم کا داروغہ:

[1]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾﴾ [المؤمن:۴۹] (اور یہ سب جو آگ میں پڑے ہوں گے، دوزخ کے نگرانوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن ہم سے عذاب کو ہلکا کر دے)۔

[2]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾﴾ [التحریم:۶] (اس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے)۔

[3]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾ [المدثر:۲۶ تا ۳۰] (عنقریب میں اس شخص کو دوزخ میں جھونک دوں گا۔ اور تمہیں کیا پتہ کہ دوزخ کیا چیز ہے؟ وہ نہ کسی کو باقی رکھے گی، اور نہ چھوڑے گی۔ وہ کھالوں کو جھلسا دینے والی چیز ہے۔ اس پر اُنیس (۱۹) کارندے مقرر ہوں گے)۔

صوفیاء کے نزدیک آگ کی اقسام:

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آگ کی چار اقسام ہیں:

[1]......شہوت کی آگ۔

[2]......شقاوت کی آگ۔

3...... قطع تعلقی کی آگ۔

4...... محبت کی آگ۔

چنانچہ شہوت کی آگ نیکیوں کو جلا دیتی ہے... شقاوت کی آگ توحید کو جلا دیتی ہے... قطع تعلقی کی آگ دلوں کو جلا دیتی ہے... اور محبت کی آگ، ہر قسم کی آگ کو جلا دیتی ہے۔

آتشِ دوزخ کی ہولناکی:

أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا

کہ گھیر رہی ہیں ان کو اس کی قناتیں

آیتِ مبارکہ کے اس حصے میں دوزخ کی آگ کی ہولناکی بیان کی جارہی ہے کہ جہنمیوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اور ہر طرف سے آگ کی دیواریں (جن کو قناتوں سے تعبیر کیا ہے) Tent ہوں گی کہ بھاگنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ''سُرَادِقُ النَّارِ أَرْبَعَةُ جُدُرٍ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مِثْلُ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً'' [جامع ترمذی، رقم: ۹۹۹۸] (دوزخ کی قناتیں چار دیواریں، ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے)۔

اہلِ دوزخ کی فریادرسی:

وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ

اور اگر فریاد کریں گے تو ملے گا پانی جیسے پیپ بھون ڈالے منہ کو۔ کیا بُرا پینا ہے

◆...... نبی کریم ﷺ نے ''بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ'' کی تفسیر میں فرمایا:

((كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَإِذَا قُرِّبَ إِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ.)) [جامع ترمذی، رقم: ۲۵۸۴]

''وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا منہ کے قریب لایا جائے گا تو چہرے کی کھال (گل کر) اس میں گر پڑے گی۔''

◆ ...حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ''الْمُهْل'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے سونے اور چاندی کو منگوایا اور اس کو پگھلایا جب پگھل گیا تو فرمایا:

''هٰذَا أَشْبَهُ شَيْءٍ بِالْمُهْلِ الَّذِيْ هُوَ شَرَابُ أَهْلِ النَّارِ وَلَوْنُهُ لَوْنُ السَّمَاءِ غَيْرَ أَنَّ شَرَابَ أَهْلِ النَّارِ أَشَدُّ حَرًّا مِنْ هٰذَا.'' [الدر المنثور: ۵/۳۳۸]

''یہ ہم شکل ہے مہل کے وہ جو دوزخ والوں کا مشروب ہوگا اس کا رنگ آسمان کے رنگ جیسا ہوگا سوائے اس کے دوزخ والوں کا مشروب سونے چاندی سے بھی زیادہ گرم ہوگا۔''

◆ ...حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت ﴿وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ﴾ کی تشریح میں فرمایا:

((يُقَرَّبُ إِلٰى فِيهِ فَيَكْرَهُهُ، فَإِذَا أُدْنِيَ مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ، فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ أَمْعَاءَهُ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ.)) [جامع ترمذی، رقم: ۲۵۸۳]

''وہ سامنے لایا جائے گا تو دوزخی کو سخت ناگوار ہوگا، پھر (منہ کے) قریب لایا جائے گا تو چہرہ کی اور سر کی کھال جل بھن کر گر پڑے گی۔ جب اس کو پیے گا تو انتڑیاں کٹ کر دبر سے نکل جائیں گی۔''

دوزخیوں کے چہرے آگ کی لپیٹ میں:

...ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ۚ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ [آل عمران:۱۰۶] (اس دن جب کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ چنانچہ جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا؟ لو پھر اب مزہ چکھو اس عذاب کا، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾﴾ [عبس:۴۰ تا ۴۲] (اور کتنے چہرے اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر خاک پڑی ہوگی۔ سیاہی نے انہیں ڈھانپ رکھا ہوگا۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو کافر تھے، بدکار تھے)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾﴾ [المومنون:۱۰۴] (آگ ان کے چہروں کو جھلس ڈالے گی اور اس میں ان کی صورتیں بگڑ جائیں گی)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٣٩﴾﴾ [الانبیاء:۳۹] (کاش! ان کافروں کو اس وقت کی کچھ خبر لگ جاتی جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دوسر کر سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے، اور نہ ان کو کوئی مدد میسر آئے گی)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾﴾ [القمر:۴۷، ۴۸] (حقیقت یہ ہے کہ یہ مجرم لوگ بڑی گمراہی اور بے عقلی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جس دن ان کو منہ کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، اس دن انہیں ہوش آئے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ چکھو دوزخ کے

چھونے کا مزہ)۔

اہل جہنم کا کھانا پینا:

اہل جہنم کی خوراک کانٹے دار درخت، زخموں کی پیپ اور اُبلتا کھولتا پانی ہوگا۔ اس سلسلے میں چند آیات اور احادیث پیشِ خدمت ہیں:

[1]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝﴾ [الغاشیۃ: ۶، ۷] (ان کے لیے ایک کانٹے دار جھاڑ کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا۔ جو نہ جسم کا وزن بڑھائے گا اور نہ بھوک مٹائے گا)۔

[2]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ۝﴾ [الدخان: ۴۳ تا ۴۶] (یقین جانو کہ زقوم کا درخت، گنہگار کا کھانا ہوگا۔ تیل کی تلچھٹ جیسا۔ وہ لوگوں کے پیٹ میں اس طرح جوش مارے گا۔ جیسے کھولتا ہوا پانی)۔

[3]......ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ۝ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ۝ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ۝ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۝﴾ [الصافات: ۶۲ تا ۶۸] (بھلا یہ مہمانی اچھی ہے، یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اس درخت کو ان ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنادیا ہے۔ دراصل وہ درخت ہی ایسا ہے جو دوزخ کی تہہ سے نکلتا ہے۔ اس کا خوشہ ایسا ہے جیسے شیطانوں کے سر۔ چنانچہ دوزخی لوگ اسی میں سے خوراک حاصل کریں گے، اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر انہیں اس کے اوپر سے کھولتے ہوئے پانی کا آمیزہ ملے گا۔ پھر وہ لوٹیں گے تو

اسی دوزخ کی طرف لوٹیں گے)۔

4...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝﴾ [الواقعہ: ۵۱ تا ۵۶] (پھر اے جھٹلانے والے گمراہو! تم لوگوں کو ایک ایسے درخت میں سے کھانا پڑے گا جس کا نام زقوم ہے۔ پھر اسی سے پیٹ بھرنے ہوں گے۔ پھر اس کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا۔ اور پینا بھی اس طرح جیسے پیاس کی بیماری والے اونٹ پیتے ہیں۔ یہ ہوگی جزا وسزا کے دن ان لوگوں کی مہمانی)۔

5...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝﴾ [محمد: ۱۵] (اور انہیں گرم پانی پلایا جائے گا، چنانچہ وہ ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا)۔

6...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِئُوْنَ ۝﴾ [الحاقہ: ۳۵ تا ۳۷] (لہٰذا آج یہاں نہ اس کا کوئی یار و مددگار ہے۔ اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز میسر ہے۔ سوائے غسلین کے۔ جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا)۔

7...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝﴾ [ص: ۵۷] (یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ، اب وہ اس کا مزہ چکھیں)۔

8...... ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝﴾ [ابراہیم: ۱۶، ۱۷] (اس کے آگے جہنم ہے اور وہاں اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیے گا اور اسے ایسا محسوس ہوگا کہ وہ اسے حلق سے اُتار

نہیں سکے گا، موت اس پر ہر طرف سے آ رہی ہوگی، مگر وہ مرے گا نہیں، اور اس کے آگے ہمیشہ ایک اور سخت عذاب موجود ہوگا)۔

9 ......ایک روایت میں ہے: ''لَوْ أَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ يُهَرَاقُ فِي الدُّنْيَا، لَأَنْتَنَ أَهْلَ الدُّنْيَا'' [مسند ابی یعلی، رقم: ۱۳۸۱] (اگر جہنمیوں کے زخموں سے نکلنے والی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو وہ ساری دنیا کے رہنے والوں کو بدبودار کر دے)۔

10 ......رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر نشہ والی چیز حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اس آدمی کے لیے وعدہ ہے جو نشہ والی چیز پیے گا، کہ اسے طِينَةُ الْخَبَال پلائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! طِينَةُ الْخَبَال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ'' (دوزخیوں کا پسینہ ہے)۔ [صحیح مسلم، رقم: ۲۰۰۲]

جہنمیوں کو پینے کا پانی نہیں دیا جائے گا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَنَادٰۤي اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝﴾ [الاعراف: ۵۰، ۵۱]

''اور دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو، یا اللہ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں، ان کا کوئی حصہ (ہم تک بھی پہنچا دو) وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں ان کافروں پر حرام کر دی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا، اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ آج ہم بھی ان کو اسی طرح بھلا دیں گے جیسے وہ اس بات کو بھلائے بیٹھے تھے کہ انہیں اس دن کا

سامنا کرنا ہے اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا کھلم کھلا انکار کیا کرتے تھے۔"

دوزخ بُری آرام گاہ ہے:

وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿٢٩﴾

اور (دوزخ) کیا بُری آرام گاہ ہے

حقیقت میں دوزخ کوئی آرام گاہ نہیں ہے، چونکہ لیکن جنت کو آگے "اچھی آرام گاہ" فرمایا ہے تو Comparison (تقابل) کے طور پر یہاں دوزخ کو "بُری آرام گاہ" قرار دیا ہے۔

جہنم سے پناہ مانگنے کی دعائیں:

قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر ایسی دعائیں مذکور ہیں، جن میں جہنم کی آگ سے پناہ مانگنے کے الفاظ موجود ہیں، جیسا کہ مختلف مواقع پر یہ الفاظ مذکور ہیں ﴿وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [البقرة:۲۰۱] (اے ہمارے رب! ہمیں آگ کے عذاب سے بچا)... ایک دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں ﴿رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ﴾ [الفرقان:۶۵] (اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے)... نبی کریم ﷺ ہر نماز میں تشہد کے آخر میں یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُبِكَ مِنۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ" [صحیح مسلم، رقم:۵۸۸] (اے اللہ! ہم جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتے ہیں)... ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ کی دعا کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں "رَبِّ قِنِيۡ عَذَابَكَ يَوۡمَ تَبۡعَثُ عِبَادَكَ" [جامع ترمذی، رقم:۳۳۹۹] (اے پروردگار! جس روز تو اپنے بندوں کو اُٹھائے گا اس روز مجھے اپنے عذاب سے بچائے رکھنا)... علاوہ ازیں ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے سے جہنم خود اللہ کے حضور

سفارش کرتی ہے کہ اے اللہ! اسے آگ سے بچا لے۔[جامع ترمذی، رقم: ۲۵۷۲]

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾﴾
البتہ جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک عمل کیے تو یقیناً ہم ایسے لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو اچھی طرح عمل کریں۔

''مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ'' کا نیک انجام: (۱)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾

بے شک جو لوگ یقین لائے اور کیں نیکیاں، ہم نہیں کھوتے بدلہ اس کا جس نے بھلا کیا کام

اہل کفر کی سزا بیان کرنے کے بعد اہل ایمان کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی جزاء کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ جو بندہ بھی ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرے گا تو ہم اس کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے، بلکہ دس گنا زیادہ اجر عطا فرمائیں گے۔ قرآن مجید میں تقریباً 8 مقامات پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں مومنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

چنانچہ:

◆ ...سورۂ آل عمران میں فرمایا: ﴿يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾﴾[آیت: ۱۷۱]... ایک اور جگہ فرمایا: ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ﴾[آیت: ۱۹۵]

◆ ...سورۂ اعراف میں فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾﴾[آیت: ۱۷۰]

◆ ...سورۂ توبہ میں فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾﴾[آیت: ۱۲۰]

◆ ...سورۂ ہود میں فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٥﴾﴾[آیت: ۱۱۵]

◆ ...سورۂ یوسف میں ایک جگہ فرمایا: ﴿وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آیت:۵۶]...
اسی سورت میں دوسری جگہ فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آیت:۹۰]

جنت کی کنجی اور اس کے دندانے:

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا:

''أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ؟''
''کیا لا الٰہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''بَلٰى، وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهٗ أَسْنَانٌ، فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ، وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.'' [صحیح البخاری: کتاب الجنائز باب ماجاء فی الجنائز]
''ضرور، لیکن کنجی میں دندانے بھی ضروری ہیں۔ پس اگر تم ایسی کنجی لے کر آؤ گے جس میں دندانے موجود ہوئے تو یقیناً اس سے جنت کے دروازے کھل جائیں گے ورنہ تمہارے جنت کے دروازے نہیں کھلیں گے۔''

اچھے اعمال نجات دہندہ ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں:

((رَأَيْتُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِيْ جَاءَهٗ مَلَكُ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ، فَجَاءَهٗ بِرُّهٗ بِوَالِدَيْهِ فَرَدَّ عَنْهُ))

''میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ ملک الموت اس کے پاس اس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس کے اپنے والدین سے حسنِ سلوک نے اس کو واپس کر دیا (کیونکہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے عمر میں برکت آتی ہے)۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدْ بُسِطَ عَلَيْهِ عَذَابُ الْقَبْرِ، فَجَاءَهُ وُضُوْءُهُ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِكَ))

''دیکھا کہ میرے ایک اُمتی کو عذابِ قبر نے گھیر رکھا ہے، آخر اس کے وضو نے آکر اسے چھڑا لیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدِ احْتَوَشَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ، فَجَاءَهُ ذِكْرُ اللّٰهِ فَخَلَّصَهُ مِنْ بَيْنِهِمْ))

''میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہیں، لیکن ذکر اللہ نے آکر اسے بچا لیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدِ احْتَوَشَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ فَاسْتَنْقَذَتْهُ مِنْ أَيْدِيْهِمْ))

''ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے، اس کی نماز نے آکر اسے بچا لیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يَلْهَثُ عَطَشًا، كُلَّمَا وَرَدَ حَوْضًا مُنِعَ مِنْهُ، فَجَاءَهُ صِيَامُهُ فَسَقَاهُ وَأَرْوَاهُ))

''ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے، جب حوض پر جاتا ہے تو دھکے لگتے ہیں۔ اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا اور آسودہ کر دیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي وَالنَّبِيُّوْنَ قُعُوْدٌ حَلَقًا حَلَقًا، وَكُلَّمَا دَنَا حَلْقَةً

طَرَدُوهُ، فَجَاءَهُ اغْتِسَالُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَأَقْعَدَهُ إِلَى جَنْبِي))

''میں نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیاء حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں والے اسے اُٹھا دیتے ہیں۔ اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ خَلْفِهِ ظُلْمَةٌ، وَعَنْ يَمِينِهِ ظُلْمَةٌ، وَعَنْ شِمَالِهِ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ فَوْقِهِ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ تَحْتِهِ ظُلْمَةٌ، وَهُوَ مُتَحَيِّرٌ فِيهَا، فَجَاءَتْهُ حَجَّتُهُ وَعُمْرَتُهُ، فَاسْتَخْرَجَاهُ مِنَ الظُّلْمَةِ وَأَدْخَلَاهُ النُّورَ))

''ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے، پھر اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يُكَلِّمُ الْمُؤْمِنِينَ فَلَا يُكَلِّمُونَهُ، فَجَاءَتْهُ صِلَةُ الرَّحِمِ، فَقَالَتْ: يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ، كَلِّمُوهُ، فَكَلَّمُوهُ))

''ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ اس سے بولتے نہیں۔ اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو۔ چنانچہ وہ بولنے چالنے لگے۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يَتَّقِي وَهَجَ النَّارِ أَوْ شَرَرَهَا بِيَدِهِ عَنْ وَجْهِهِ، فَجَاءَتْهُ صَدَقَتُهُ فَصَارَتْ سِتْرًا عَلَى وَجْهِهِ وَظِلًّا عَلَى رَأْسِهِ))

''ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے، اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہوگئی اور اس کے سر پر سایہ بن گئی۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدْ أَخَذَتْهُ الزَّبَانِيَةُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ، فَجَاءَهُ أَمْرُهُ

بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَاسْتَنْقَذَاهُ مِنْ أَيْدِيهِمْ، وَأَدْخَلَاهُ مَعَ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ))

''اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے، لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي جَاثِيًا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ، فَجَاءَهُ حُسْنُ خُلُقِهِ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَأَدْخَلَهُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))

''اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے۔ اللہ اور اس کے بیچ حجاب ہے، اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدْ هَوَتْ صَحِيفَتُهُ مِنْ قِبَلِ شِمَالِهِ، فَجَاءَهُ خَوْفُهُ مِنَ اللّٰهِ فَأَخَذَ صَحِيفَتَهُ، فَجَعَلَهَا فِي يَمِينِهِ))

''اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامۂ اعمال اس کی بائیں طرف سے آ رہا ہے، لیکن اس کے خوفِ الٰہی نے آ کر اسے اس کے سامنے کر دیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدْ خَفَّ مِيزَانُهُ، فَجَاءَتْهُ أَفْرَاطُهُ فَثَقَّلُوا مِيزَانَهُ))

''اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا ترازوِ اعمال ہلکا ہو گیا تھا، چنانچہ اس کے فوت شدہ بچے آ گئے اور انہوں نے اپنے والدین کے میزان کو بھاری کر دیا۔''

((وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَائِمًا عَلٰى شَفِيرِ جَهَنَّمَ، فَجَاءَهُ وَجَلُهُ مِنَ اللّٰهِ، فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَمَضٰى))

''اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا اسی وقت اس کا اللہ سے کپکپانا

آیا اور اسے جہنم سے بچا لے گیا۔"

((ورأیت رجلا من أمتي هوی في النار، فجاءته دموعه التي بكی من خشیة الله في الدنیا فاستخرجته من النار))

"اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم میں گرتے دیکھا تو اسی وقت اس کے وہ آنسو آئے جو دنیا میں اللہ کے خوف سے رونے کی وجہ سے نکلے تھے اور انہوں نے اسے جہنم سے نکال لیا۔"

((وَرَأَیْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَی الصِّرَاطِ یَزْحَفُ أَحْیَانًا وَیَحْبُو أَحْیَانًا، فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ عَلَيَّ، فَأَخَذَتْ بِیَدِهٖ فَأَقَامَتْهُ وَمَضٰی عَلَی الصِّرَاطِ))

"میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑھکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا اور وہ پار اُتر گیا۔"

((وَرَأَیْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي انْتَهٰی إِلٰی أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَغُلِّقَتِ الْأَبْوَابُ دُونَهٗ، فَجَاءَتْهُ شَهَادَةُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَفَتَحَتْ لَهُ الْأَبْوَابَ وَأَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ))

"ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہو گیا۔ اسی وقت لا الٰہ الا اللہ کی شہادت پہنچی، دروازے کھلوا دیئے اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔"

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"هٰذَا حَدِیْثٌ عَظِیْمٌ، ذُكِرَ فِیْهِ أَعْمَالًا خَاصَّةً تُنْجِي مِنْ أَهْوَالٍ خَاصَّةٍ."

[تفسیر ابن کثیر تحت آیہ سورۃ ابراہیم ۲۷]

یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں۔

اجر، انعامات کی صورت میں

﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَي الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝۳۱﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان کو وہاں سونے کے کنگنوں سے مزین کیا جائے گا، وہ اونچی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے۔ کتنا بہترین اجر اور کیسی حسین آرام گاہ!

پہلا انعام...... ہمیشہ رہنے کے باغات: (۱)

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ

ایسوں کے واسطے باغ ہیں بسنے کے

چنانچہ ایمان والوں اور عمل صالح والوں کے لیے پہلے انعام کا اعلان فرما رہے ہیں کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں، جو فنا ہونے والے نہیں، نہ کبھی ان کا پھل ختم ہونے والا ہے، جو اُن میں داخل ہو گیا تو ہمیشہ ہمیشہ انہی میں رہے گا، کبھی اس کو نکالا نہیں جائے گا۔

جنت میں داخل ہونے والے 20 قسم کے لوگ: (۱)

[۱]......ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾[البقرۃ:۸۲]

[۲]......متقین، جو اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے اور نیکیاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتِ النَّعِيمِ ﴿٣٤﴾﴾ [القلم:٣٤]

3 ...... شہداء۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾﴾ [محمد:٤ تا ٦]

4 ...... صابرین۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾﴾ [الفرقان:٧٥، ٧٦]

5 ...... جنت میں آگے بیٹھنے والے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ﴿١٠﴾ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾﴾ [الواقعہ:١٠ تا ١٢]

6 ...... مقربین۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾﴾ [الواقعہ:٨٨، ٨٩]

7 ...... اصحاب الیمین (داہنی طرف والے)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩٠﴾ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩١﴾﴾ [الواقعہ:٩٠، ٩١]

8 ...... جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ .... فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾﴾ [الحاقہ:١٩، ٢٢]

9 ...... ایمان دار نصاریٰ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ .... فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ [المائدۃ:٨٢ تا ٨٥]

10 ...... ایمان دار یہودی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنتُم بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُكَفِّرَنَّ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [المائدۃ:١٢]

11 ......آیت میں درج شدہ اعمال کرنے والے، جیسے صبر وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾﴾ [الاحزاب: ۳۵]

12 ......رحمٰن کے خاص بندے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ...... ....أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾﴾ [الفرقان: ۶۳ تا ۷۶]

13 ......اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [الفتح: ۱۷]

14 ......ابرار (نیک لوگ)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾﴾ [الانفطار: ۱۳]

15 ......غلام آزاد کرنے، بھوکوں کو کھانا کھلانے، صبر کرنے اور ترس کھانے والے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾﴾ [البلد: ۱۲ تا ۱۸]

16 ......بھلائی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ [یونس: ۲۶]

17 ......توبہ کرنے والے مومن۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾[التحریم:۸]

18......جن کے اعمال زیادہ وزنی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ۝۶ فَهُوَ فِيۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ۝۷﴾[القارعۃ:۶،۷]

19......نفسِ مطمئنہ کے حاملین۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝۲۷ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ۝۲۸ فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ۝۲۹ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ۝۳۰﴾[الفجر:۲۷تا۳۰]

20......صالحینِ اہلِ کتاب کو اعمال کی مقدار سے زیادہ اجر۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ۝۲۹ لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ۝۳۰﴾[فاطر:۲۹،۳۰]

جنتی کا کنگن سورج سے زیادہ روشن:

......حدیث پاک میں آتا ہے: ”لَوْ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ فَبَدَا أَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُومِ“[جامع ترمذی، رقم:۲۵۳۸] (اگر کوئی آدمی اہلِ جنت میں سے جھانک دے اور اسکے کنگن ظاہر ہو جائیں تو انکی روشنی سورج کی روشنی کو مٹا دے گی، جیسے سورج، ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے)۔

......حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ ہے جو جنت والوں کے لیے زیورات تیار کر رہا ہے جس دن سے وہ پیدا ہوا تو قیامت کے دن تک زیور بناتا رہے گا۔ چنانچہ: ”لَوْ أَنَّ حُلِيًّا مِنْهَا أُخْرِجَ لَرَدَّ شُعَاعَ الشَّمْسِ“ (اگر اس میں سے ایک زیور (باہر) نکال دیا جائے تو سورج کی روشنی ختم کر دے)۔

مزید فرمایا کہ جنت والوں کے تاج موتیوں سے بنے ہوں گے۔ چنانچہ: ''لَوْ أَنَّ إِكْلِيلًا مِنْهَا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَذَهَبَ بِضَوْءِ الشَّمْسِ كَمَا تَذْهَبُ الشَّمْسُ بِضَوْءِ الْقَمَرِ'' [الدر المنثور:۵/۳۴۰] (اگر ان میں سے ایک تاج بھی لٹکا دیا جائے آسمان دنیا سے تو سورج کی روشنی ختم جائے، جیسے سورج چاند کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے)۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يُحَلَّوْنَ أَسْوِرَةً مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤٍ وَفِضَّةٍ هِيَ أَخَفُّ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّمَا هِيَ نُورٌ'' [الدر المنثور:۵/۳۴۰] (جنت والوں کو کنگن سونے چاندی اور موتیوں کے پہنائے جائیں گے، یہ ان پر ہر چیز سے زیادہ ہلکے ہوں گے، کیونکہ یہ نور ہوں گے)۔

کلائیوں میں کنگن کہاں تک پہنچیں گے؟

ایک حدیث پاک میں آتا ہے: ''تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ'' [صحیح مسلم، رقم:۲۵۰] مومن کی (کلائیوں میں) زیور (کنگن) وہاں تک پہنچیں گے جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔

جنتی لباس ''سندس'' کا مستحق بنانے والے اعمال:

1..... میت کو کفنانا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے: ''مَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللهُ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ'' [الدر المنثور:۵/۳۴۱] (جس شخص نے کسی میت کو کفن دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو باریک اور موٹے ریشم کا کپڑا جنت میں پہنائیں گے)۔

2..... دنیا میں عمدہ لباس نہ پہننا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے: ''مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَيِّ حُلَلِ الْإِيمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا'' [جامع ترمذی، رقم:۲۴۸۱] (جس نے

تواضع کے پیش نظر (نفیس وقیمتی) لباس ترک کیا حالانکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ اہل ایمان کے لباسوں میں سے جسے چاہے پہن لے)۔

3 ......مصیبت زدہ سے تعزیت کرنا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ عَزّٰى مُصَابًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّتَيْنِ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ لَا تَقُوْمُ لَهُمَا الدُّنْيَا'' [المعجم الاوسط للطبرانی، رقم: ۹۲۹۲] (جو مسلمان کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے گا اور اس کو تسلی دلائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے لباسوں میں سے دو لباس پہنائیں گے جن کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی)۔

جنت کا پاسپورٹ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ إِلَّا بِجَوَازٍ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ لِفُلَانِ بْنِ فُلَانٍ''

''کوئی شخص بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا، مگر اس اجازت نامہ کے ساتھ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے لیے اجازت نامہ ہے۔''

(پھر ایسے شخص کے بارے میں کہا جائے گا):

((أَدْخِلُوْهُ جَنَّةً عَالِيَةً قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ.)) [طبرانی کبیر، رقم: ۶۱۹۱، کنز العمال، رقم: ۳۹۳۵۳]

''(اے فرشتو!) اس کو اس جنت میں داخل کردو جو بڑی شان والی ہے اور اس کے میوے جھکے ہوئے ہیں (اس کی نعمتوں کا حاصل کرنا نہایت آسان ہے)۔''

ہمیشہ جوان رہیں گے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''يُبْعَثُ

أهلُ الجنّة يوم القيامة على صُورة آدم في ميلاد ثلاثة وثلاثين مُرْدًا جُرْدًا مُكحَلِين ثُمّ يُذهبُ بهم إلى شجرةٍ في الجنّة فيكتسُون منها لا تبلى ثيابُهم ولا يفنى شَبابُهم'' [کنز العمال، رقم: ۳۹۳۸۳] (جنتیوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی شکل وصورت میں ۳۳ سال کی عمر میں بغیر جسمانی بالوں اور داڑھی کے (قبروں سے) اُٹھایا جائے گا، پھر ان کو جنت میں ایک درخت کے پاس لے جایا جائے گا جس سے وہ لباس کو پہنیں گے، پھر نہ تو ان کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ ہی جوانی میں فرق آئے گا)۔

نوٹ:

جسم پر بال نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صرف مردوں اور عورتوں کے سر کے بال ہوں گے اور کسی جگہ نہیں ہوں گے۔ نیز بدن کے بالوں کو ناپاکی کی حالت میں الگ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ قبر سے اُٹھتے وقت یہ بال انسان کے سر کے بالوں کے حصے بنا دیئے جائیں گے، اگر ان کو ناپاکی کی حالت میں جدا کیا گیا تو یہ اسی حالت میں انسانی جسم پر لوٹیں گے۔

جنت میں داخلہ کے بعد کے اعلانات وانعامات: (۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک منادی ندا کرے گا:

''إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا''

''تمہارے لیے یہ طے کیا گیا ہے کہ تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے۔''

''وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا''

''اور تمہارے لیے یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ تم زندہ رہو گے کبھی نہیں مرو گے۔''

''وإنَّ لكُم أنْ تشبُوْا فلا تهرمُوْا أبدًا''

''اورتمہارے لیے یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔''

''وإنَّ لكُم أنْ تنعمُوْا فلا تبأسُوْا أبَدًا''

''اورتمہارے لیے یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ تم نعمتوں ہی میں رہو گے کبھی خستہ حال نہیں ہو گے۔''

''فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: وَنُوْدُوْا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.''
[صحیح مسلم، رقم: ۲۸۳۷]

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان (جنت والوں) سے پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت تم کو تمہارے اعمال (حسنہ اور عقائد صحیحہ) کے بدلہ میں دے دی گئی ہے۔

جنت عدن کیا ہے؟

حدیث پاک میں آتا ہے:

''خَلَقَ اللّٰهُ جَنَّةَ عَدْنٍ بِيَدِهِ''

''اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے دست مبارک سے بنایا۔''

''لَبِنَةٌ مِنْ دُرَّةٍ بَيْضَاءَ''

''اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے۔''

''وَ لَبِنَةٌ مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ''

''اور ایک اینٹ سرخ یاقوت کی ہے۔''

''وَ لَبِنَةٌ مِنْ زَبَرْجَدَةٍ خَضْرَاءَ''

''اور ایک سبز زبرجد کی ہے۔''

''وَ مِلَاطُهَا مِسْكٌ''

''اس کا گارا کستوری کا ہے۔''

حَشِيْشُهَا الزَّعْفَرَانُ''

''اور اس کی گھاس زعفران کی ہے۔''

''حَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ''

''اس کی بجری موتی کی ہے۔''

''تُرَابُهَا الْعَنْبَرُ''

''اس کی مٹی عنبر کی ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے جنت عدن سے فرمایا:

''اِنْطِقِيْ''

''اب تُو بول!''

جنت عدن نے کہا:

''قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ''

''بلاشبہ وہی لوگ کامیاب ہوئے جو مومن ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي لَا يُجَاوِرُنِي فِيْكِ بَخِيْلٌ''

''مجھے اپنے غلبہ اور جلال کی قسم! کوئی بخیل تیرے اندر داخل ہو کر میرا پڑوسی نہیں بنے گا۔''

پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.'' [الترغیب والترہیب، رقم:۵۶۵۱]

''اور جو شخص طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا، پس ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔''

جنت کی کھجور:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''نَخلُ الجَنَّةِ جُذُوعُهَا مِنْ زُمُرُّدٍ خُضرٍ''

''جنت کی کھجور کے تنے سبز زمرد کے ہیں۔''

''وَ كَرَبُهَا ذَهَبٌ أَحمَرُ''

''اور کھجور کے تنے کی ٹہنیاں سرخ سونے کی ہوں گی۔''

''وَ سَعَفُهَا كِسْوَةٌ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ''

''اس کی شاخیں جنتیوں کے بہترین لباس ہوں گے۔''

''مِنْهَا مُقَطَّعَاتُهُمْ وَحُلَلُهُمْ''

''انہی میں سے ان کے چھوٹے کپڑے اور پوشاکیں تیار ہوں گی۔''

''وَ ثَمَرُهَا أَمْثَالُ الْقِلَالِ وَالدِّلَاءِ''

''اس کے پھل مٹکوں اور ڈول کی طرح (بڑے بڑے) ہوں گے۔''

''أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ''

''دودھ سے زیادہ سفید۔''

''وَ أَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ''

''شہد سے زیادہ میٹھے۔''

وَ أَلْيَنُ مِنَ الزُّبَدِ''

''جھاگ سے زیادہ نرم۔''

''لَيْسَ فِيهَا عَجَمٌ.'' [الترغیب والترھیب، رقم: ۵٦٨١]

''ان میں گٹھلی نہیں ہوگی۔''

ہر درخت کا تنہ سونے کا ہے:

حدیث پاک میں آتا ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ما في الجنة شجرة إلا وساقها من ذهب" [جامع ترمذی، رقم:۲۵۲۵] (جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں مگر اس کا تنہ سونے کا ہے)۔

طوبیٰ درخت کی لمبائی:

حدیث پاک میں آتا ہے: "شجرةٌ في الجنة مسيرةُ مائة عامٍ ثيابُ أهل الجنة تخرُجُ مِن أكمامِها" [مسند احمد، رقم:۱۱۶۷۳] (جنت میں ایک درخت ہے جس کی لمبائی سو سال ہے۔ جنتیوں کا لباس اس کے خوشوں سے نکلے گا)۔

جنت کے پھل:

قرآن عظیم الشان کہتا ہے: ﴿لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ﴾ [یٰس:۵۷] (من چاہے پھل ہوں گے)۔ مزید فرمایا: ﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾ [الرحمٰن:۵۴] (یہ پھل جھکے ہوئے ہوں گے)۔ قرآن مجید کے بیان کے مطابق جنت میں درج ذیل پھل ہوں گے:

[1] ...... بے کانٹے بیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ﴾ [الواقعہ:۲۸]

[2] ...... تہ بہ تہہ کیلے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ﴾ [الواقعہ:۲۹]

[3] ...... کھجوریں اور انار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ﴾ [الرحمٰن:۶۸]

[4] ...... انگور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا﴾ [النبا:۳۲]

دوسرا انعام......نہریں:

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ

بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں

جنتیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے نظیر نہروں کا انتظام ہوگا، جن کو ہم دنیا کی نہروں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اس بارے میں ہم آپ کی خدمت میں کچھ معلومات پیش کرتے ہیں۔

نہروں کے پھوٹنے کی جگہ:

حدیث پاک میں آتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أَنْهَارُ الْجَنَّةِ تَفَجَّرُ مِنْ جَبَلِ مِسْكٍ" [مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم:۱۵۹۳۸] (جنت کی نہریں مشک یعنی کستوری کے پہاڑ سے پھوٹتی ہیں)۔

نہروں کے نکلنے کی حالت:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَشْخُبُ مِنْ جَنَّةِ عَدْنٍ فِي جَوْبَةٍ ثُمَّ تَصَدَّعُ بَعْدُ أَنْهَارًا" [الدر المنثور، تحت آیۃ سورۃ البقرۃ ۲۵] (جنت کی نہریں جنت عدن سے نکل کر گڑھے میں پڑتی ہیں پھر بعد میں نہروں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں)۔

نہریں بغیر گڑھوں کے چلتی ہوں گی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعَلَّكُمْ تَظُنُّوْنَ أَنَّ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ أُخْدُوْدٌ فِي الْأَرْضِ))

''شاید تم سمجھتے ہو کہ جنت کی نہریں زمینی گڑھوں میں بہتی ہوں گی۔''

((لَا، وَاللّٰهِ إِنَّهَا لَسَائِحَةٌ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ))

''نہیں، اللہ کی قسم! وہ تو زمین کی سطح پر بہتی ہیں۔''

((حَافَتَاهُ خِيَامُ اللُّؤْلُؤِ))

''ان کے کناروں پر موتی کے خیمے ہوں گے۔''

((وَطِيْنُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ))

''اور اس کی مٹی اذفر کستوری کی ہوگی۔''

میں نے عرض کیا:

((يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْأَذْفَرُ؟))

''یارسول اللہ! اذفر کیا چیز ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اَلَّذِيْ لَا خَلْطَ مَعَهُ.)) [ایضا]

''جس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو (خالص کستوری)۔''

پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نہریں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ [محمد:١٥] (اس میں نہریں ہیں پانی کی جو بو نہیں کر گیا۔ اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں پھرا۔ اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کے واسطے۔ اور نہریں ہیں شہد کی جھاگ اُتارا ہوا)۔

چاروں نہروں کے چار سمندر:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ، ثُمَّ تُشَقَّقُ الْأَنْهَارُ بَعْدُ'' [جامع ترمذی، رقم:۲۵۷۱] (جنت میں ایک سمندر پانی کا ہے، ایک سمندر شہد کا ہے، ایک سمندر دودھ کا ہے اور ایک سمندر شراب کا ہے۔ پھر انہی سے بعد میں نہریں پھوٹتی ہیں)۔

نہر کوثر:

حدیث پاک میں آتا ہے:

((اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ، حَافَّتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ))
''کوثر، جنت میں ایک نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔''

((وَ مَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ))
''اس کے چلنے کا راستہ گوہر اور یاقوت ہے۔''

((تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ))
''اس کی مٹی کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

((وَ مَاؤُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، وَأَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ.)) [جامع ترمذی، رقم:۳۳۶۱]
''اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔''

دونوں کناروں پر لؤلؤ کے قبے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بَيْنَمَا أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ، إِذَا أَنَا بِنَهَرٍ، حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ))
''میں جنت میں سیر کر رہا تھا تو ایک نہر کے پاس پہنچا جس کے دونوں طرف خولدار

موتیوں کے گنبد بنے ہوئے تھے۔"

میں نے پوچھا:

((مَا هٰذَا يَا جِبْرِيلُ؟))

"اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟"

انہوں نے کہا:

((هٰذَا الْكَوْثَرُ، الَّذِي أَعْطَاكَ رَبُّكَ))

"یہی حوضِ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کیا ہے۔"

((فَإِذَا طِينُهُ- أَوْ طِيبُهُ- مِسْكٌ أَذْفَرُ.)) [صحیح بخاری، رقم:٦٥٨١]

"اس کی مٹی خالص کستوری کی (نظر آ رہی) تھی۔"

نہر ہرول:

حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ نَهَرًا يُقَالُ لَهُ الْهَرَوَلُ، عَلٰى حَافَتَيْهِ أَشْجَارٌ نَابِتَاتٌ))

"جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام "ہرول" ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر درخت اُگے ہوئے ہیں۔"

جب جنتی سماع کی خواہش کریں گے تو کہیں گے:

"مُرُّوا بِنَا إِلَى الْهَرَوَلِ فَنَسْمَعُ الْأَشْجَارَ"

"ہمارے ساتھ ہرول کی طرف چلو، تاکہ ہم درختوں سے (خوبصورت اور دلکش آوازیں) سنیں۔"

"فَتَنْطِقُ بِأَصْوَاتٍ لَوْلَا أَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَضٰى عَلٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ لَا يَمُوْتُوا

لَمَاتُوا شَوقًا وَطَرَبًا إلی تِلْكَ الأَصْوَاتِ''

چنانچہ وہ ایسی (خوبصورت) آوازوں میں بولیں گے کہ اگر اللہ عزوجل نے جنتیوں کے نہ مرنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو یہ ان آوازوں کے شوق اور طرب میں مرجاتے۔''

''فَإِذَا سَمِعْنَهُنَّ الجَوَارِيُ قَرَأْنَ بِالْعَرَبِيَّةِ، فَيَجِيْءُ أَوْلِيَاءُ اللهِ إِلَيْهِنَّ''

''پس جب ان خوبصورت آوازوں کو (درختوں پر لگی ہوئی) لڑکیاں سنیں گی تو وہ عربی زبان میں (نہایت خوبصورت انداز وآواز میں کچھ) پڑھیں گی تو اللہ کے ولی ان کے قریب جائیں گے۔''

''فَيَقْطِفُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُنَّ مَا اشْتَهٰى''

''اور ہر ایک ان لڑکیوں میں سے جس کو پسند کرے گا توڑ لے گا۔''

''ثُمَّ يُعِيْدُ اللهُ تَعَالٰى مَكَانَهُنَّ مِثْلَهُنَّ.'' [صفۃ الجنۃ لابی نعیم، رقم: ۳۳۲]

''پھر اللہ تعالیٰ ان لڑکیوں کی جگہ ویسی ہی اور لڑکیاں (اس درخت کو) لگادیں گے۔''

نہرِ بارق:

حدیث پاک میں آتا ہے: ''اَلشُّهَدَآءُ عَلٰى بَارِقٍ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ يَخْرُجُ عَلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا'' [مسند احمد، رقم: ۲۳۹۰] (شہداء حضرات جنت کے دروازہ پر سبز قبہ میں ایک نہر بارق ہے اس میں رہتے ہیں، ان کی طرف جنت سے صبح شام رزق پہنچتا ہے)۔

نہرِ ریان:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام ''ریان'' ہے، ''عَلَيْهِ مَدِيْنَةٌ مِنْ مَرْجَانَ لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفَ بَابٍ مِنْ ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ'' [کنز

العمال، رقم: ۲۴۶۳] (اس پر ایک شہر ''مرجان'' سے تعمیر کیا گیا ہے، جس کے ستر ہزار سونے چاندی کے دروازے ہیں اور یہ حافظِ قرآن کے لیے ہے)۔

نہر بیدخ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت میں ایک نہر ہے، جس کو ''بیدخ'' کہا جاتا ہے۔ اس پر یاقوت کے قبے ہیں۔ اس کے نیچے اُگنے والی لڑکیاں ہوں گی، اہل جنت کہیں گے: ہم کو بیدخ کی طرف لے چلو۔ وہ وہاں پہنچیں گے اور ان لڑکیوں سے مصافحہ کریں گے۔ ان میں سے کسی آدمی کو کوئی لڑکی پسند آئے گی تو وہ اس کی کلائی سے پکڑے گا تو وہ اس کے پیچھے چلی جائے گی اور اس کی جگہ دوسری اُگ آئے گی، یعنی دوسری لڑکی پیدا ہو جائے گی۔

[الدر المنثور تحت آیۃ سورۃ البقرۃ ۲۵]

جنت میں چشمے:

◆.....جنت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام ''سلسبیل'' ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ⑱﴾ [الانسان: ۱۸]

◆.....ایک اور چشمے کا نام ''تسنیم'' ہے۔ ﴿وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ㉗ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ㉘﴾ [المطففین: ۲۷، ۲۸]

تیسرا انعام.....سونے کے کنگن:

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

پہنائے جائیں گے ان کو وہاں کنگن سونے کے

جنت میں جنتی مرد بھی سونے کے کنگن پہنیں گے۔ بعض طلبہ اس بات پر بڑے

حیران ہوتے ہیں کہ مرد لوگ بھی وہاں سونے کے کنگن پہنیں گے!!!

جی ہاں! اللہ تعالیٰ ایک ایسا زیور بنائیں گے جو مرد کو اچھا لگے گا۔ آج اگر کسی بندے کو راڈو کی گھڑی مل جائے تو وہ ایسے ایسے کر کے دوسروں کو دکھا رہا ہوتا ہے۔ بھئی! یہ جو تم راڈو کی گھڑی ہاتھ اوپر نیچے کر کے دکھا رہے ہو تو کیوں دکھا رہے ہو؟ یہ تمہیں اچھی لگ رہی ہے نا! راڈو کی گھڑی بھی لیتے ہیں تو وہ گھڑی لیتے ہیں جس پر سونے کی تہہ چڑھی ہوتی ہے تاکہ اچھی لگے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بھی ایسی چیزیں اچھی لگتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے جنت میں مرد کو ایسے کنگن پہنا دیے تو وہ مرد کو جنت میں سجیں گے اور اچھے لگیں گے۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ 1:

روم اور فارس کے بادشاہوں کی عادت تھی کہ وہ دوسروں سے خود کو ممتاز کرنے کے لیے کنگن اور تاج پہنا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے اس کا وعدہ فرمایا کہ یہ بھی آخرت کے بادشاہ ہیں۔ [مسائل الرازی، صفحہ ۲۴۰]

طلبہ کے لیے علمی نکتہ 2:

سورۂ کہف کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ﴾ [الکہف:۳۱]

''ان کو وہاں سونے کے کنگنوں سے مزین کیا جائے گا۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝٢٣﴾ [الحج:۲۳]

''(دوسری طرف) جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کیے ہیں، اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے سجایا جائے گا، اور جہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَحُلُّوٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾ [الانسان:۲۱]

''اور انہیں چاندی کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا۔''

مفسرین حضرات نے ان آیات کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے۔ ایک کنگن سونے کا، ایک چاندی کا اور ایک لؤلؤ موتی کا۔ یہ اس لیے کہ بادشاہ لوگ دنیا میں کنگن اور تاج پہنا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ جنت والوں کے لیے تیار فرمایا، کیونکہ یہ لوگ جنت میں بادشاہ ہوں گے۔

چوتھا انعام......سبز ریشمی لباس:

وَيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

اور پہنیں گے کپڑے سبز باریک اور گاڑھے ریشم کے

اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے ایسے لباس کا انتظام فرمایا ہے کہ جس میں وہ چمکتے دمکتے ہوں گے۔ وہ ایک بے نظیر لباس ہوگا کہ انسان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ دنیا میں اس طرح کوئی بنا سکتا ہے۔ چنانچہ ہم یہاں پر ریشم کے پہننے سے صبر کر لیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کا ریشم پہنا دیں گے۔

طلبہ کے لیے علمی نکتہ:

سینکڑوں ہزاروں جوڑے پہننے کے باوجود جسم کا حسن جھلک رہا ہوگا اور یہ لباس نور

کا ہوگا اور نور کا کوئی وزن نہیں ہوتا، جیسے ہمارے ساتھ ہمارے کندھوں پہ فرشتے بیٹھے ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ نور ہیں، اس لیے ہمیں ان کا وزن محسوس نہیں ہوتا۔

غلاف میں چھپے، نفیس اور رنگا رنگ لباس:

حدیث پاک میں آتا ہے:

''مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا انْطُلِقَ بِهٖ إِلٰى طُوْبٰى فَتَنْفَتِحُ لَهٗ أَكْمَامُهَا''

''تم میں سے جنت میں داخل ہونے والے ہر شخص کو طوبیٰ نامی درخت کی طرف لے جایا جائے گا، چنانچہ اس کے لیے اس طوبیٰ درخت کے شگوفے کھل جائیں گے۔''

''فَيَأْخُذُ لَهٗ مِنْ أَيِّ ذٰلِكَ شَاءَ''

''وہ ان میں سے اپنے لیے پسند کی چیز نکالے گا۔''

''إِنْ شَاءَ أَبْيَضَ وَإِنْ شَاءَ أَحْمَرَ وَإِنْ شَاءَ أَخْضَرَ وَإِنْ شَاءَ أَصْفَرَ وَإِنْ شَاءَ أَسْوَدَ مِثْلَ شَقَائِقِ النُّعْمَانِ وَأَرَقَّ وَأَحْسَنَ.''

[الدر المنثور: تحت سورۃ الرعد، آیت ۲۹]

''چاہے سفید، چاہے سرخ، چاہے سبز، چاہے سیاہ (ویسی ہی پھول پتیاں نکالے گا) جیسے گل لالہ کے پھول، بلکہ اس سے زیادہ نرم اور خوبصورت۔''

لباس کی تیاری:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا:

''يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ ثِيَابَ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَتُنْسَجُ نَسْجًا أَمْ تُشَقَّقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ؟''

''یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ جنتیوں کے کپڑے بنے جائیں گے یا ان سے جنت کا پھل

چیر کر نکالا جائے گا؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دیہاتی کے سوال پر تعجب ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ جَاهِلٍ يَسْأَلُ عَالِمًا"

"تمہیں کس بات پر تعجب ہو رہا ہے ایک ناواقف آدمی ایک عالم سے سوال کر رہا ہے؟"

پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا:

"أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ؟"

"اہل جنت کے کپڑوں کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟"

اس نے کہا:

"أَنَا"

"میں یہاں ہوں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا، بَلْ تُشَقَّقُ مِنْ ثَمَرِ الْجَنَّةِ." [مسند احمد، رقم:٦٨٩٠]

"اہل جنت کے کپڑے جنت کے پھل سے چیر کر نکالے جائیں گے۔"

جنت کے ریشم سے دنیا کے ریشم کا کیا مقابلہ!!!

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ریشمی جبہ تحفہ میں بھیجا گیا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریشم کے استعمال سے منع فرماتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جبہ کی ملائمت کو دیکھ کر حیران ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا." [صحیح بخاری، رقم:٢٦١٥]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے بہتر ہوں گے۔''

کپڑے پُرانے نہ ہوں گے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ، لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ'' [صحیح مسلم، رقم: ۲۸۳۶] (جو شخص جنت میں داخل ہوگیا وہ اس میں خوب ناز ونعمت میں رہے گا، اس کو کسی چیز سے محرومی نہ ہوگی، اس کے کپڑے پُرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی ختم نہیں ہوگی)۔

پانچواں انعام......تختِ شاہانہ:

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ

تکیہ لگائے ہوئے ان میں تختوں پر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ﴾ [الطور: ۲۰]

''وہ ایک قطار میں لگی ہوئی اونچی نشستوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔''

﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝۱۶﴾ [الواقعہ: ۱۵، ۱۶]

''سونے کے تاروں سے بنی ہوئی اونچی نشستوں پر۔ ایک دوسرے کے سامنے ان پر تکیہ لگائے ہوئے۔''

﴿فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳﴾ [الغاشیۃ: ۱۳]

''اس میں اونچی اونچی نشستیں ہوں گی۔''

﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِــُٔوْنَ ۝۵۶﴾ [یٰس: ۵۶]

"اور وہ ان کی بیویاں گھنے سایوں میں آرام دہ نشستوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔"

70 سال تک تکیہ پر ٹیک:

..... حدیث پاک میں آتا ہے: "إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَّكِئُ فِي الْجَنَّةِ سَبْعِينَ سَنَةً قَبْلَ أَن يَتَحَوَّلَ" [کنز العمال، رقم: ۳۹۳۵۶] (آدمی جنت میں پہلو بدلے بغیر ستر سال تک ٹیک لگائے بیٹھا رہے گا)۔

..... حضرت ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنت میں ستر سال تک تکیہ لگائے گا اس کے پاس اس کی بیویاں اور اس کے خادم اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اعزازات اور نعمتیں ہوں گی۔ جب تھوڑی دیر کے لیے اس کی نظر غافل ہوگی تو اچانک اس کی بیویاں اس کے لیے ایسی ہوں گی کہ گویا اس نے اس سے پہلے دیکھی ہی نہ تھیں۔ وہ بیویاں اس سے کہیں گی:

"قَدْ آنَ لَكَ أَنْ تَجْعَلَ لَنَا مِنْكَ نَصِيبًا." [الدر المنثور: ۵/۳۴۱]

"تیرے لیے یہ وقت آچکا ہے کہ تو ہمارے لیے اپنی ذات سے حصہ بنائے۔"

جنتی تخت کس چیز سے بنے ہوں گے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ﴿عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ﴾ [المطففین: ۲۳] کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مِنَ اللُّؤْلُؤِ وَالْيَاقُوتِ" (یہ تخت موتی اور یاقوت سے بنے ہوئے ہوں گے)۔ [تفسیر طبری: ۲۶/۱۳۸]

جنت اچھی آرام گاہ ہے:

نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب آرام

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝﴾ [الفرقان: ۲۴]

''اس دن جنتی لوگ ہوں گے جن کا مستقر بھی بہترین ہوگا، اور آرام گاہ بھی خوب ہوگی۔''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

﴿لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝﴾ [الحجر: ۴۸]

''وہاں نہ کوئی تھکن ان کے پاس آئے گی، اور نہ ان کو وہاں سے نکالا جائے گا۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ۝ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۝﴾ [فاطر: ۳۴،۳۵]

''اور وہ کہیں گے کہ تمام تر تعریف اللہ کی ہے جس نے ہم سے ہر غم دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بہت بخشنے والا، بڑا قدردان ہے۔ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ابدی ٹھکانے کے گھر میں لا اُتارا ہے جس میں نہ ہمیں کبھی کوئی کلفت چھو کر گزرے گی، اور نہ کبھی کوئی تھکن پیش آئے گی۔''

قرآن مجید میں ''ثواب'' کا 5 طرح استعمال:

قرآن مجید میں ''ثواب'' کا 5 طرح استعمال ہوا ہے:

[1]...... فرمانبرداری کی جزاء کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝﴾ [الکہف: ۳۱]

2 ..... فتح، کامیابی اور غنیمت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ﴾ [آل عمران:۱۴۸]

3 ..... اعزاز و اکرام کے وعدہ کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ﴾ [المائدۃ:۸۵]

4 ..... زیادتی در زیادتی کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ﴾ [آل عمران:۱۵۳]

5 ..... راحت اور منفعت کے معنی میں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ [النساء:۱۳۴]

[بصائر ذوی التمییز:۲/ ۳۳۸]